سلسلہ لکچر ہندوستانی ایکاڈیمی نمبر ۵

عرب و ہند کے تعلقات

یعنی

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی

کی

تقریریں جو ۲۲ و ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۲۹ع کو ہندوستانی
ایکاڈیمی کے سامنے کی گئیں ۔

الہ آباد

ہندوستانی ایکاڈیمی، یو - پی

۱۹۳۰ع

Published by
THE HINDUSTANI ACADEMY,
U. P.,
Allahabad.

First Edition
Price, Rs. 4.

Printed by
THE HINDUSTAN PRESS,
Allahabad.

تمہید

مدت سے خیال تھا کہ "عرب و ہند کے تعلقات" پر ایک مسلسل بیان کسی تقریر یا رسالہ کی صورت میں اہل ملک کے سامنے پیش کروں - ایک علمی حقیقت کے اثبات کے علاوہ اس سے یہہ بھی غرض تھی کہ ملک کے ہندو مسلمان دونوں عنصروں کو ان کا وہ زریں عہد یاد دلاؤں جب دونوں گونا گوں اتحاد کے رابطوں اور سلسلوں سے جکڑے تھے - ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد کا ممنون ہوں کہ اس نے میری اس دیرینہ آرزو کے پورا کرنے کا موقع پیدا کیا - مجھے امید ہے کہ جس مخلصانہ ارادہ سے یہہ پراگندہ اور منتشر معلومات بیسیوں کتابوں سے چن کر اور ہزاروں صفحات کو پڑھکر ان چند اوراق میں جمع کئے گئے ہیں اسی حیثیت سے آج یہہ سنے اور کل پڑھے جائینگے -

ہمارا یقین ہے کہ ملک کے نفاق انگیز صورت حال کی سب سے بڑی ذمہ داری ہمارے اسکولوں اور کالجوں کے نصاب تاریخ پر ہے - اس لئے آج ہمارے قومی مورخوں کا فرض سب سے بڑا اور سب سے اہم ہے -

اکیڈیمی کی فرمائش تو صرف تین تقریروں کی تھی مگر میں نے بحث کے پورے احاطہ اور مضمون کے تمام گوشوں کو گھیرنے کے لئے پانچ تقریریں تیار کیں تاکہ مضمون کسی حیثیت سے ادھورا نہ رہ جائے -

تمام واقعات اور مواد عربی کی معتبر اور مستند کتابوں سے حاصل کئے گئے ہیں - کہیں کہیں کسی انگریزی فارسی کتاب کا بھی حوالہ آ گیا ہے -

۲۰ اپریل سنہ ۱۹۲۹ع سید سلیمان ندوی

شبلی منزل - اعظم گڑھ

ضمیمہ

کتاب کے ختم ہونے کے بعد بعض اور مفید باتیں ملیں جن کا اضافہ مناسب معلوم ہوتا ہے —

۱ — سوپارہ

گجرات کے ایک مشہور پرانے شہر کا نام عربوں نے سوبارہ لکھا ہے، اصطخری (سنہ ۳۴۰ھ) ہندوستان کے مشہور شہروں میں اس کا بھی ذکر کیا ہے، اور اس کے بعد بیت المقدس کے سیاح بشاری (سنہ ۳۷۰ھ) نے چوتھی صدی ہجری کے آخر (دسویں صدی عیسوی کے آخر) میں اس کا نام لیا ہے، اور اس کی جگہ کھمبایت کے قریب بتائی ہے، اور دونوں میں چار مرحلوں کا فصل بتایا ہے، اور لکھا ہے کہ "سوپارہ سمندر سے ایک فرسنگ (۸ میل) کی دوری پر ہے" — (احسن التقاسیم بشاری ص ۴۷۷ و ۴۸۶ لیڈن)

پچھلے سالوں میں گجرات میں جو پرانی یادگاروں کی تحقیقات ہوئی ہے، ان میں ایک سوبارہ نام کے شہر کا بھی پتہ چلتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی شہر ہے جس کا عرب سیاحوں نے اپنے زمانہ میں ذکر کیا ہے —

۲ فروری سنہ ۱۹۳۰ع کے سنڈے بمبئی کرانیکل میں (ص ۳۱ و ۳۲) سوپارہ کی اثری تحقیق پر ایک مضمون نکلا ہے ' جس کا خلاصہ یہہ ہے :-

"آثار قدیمہ کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کا پتہ مگدھہ دیس (بہار) کے مشہور راجہ اشوک کے زمانہ سے چلتا ہے - یہاں راجہ اشوک کا ایک یادگاری پتھر سنہ ۱۸۸۱ع میں ہمارے اثری محققوں کو ملا ہے - سوپارہ اب بھی بی ' بی ' سی ' آئی ریلوے کے ایک غیر معروف اسٹیشن کا نام ہے جو اپنے قریب کے اسی نام کے ایک گاؤں کے سبب سے رکھا گیا ہے - پنڈت بھگوان لال اندر جی (آنجہانی) نے یہاں اشوک کے سنگی کتبہ کا پتہ لگایا تھا - اب یہہ مقام بمبئی کے علاقہ میں بسین سے جو سمندر ہی کے کنارہ ہے تین چار میل اتر ' اور خاص شہر بمبئی سے تیس میل ہے -

سنہ ۲۵۰ ق م میں یہہ مقام هندوستان کے مشہور و پر رونق شہروں سے تھا ' جس کے سبب سے یہہ اُن چند خوش قسمت شہروں میں منتخب ہوا جہاں راجہ اشوک نے اپنے یادگاری پتھر لگائے - سوپارہ والا پتھر یہاں سے اُٹھہ کر پرنس آف ویلز میوزیم (مغربی هند) میں رکھا گیا ہے - اس میں دس سطریں ہیں ' پہلی چار سطریں مٹ گئی

عیسائی اور مسلمان باشندے ہیں - مسلمانوں میں عرب اور ایرانی ہیں جو سات صدی، پیشتر سے تجارتی تعلق سے یہاں آباد ہوئے -

اس خلاصہ سے معلوم ہوگا کہ گجرات کے دوسرے ساحلی تجارتی شہروں کی طرح یہاں بھی مسلمان آباد تھے، اور اگر راجہ اشوک کے سنگی کتبہ، اور بطلیموس کے جغرافیہ سے اس آبادی کا مسیح سے ڈھائی سو برس پہلے نشان ملتا ہے، تو مسلمان عرب سیاحوں کے بیان سے اُس کا مسیح سے ایک ہزار برس بعد بھی پتہ چلتا ہے -

۲ — جاٹ طبیب عرب میں

اصل کتاب میں صحابہ کے زمانہ میں یعنی پہلی صدی هجری، اور ساتویں صدی عیسوی میں جاٹوں کے عراق اور عرب میں آباد ہونے کا ذکر آیا ہے (ص ۱۱)، مگر اس مقام پر اُن کے سپاہیانہ اوصاف لکھے گئے ہیں - مگر ایک نہایت مستند ذریعہ سے اُسی زمانہ میں اُن کے ایک علمی کارنامہ کا بھی نشان ملتا ہے - امام بخاری (المتوفی سنہ ۲۵۶ھ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں صحابہ کے زمانہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ام المومنین حضرت عایشہ بیمار پڑیں تو اُن کے بھتیجوں نے ایک جاٹ طبیب کو اُن کے علاج کے لئے بلایا (۱) -

میں ' اس کا خط وہ خط ہے جو دیوناگری اور دوسرے ہندی حروف کی اصل ہے ' اور جس کے متعلق یوروپین محقق بوشلر کی رائے ہے کہ یہہ تجارتی آمد و رفت کی راہ سے ' مسیح سے سات آٹھہ سو برس پیشتر عراق سے ہندوستان آیا تھا - (دیکھو کتاب میں) -

ڈاکٹر بھنڈارکر کہتے ہیں کہ بمبئی میں تھانہ کے ضلع میں سوپارہ مشہور بندرگاہ تھا ' جس کا نام مہابھارت میں سورپارکا ہے اور بطلیموس نے اپنے جغرافیہ میں اس کا نام سوپارہ لکھا ہے - یہہ ایک مقدس مقام اور اپارنتا کا دارالحکومت تھا -

موجودہ سوپارہ گاؤں اسی نام کے قدیم مشہور شہر کے موقع پر آباد ہے - یہہ ایک خلیج کے بائیں کنارہ پر واقع ہے جو خلیج بسین کے ریلوے پل اور دریائے وترنا کے درمیان گھومتی نظر آتی ہے - پرانے سوپارہ میں اب بھی پرانے عمارات اور مکانات کے نشانات باقی ہیں - یہاں ایک رام کنڈ بھی ہے جو اس کے تیرتھہ ہونے کی دلیل ہے -

سنہ ۱۸۸۱ع میں جب سوپارہ کے یادگاری پتھر کا پتہ لگا ہے اس گاؤں میں بمشکل چھہ سو گھر تھے ' جن میں تقریباً دو ہزار آدمی رہتے تھے - ان میں برہمن ' ہندوستانی '

۳ — سندھ کے شاہانہ جوتے

کتاب کے ص ۷۷ میں کھمبایت کے جوتوں کا ذکر ہے ' جو منصورہ (سندھ) سے عراق کے عباسی پایۂ تخت بغداد میں جاتے تھے — ایسی حال میں امام احمد بن حنبل (المتوفی سنہ ۲۴۱ھ کی ایک مختصر کتاب الورع ایک سات سو برس کے قلمی نسخہ سے جو الجزائر (الجیریا) میں ملا ہے ' سندھ ۱۳۴۰ھ میں مصر میں چھپا ہے ' یہہ ثابت ہوتا ہے کہ سندھ کے جوتے اس قدر خوشنما اور بھڑکدار ہوتے تھے کہ ثقہ اور سنجیدہ لوگ ان کو پہننا پسند نہیں کرتے تھے ' اور وہ صرف شہزادوں کے پہننے کے قابل سمجھے جاتے تھے (۲) —

---

(۱) الادب المفرد امام بخاری ' باب بیع الخادم ' ص ۳۵ ' مصر —

(۲) کتاب الورع ابن حنبل ' باب لبس النعال السندیۃ ' ص ۱۰۱ ' مطابع سعادت ' مصر —

فهرست مضامين

پهلا باب

تعلقات کا آغاز اور هندوستان کے عرب سیاح

(صفحه ۱---۴۳)

دوسرا باب

تجارتی تعلقات (صفحه ۴۴—۹۶)

تیسرا باب

علمی تعلقات (صفحہ ۹۷—۱۸۵)

صفحہ

صفحہ

چوتها باب

مذهبی تعلقات (صفحه ۱۸۵ — ۲۵۰)

صفحہ

صفحہ

پانچواں باب

ھندوستان میں مسلمان فتوحات سے پہلے

(صفحہ ۲۵۱—۳۰۲)

صفحه

صفحہ

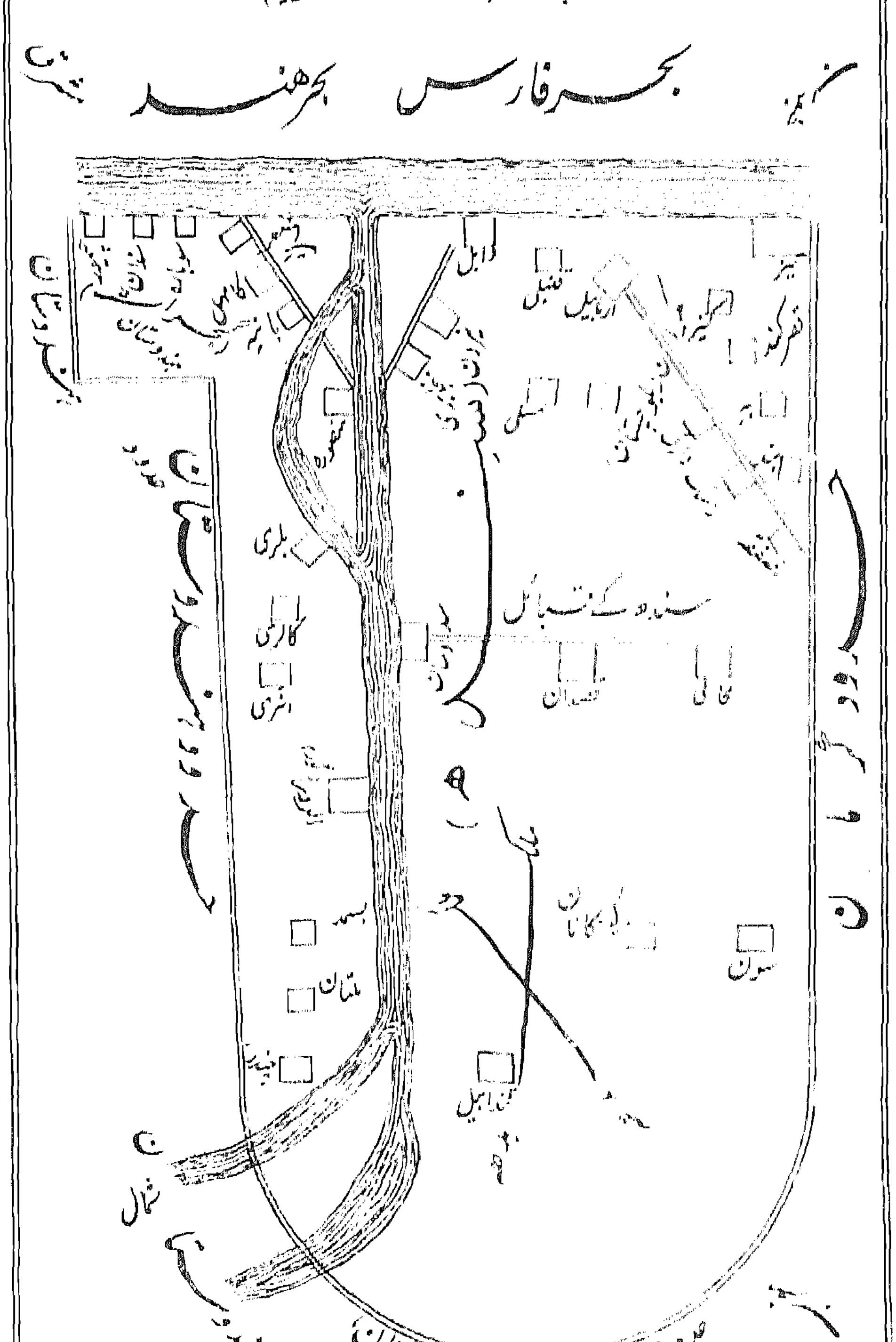
صفحہ

صفحہ

گجرات اور سندھ کا دنیا میں سب سے پہلا نقشہ

جسکو ابن حوقل بغدادی نے سنہ ۳۶۶ھ (۹۷۶ء) میں تیار کیا

(کتب خانہ شاہ اودھ کے نسخہ سے الیٹ نے نقل کیا)



بہ استناد کتاب عرب و ہند

عرب و ھند کے تعلقات

تعلقات کا آغاز اور ھندوستان کے عرب سیاح

عرب اور ھندوستان دونوں ملک دنیا کی دو عظیم‌الشان قوموں کی مذھبی تیرتھہ اور عبادت گاہ ھیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر اپنی اپنی قوموں کے نزدیک پاک اور مقدس ھیں – اس مسئلہ میں بہت سے اختلافات ھیں کہ ھندوستان کے اصلی باشندے کون ھیں ؟ آریہ قوم کا دعوی تو آپ نے سنا ھوگا – مگر کیا عربوں کا پرانا دعوی بھی آپ نے سنا ھے ؟ آریہ قوم اس ملک میں چند ھزار برس گذرے ھونگے کہ ایشیاے وسطی سے پنجاب میں وارد ھوئی اور پھر آگے بڑھکر گنگا جمنا کے دوآبہ میں پھیل گئی – مگر اھل عرب کا دعوی یہ ھے کہ ھندوستان سے ان کا تعلق صرف چند ھزار برس کا نہیں بلکہ پیدایش کے شروع سے یہ ملک ان کا "پدری وطن" ھے –

حدیثوں اور تفسیروں میں جہاں حضرت آدم کا قصہ ھے وھاں متعدد روایتوں سے یہ بیان آتا ھے کہ حضرت آدم جب آسمان کی جنت سے نکالے گئے تو وہ اسی زمین کی "جنت" میں جس کا نام "ھندوستان جنت نشان" ھے اتارے

گئے – سر اندیپ (لنکا) میں انہوں نے پہلا قدم
نشان اُس کے ایک پہاڑ پر موجود ہے
ابن ابی حاتم' اور حاکم (۱) میں
سر زمین کا نام جس میں
کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ
یا "دکن" ہے جو ہندوستان کے جنوبی
اور چونکہ عرب کے ملک میں
اور مسالے اسی جنوبی ہند سے جاتے
ذریعہ وہ تمام دنیا میں پھیلتے
یہ چیزیں ان نعمتوں میں
ساتھ جنت سے لائے
دو پھل یعنی لیموں اور
ہیں – ایک اور روایت میں
میوہ تھا جو ہندوستان میں

ایک روایت میں ہے کہ
نیل' فرات' جیحون اور سیحون
جس پر مصر کی زراعت کا دارومدار
کی جو اہمیت
ہے وہ ظاہر ہے – سیحون

(۱) تفسیر در منثور سیوطی
اس کے بعد کی روایتیں
ہندوستان کا پہلا باب پڑھنا چاہئے –

ہ لئے اس کی وہی حیثیت ہے جو نیل و فرات کی مصر و عراق میں ہے — اور سیحون کے متعلق ہے کہ ہندوستان کے دریا کا نام ہے — گویا جنت کے اس چوتھے دریا کو "ہندوستان" سمجھا جاتا ہے بعض لوگوں نے اس کو دریائے سندھ قرار دیا ہے —

میر آزاد بلگرامی نے سبحۃالمرجان فی آثار ہندوستان میں کئی صفحے ہندوستان کے ان فضائل کے بیان کے نذر کئے ہیں — اور اس میں یہاں تک کہا ہے کہ جب آدم سب سے پہلے ہندوستان اترے اور یہاں ان پر وحی آئی تو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہی وہ ملک ہے جہاں خدا کی پہلی وحی نازل ہوئی' اور چونکہ نور محمدی حضرت آدم کی پیشانی میں امانت تھی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کا ابتدائی ظہور اسی سر زمین میں ہوا — اسی لئے آپ نے فرمایا کہ "مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے" — یہ تمام روایتیں فن حدیث کے لحاظ سے بہت کم درجہ ہیں — تاہم ان سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ جو عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا تعلق ہندوستان سے محمود غزنوی کے فتوحات کے سلسلہ میں ہوا اور وہ اس کے بعد یہاں آکر آباد ہوئے یہ کس قدر غلط ہے — بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اس ملک کو اپنا مفتوحہ ملک نہیں بلکہ اپنا موروثی پدری وطن سمجھتے ہیں' اور جو نہیں سمجھتے ہیں ان کو سمجھنا چاہئے — خیر یہ تو تاریخ کی یاد سے پہلے کی باتیں ہیں — اگر تاریخی نظر

سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ وہ محمود [illegible]
ہندوستان آچکے ہیں اور جگہ جگہ اپنی [illegible]
قائم تھیں -

اسلام کے بعد عربوں اور مسلمانوں [illegible]
سب سے بڑا درجہ سادات یعنی سیدوں [illegible]
خاندانوں کا بہت بڑا حصہ حضرت امام [illegible]
حضرت امام زین‌العابدین کی نسل [illegible]
زین‌العابدین کی ماں عرب نہ تھیں [illegible]
کہ وہ ایرانی تھیں اور خاندان شاہی سے [illegible]
میں سے بعض نے ان کو سندھ کی [illegible]
اخیر قول صحیح ہو تو اس [illegible]
سکتا ہے کہ عرب و اسلام کے سب سے [illegible]
کے پیدا کرنے میں ہندوستان [illegible]
بھی صحیح ہوگا کہ اور مسلمان [illegible]
آل زین‌العابدین علی ہمیشہ سے [illegible]

شمالی ہندوستان میں [illegible]
اور افغانوں کا زمانہ چوتھی صدی [illegible]
محمود نے لاہور سنہ ۴۱۹ھ میں [illegible]
ہندوستان ملیبار اور [illegible]
سیکڑوں برس بعد تک بھی مسلمانوں [illegible]

(۱) دیکھو کتاب‌المعارف ابن قتیبہ اور [illegible]
زین‌العابدین رضی اللہ عنہما -

دیا – گجرات سلطان علاؤالدین خلجی نے سنه ۶۹۷ع میں فتح کرکے دلی کے مقبوضات میں شامل کیا – اور مدراس کی طرف صرف ایک دفعه سلطان علاؤالدین کی فوجوں نے اسی زمانه میں ملیبار اور کارومنڈل کے ساحل تک عبور کیا تھا – لیکن وہ فتح ناپائدار تھی – اور بعد کو بیجانگر کی دیوار نے صدیوں تک افغانوں اور مغلوں کو آگے بڑھنے نہیں دیا – دکن کی بہمنی سلطنت کی پوری زندگی بیجانگر کے ساتھ لڑائی جھگڑوں میں کٹی مگر کرشنا سے آگے وہ کسی طرح نه بڑھ سکی – البته بہمنی سلطنت کی راکھ سے جو پانچ شمعیں اٹھیں انہوں نے بڑی مشکل سے سنه ۱۵۶۵ع میں اس کو جلا کر بے نام و نشان کیا – پھر بھی چھوٹی چھوٹی هندو ریاستیں عالمگیر کے زمانه تک قائم رهیں – اڑیسه ' میسور اور مدراس کے علاقوں پر انہوں نے یوں هی اچٹتا سا قدم رکھا – لیکن ان میں سے کوئی بھی دیر تک وهاں جم نه سکا –

اس پیمایش سے میرا مقصد یه هے که میں دکھاؤں که هندوستان کے کن علاقوں پر درۂ خیبر سے اُترنےوالی موجوں کا براہ راست یا بالواسطه اثر کب پڑا اور همارے مضمون کا تعلق هندوستان کے کس علاقه سے کس وقت تک هے –

پنجاب	سنه ۴۱۴ھ ۱۰۲۳ع
سندھ	سنه ۵۸۲ھ ۱۱۸۶ع
دهلی ' قنوج ' اودھ ' بنارس	سنه ۵۸۹ھ ۱۱۹۳ع
بہار و بنگال	سنه ۵۹۳—۹۵ھ ۱۱۹۵—۹۹ع

٦

دکن (دیوگر) سنہ [illegible]

گجرات سنہ [illegible]

مہاراشٹر، مدراس سنہ [illegible]

اس لئے عروج اور عظمت [illegible] میں ہر صوبہ کے متعلق اس [illegible] علاقوں سے منظوم ہوئے [illegible] ہیں —

علاؤالدین اور [illegible] حیثیت سے [illegible] دونوں کے بیچ [illegible] ایسی وسیع اور [illegible] ملک کو دوسرے سے [illegible] ایک سمندر [illegible] اس بیان نہاں سمندر [illegible] کا دامن [illegible] قدم [illegible] ہیں [illegible] بلقم [illegible] ساحل [illegible] اور [illegible] ساحلی [illegible] پہنچاتی ہیں —

عربوں کا راستہ یہ تھا کہ وہ مصر و شام کے شہروں سے چل کر خشکی خشکی بحر احمر (ریڈ سی) کے کنارے کنارے حجاز کو طے کر کے یمن تک پہونچتے تھے اور وہاں سے بادبانی کشتیوں پر بیٹھکر کچھ تو افریقہ اور حبشہ کو چلے جاتے تھے اور کچھ وہیں سے سمندر کے کنارے کنارے حضرموت، عمان، بحرین، اور عراق کے کناروں کو طے کر کے خلیج فارس کے ایرانی ساحلوں سے گذر کر یا تو بلوچستان کی بندرگاہ تیز میں اتر پڑتے تھے یا پھر آگے بڑھکر سندھ کی بندرگاہ دیبل (کراچی) میں چلے آتے تھے، اور پھر اور آگے بڑھکر گجرات اور کاٹھیاوار کی بندرگاہ تھانہ (بمبئی) کھمبایت چلے جاتے تھے ـ پھر آگے بڑھتے تھے اور سمندر سمندر کالیکٹ اور راس کماری پہونچتے تھے، اور پھر کبھی مدراس کے دسی کنارے پر ٹھہرتے تھے اور کبھی سراندیپ، انڈمان ہو کر پھر سیدھے مدراس کی مختلف بندرگاہوں پر چکر لگاتے ہوئے خلیج بنگال میں داخل ہوجاتے تھے، اور بنگال کی ایک دو بندرگاہوں کو دیکھتے ہوئے برہما اور سیام ہوکر چین چلے جاتے تھے اور پھر اسی راستہ سے لوٹ آتے تھے ـ

الغرض اس نقشہ سے معلوم ہوگا کہ ان کے جہازات ہندوستان کے تمام دریائی شہروں اور جزیروں میں برابر چکر لگایا کرتے تھے اور تاریخ کی یاد سے پہلے سے ان کی مسلسل آمد و رفت جاری تھی ـ

دنیا کی پہلی دریائی تاجر قوم کا نام فنیشین ہے ـ یہ یونانی نام ہے ـ عبرانی میں ان کا نام کنعانی ہے اور

آرامی بھی ان کو کہتے ہیں - لفظ عرب ان کو ارم کہتے ہیں ، اور یہی نام قرآن پاک میں ہے عاد ارم ذات العماد "بڑے بڑے ستونوں اور عمارتوں والے عاد ارم" - اور اسی مناسبت سے عربی تخیل کے ذریعہ سے "بہشت ارم" ہماری زبان میں بھی بولتے ہیں -

یہ کون قوم تھی ؟ محققین کا بیان ہے کہ یہ عرب تھے جو ساحل بحرین کے پاس سے اٹھکر شام کے ساحل پر جا بسے تھے - بحرین گویا مشرق میں مشرقی ملکوں کی بندرگاہ ان کی تھی ، اور ٹائر شام میں بحر روم (میڈیٹرینین سی) کے کنارہ ان کی مغربی بندرگاہ تھی جہاں سے وہ یونان کے جزیروں میں اور یورپ کے شہروں اور شمالی افریقہ کے کناروں تک چلے جاتے تھے - اور ادھر مشرق میں وہ ایران ، ہندوستان ، اور چین تک کی خبر لیتے تھے - اسی قوم کے ذریعہ سے یونان میں تہذیب و تمدن کا آغاز ہوا اور شمالی افریقہ کے کنارے کارتھیج کی بنیاد پڑی - لیکن ان کے جو اثرات مشرقی ملکوں میں پڑے ان کا پورا اندازہ نہیں کیا گیا ہے - یہ سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان کی تمام تحریریں بلکہ تمام آریں تحریریں بائیں طرف سے لکھی جاتی ہیں - لیکن اس آریاورت کی ابتدائی تحریریں ملتی ہیں سے سنا جائیگا کہ سامی طرز تحریر کی طرح داہنی طرف سے شروع ہوتی تھیں - علاوہ اس کے املا کے لکھنے کا طریقہ بھی اسی تاجر قوم سے شاید سیکھا گیا تھا - اسکا پتا لگانا ہے

(طبع ۱۱) کے مضمون سنسکرت کا لکھنےوالا یہاں کی ابتدائی تحریر کی تاریخ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے –

"ہندوستانی حروف کی ابتداء کا مسئلہ ابھی شکوک سے گھرا ہوا ہے – ہندوستانی تحریر کے قدیم‌ترین نمونے وہ کتبات ہیں جو چٹانوں پر کندہ ہیں – یہ پالی زبان (وہ پراکرت جو جنوبی بودھہ مذہبی تحریروں کے لئے استعمال کی جاتی تھی) کے وہ مذہبی احکام ہیں جن کو سنہ ۱—۲۵۳ ق م میں موریہ خاندان کے شہنشاہ اشوک نے کندہ کرایا تھا – اور یہ شمالی ہند میں، شمالی مغربی سرحد پر، پشاور کے مضافات، اور گجرات میں گرنار سے لیکر مشرقی ساحل پر، گنجم کے ضلع میں، جو کٹک اور دھولی تک پھیلے ہوئے ہیں انتہائے مغرب کے وہ کتبات جو کپوردا گڑھی یا شہباز گڑھی اور منصورہ کے قرب و جوار میں ہیں دوسرے کتبات کے حروف تہجی سے بالکل جداگانہ حروف میں لکھے گئے ہیں – وہ داہنی جانب سے بائیں جانب پڑھے جاتے ہیں – ان کو عموماً "آرین پالی" کہا جاتا ہے – یہ حروف یونانی اور ایرانیا کے ہندی ستھین حکمرانوں کے سکوں میں بھی استعمال کئے گئے ہیں – رہے دوسرے حروف جو بائیں جانب سے داہنی جانب پڑھے جاتے ہیں "ہندی پالی" حروف کہلاتے ہیں – متقدم‌الذکر نے جن کو کھروشٹی (خروشتی) یا گندھارا (لیپی) حروف بھی کہا جاتا ہے اور جو بظاہر کسی سامی (اور شاید آرامی) زبان سے ماخوذ ہیں ہندوستان کی بعد کی تحریروں میں کوئی اثر نہیں چھوڑا ہے – دوسری طرف ہندی پالی (یا براھمی) حروف جن سے موجودہ ہندوستانی حروف ماخوذ ہیں بہت زیادہ مشکوک‌الاصل ہیں – اور اگرچہ اشوک کے وقت تک اس خط نے بہت زیادہ ترقی کرلی تھی اور اس کو علمی مقاصد میں حیرت انگیز طور پر استعمال کیا جانے لگا تھا تاہم اس کے بعض حروف کا قدیم فینیقی حروف سے (جو شاید خود مصری ہیروغلیفی خط سے ماخوذ تھے) تشابہ یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ شاید یہ بھی سامی‌الاصل ہوں – اس کے اپنے ملک میں روشناس ہونے کے وقت اور ذریعہ کا پتہ شاید اب کبھی بھی نہ چلے – بہر حال پروفیسر بولر (Prof. Buhler) نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ شاید عراق کے تاجروں نے آٹھویں صدی ق م میں ان حروف کو یہاں

روشناس کرایا ہو۔ تاہم موریہ اور اشوکا کتبات میں ان حروف نے جو مکمل شکل اختیار کرلی ہے اور جس وسیع حلقہ میں وہ پھیلے ہوئے تھے ان کے وجود کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے تسلیم کرنے میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ہندوستان میں اشوک کے بہت پہلے فن کتابت کا مختلف اغراض و مقاصد کے لئے استعمال و رواج موجود تھا۔ یہ زمانہ کہ اس عہد کے ادبیات میں تحریر کا کہیں یوں ذکر نہیں ہے شاید اس بنا پر ہو کہ برہمن اپنی مقدس تعلیمات کو ضبط تحریر میں لانا پسند نہیں کرتے تھے۔

"اب رہا ہندوستان میں اعداد کا سوال تو موجودہ سلسلہ کے ابتدائی عہد میں خروشتی کتبات میں جو طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ ابتدائی تین عدد لکیروں کے ذریعہ سے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ ۴ ایک جھکی ہوئی لکیر (صلیب) کی طرح ہے۔ اور ۵ [illegible] اس طرح : ۴ (+) ۱ وغیرہ تا ۴ (+) ۴ (+) ۱ = ۹۔ اس کے علاوہ ۱۰، ۲۰ اور ۱۰۰ کے لئے خاص اعداد ہیں۔ اور باقی دہائیوں کو اسی طرح ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً ۵۰ = ۲۰ (+) ۲۰ (+) ۱۰۔ اس طریقہ کے متعلق ثابت ہو چکا ہے کہ یہ سامی اور شاید آرامی ہے۔ براہمی کتبات میں جیسے عدد موجود ہیں ان ایک دوسری قسم کے اعداد استعمال کئے گئے ہیں۔ ایک سے ۳ تک کے لئے لکیریں ہیں، پھر ۴-۹ تک اکائیوں اور ۱۰، ۲۰، ۱۰۰ اور ۱۰۰۰ کے لئے خاص علامات ہیں۔ یہ طریقہ بہت ممکن ہے کہ مصر سے ماخوذ ہو اور [illegible] کہ یہ طریقہ جو سب سے پہلے گجرات کے کتبہ میں ملتا ہے شاید برہمن کے ماہروں یا ریاضی دانوں کی ایجاد ہو۔"

لیکن اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ مہابھارت کے زمانہ میں بھی ہندوستان میں ایسے لوگ تھے جو عربی زبان سے واقف تھے۔ گو مشکل سے اس کا یقین آسکتا ہے تاہم چونکہ ایک بڑے پنڈت نے اس کو مانا ہے اس لئے ہم بھی اس کے اندر کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ "ستیارتھ پرکاش" کے مصنف سوامی دیانند جی نے گیارہویں سمولاس

(پہلا پرو، اسھیایہ ۱۴۷) میں لکھا ہے ‹‹ کہ مہابھارت میں جب کورووں نے لاکھہ کا گھر بنا کر پانڈووں کو اس کے اندر جلا کر پھونک دینا چاہا تو ودرجی نے یدھشٹھر کو عربی زبان میں بتایا اور یدھشٹھر جی نے اسی عربی زبان میں ان کو جواب دیا ›› - اگر یہ بیان صحیح ہے تو عربوں اور ہندؤں کا رشتہ کتنا پرانا ثابت ہوتا ہے -

عربوں اور ہندؤں کے درمیان تعلقات کا ایک اور ذریعہ بھی تھا - اس کی صورت یہ تھی کہ شہنشاہ ایران کا قبضہ بلوچستان اور سندھہ پر اکثر رہا - اس قبضہ کے تعلق سے سندھہ کے بعض جنگجو قبیلوں کے فوجی دستے ایرانی فوج میں داخل تھے - ان جنگجو قبیلوں میں سے دو کا ذکر عربوں نے کیا ہے اور وہ جاٹ (زط) اور میڈ ہیں - یہ دونوں سندھہ کی مشہور قومیں تھیں - ایک حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود صحابی نے آنحضرت صلعم کے ساتھہ ایک خاص شکل و صورت کے لوگوں کو دیکھا تھا جن کی نسبت انہوں نے یہ بتایا کہ ‹‹ ان کا چہرہ جاٹوں کی طرح تھا ›› (۱) - اس سے معلوم ہوگا کہ اہل عرب چھٹی صدی عیسوی میں بھی جاٹوں سے واقف تھے - ایرانیوں کو جب شکست ہوئی تو یہ بہادر جاٹ ہوا کا رخ دیکھکر چند شرطوں کے ساتھہ مسلمانوں کے لشکر سے آکر مل گئے - سپہ سالار اسلام نے ان کی بڑی عزت کی اور ان کو

---

(۱) ترمذی ابواب الامثال -

اپنے قبیلوں میں داخل کر لیا - حضرت علی نے جنگ جمل کے موقع پر بصرہ کا خزانہ انہیں جاٹوں کی نگرانی میں چھوڑا تھا (۱) - امیر معاویہ نے ان کو رومیوں کے مقابلہ کے لئے شام کے ساحلی شہروں میں لے جا کر بسایا اور ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں ان کو انطاکیہ میں لے جا کر آباد کیا (۲) -

لفظ ہند

مسلمانوں کی آمد سے پہلے اس پورے ملک کا کوئی ایک نام نہ تھا - ہر صوبہ کا نام الگ تھا - بلکہ ریاست کا نام اس کی راجدھانی کے نام سے مشہور تھا - اہل فارس نے جب اس ملک کے ایک صوبہ پر قبضہ کیا تو اس دریا کا نام جس کو اب دریائے سندھ کہتے ہیں اور جس کا نام عربوں کی زبان میں مہران ہے ہندو رکھا - پرانی ایرانی زبان اور سنسکرت میں س اور ہ آپس میں بدلا کرتے ہیں - اس کی متعدد مثالیں ہیں - اس لئے فارس والوں نے اس کو ہندو کہکر پکارا - اور اس سے اس ملک کا نام ہند پڑ گیا - عربوں نے جو سندھ کے علاوہ اس ملک کے دوسرے شہروں سے بھی واقف تھے انہوں نے سندھ کو سندھ ہی کہا - لیکن اس کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے شہروں کو

---

(۱) تاریخ طبری -

(۲) بلاذری - ذکر اساورہ -

ہند قرار دیا - اور آخر یہی نام تمام دنیا میں مختلف صورتوں میں پھیل گیا - اور ہ کا حرف الف ہو کر فرنچ میں اند اور انڈیا ' اور اس کی مختلف صورتیں ہو کر تمام دنیا میں مشہور ہو گیا - اور خیبر سے آنے والی قوموں نے اس کا نام "ہندو استھان" رکھا جو فارسی تلفظ میں "ہندوستان" بولا جاتا ہے - یہ عجیب حیرت‌انگیز بات ہے کہ "ہند" کا لفظ عربوں کو ایسا پیارا معلوم ہوا کہ انہوں نے ملک کے نام پر اپنی عورتوں کا یہ نام رکھا - چنانچہ عربی شاعری میں یہ نام وہ حیثیت رکھتا ہے جو فارسی میں لیلی اور شیریں کی ہے -

ہندوستان پر عربوں کے حملے

الغرض یہ دوہرے تہرے تعلقات تھے جن کے سبب سے اسلام کے بعد عربوں کو ہندوستان کی طرف توجہ ہوئی اور انہوں نے ایران کی فتح کے بعد اس کی نوآبادیات اور دوسرے مقبوضات کو اپنے تصرف میں لانا ضروری سمجھا ' اور اس طرح مکران اور بلوچستان کے بعد سندھ کی سرحد ان کے سامنے تھی - پھر ان کو اپنے تجارتی جہازوں کی حفاظت کے لئے ہندوستان کے کسی ساحلی بندرگاہ کی تلاش تھی - چنانچہ حضرت عمر کے زمانۂ حکومت میں عرب جہازوں کے بیڑے کسی معقول بندرگاہ کے قبضہ کے لئے ہندوستان کے سواحل پر منڈلانے لگے - آج بمبئی کا پر رونق شہر جہاں آباد ہے اسی کے قریب تھانہ (تانہ) جو اب

بھی موجود ہے چھوٹا سا بندر تھا - سب سے پہلے سنہ ۱۵ھ (سنہ ۶۳۶ء) میں اسی بندرگاہ پر عربوں نے بحرین کے گورنر کے حکم سے پہلا حملہ کیا - اس کے بعد بھروچ (بروص) پر فوج کشی کی - اور اسی زمانہ میں ایک دوسرے عرب مغیرہ نام نے دیبل پر جو سندھ کی بندرگاہ تھی اور جو ٹھٹھہ یا موجودہ کراچی کے قریب تھا حملہ کیا - اس کے چند برس کے بعد حضرت عثمان کے زمانہ میں ایک دریائی دستہ ان بندرگاہوں کی دیکھ بھال کرکے واپس چلا گیا - حضرت علی کے عہد میں سنہ ۳۹ھ (سنہ ۶۶۰ء) سے ایک عرب سردار باقاعدہ ان اطراف کی نگرانی کرنے لگا - اور آخر وہ سنہ ۴۲ھ (سنہ ۶۶۳ء) میں مارا گیا - سنہ ۴۴ھ (سنہ ۶۶۵ء) میں امیر معاویہ نے مہلب نامی سردار کو سندھ کی سرحد کا نگران بنا کر بھیجا اور اس کے بعد عربوں کی حکومت میں یہ ایک مستقل عہدہ قرار پا گیا -

سنہ ۸۶ھ (سنہ ۷۰۵ء) میں دمشق کے تخت شاہی پر جب ولید اموی بیٹھا اور اس کی طرف سے حجاج عراق و ایران و مکران و بلوچستان یعنی حکومت کے مشرقی مقبوضات کا نائب مقرر ہوا تو اس نے ہندوستان اور ہندوستان کے جزیروں کے ساتھ اہم تعلقات اور مضبوط کئے - عرب تاجر برابر آتے جاتے رہتے اور مگر ساتھ ہی ساتھ ہندوستان کے اکثر ساحلوں سے بحری قزاق ان جہازوں پر ڈاکہ ڈالا کرتے تھے - چنانچہ المسعودی کے زمانہ تک

(سنہ ۴۲۳ھ) سومنات اور کچھہ بحری ڈاکوں کی سب سے بڑی جا پناہ تھی (۱) — بہر حال واقعہ یہ ہے کہ لنکا میں کچھہ عرب سوداگر تجارت کرتے تھے — ان کا وہاں انتقال ہو گیا — لنکا کے راجہ نے ان کی عورتوں اور بچوں کو ایک جہاز پر سوار کرکے عراق روانہ کیا — راستہ میں سندھہ کی بندرگاہ دیبل کے قریب ڈاکوں نے اس پر چھاپہ مارا اور عورتوں کو پکڑ لیا — ان عورتوں نے اس مصیبت کے وقت حجاج کی دھائی دی — حجاج کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے سندھہ کے راجہ داہر کو لکھہ بھیجا کہ ان عورتوں کو حفاظت کے ساتھہ میرے پاس بھجوا دو — راجہ نے معذرت کی کہ یہ دریائی ڈاکوں کا کام ہے جو ہمارے قبضہ میں نہیں — عراق کے نائب نے اس معذرت کو قبول نہ کیا — اسی دوران میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ مکران سے کچھہ عرب مجرم اور باغی بھاگ کر سندھہ میں پناہ گزیں ہوئے اور انہوں نے راجہ داہر کی ماتحتی میں اپنا ایک جتھا بنا لیا — اس واقعہ نے بھی حجاج کو مشتعل کیا — چنانچہ اس نے اپنے نوجوان بھتیجے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں شیراز سے چھہ ہزار فوج سندھ روانہ کی اور کچھہ فوج مع سامان کے دریائی راستہ سے سندھہ کی طرف بھیجی اور اس کی کمک کے لئے ایران کے پرانے راستہ سے خشکی کی طرف سے بھی فوجیں بھیجیں —

(۱) کتاب الہند ص ۱۰۲ لندن —

سنہ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم سندھ پہونچا اور تین برس کے عرصہ میں چھوٹے کشمیر کی سرحد ملتان سے (مغربی پنجاب کو چھوٹا کشمیر کہتے تھے) لیکر ٹھٹھہ تک اور ادھر مالوہ کی سرحد تک قبضہ کرلیا اور پورے سندھ میں اس نے نہایت عدل و انصاف اور امن کی سلطنت قائم کردی ۔ راجہ داہر کے ساتھ ملکر جن ٹھاکروں نے عربوں کا سب سے زیادہ مقابلہ کیا ان کا نام بلاذری نے جس نے سنہ ۲۵۵ھ (۸۵۵ء) میں اپنی کتاب لکھی ہے تذکرہ کیا ہے جو "ٹھاکر" کی عربی جمع ہے ۔ سنہ ۹۶ھ میں ولید نے وفات پائی اور اس کی جگہ تخت پر سلیمان بیٹھا ۔ اس کو حجاج اور اس کے خاندان اور عزیزوں کے ساتھ ذاتی عداوت تھی ۔ اس لئے اس نے حجاج کے مقرر کردہ دوسرے افسروں کے ساتھ محمد بن قاسم کو بھی اس نے سندھ سے واپس بلالیا اور بالآخر اپنی ذاتی انتقام کے نشہ میں اس کو قتل کرا دیا ۔ اس قتل کے اسباب میں راجہ داہر کی دو بیٹیوں کا افسانہ ذکر کے قابل نہیں کہ اس کی تردید بارہا ہو چکی ہے ۔ البتہ یہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب قاسم سندھ سے واپس جانے لگا تو سندھ کی رعایا نے اپنے محسن اور عادل حاکم کی جدائی میں آنسو بہائے ۔ اور اس کی یادگار میں اس کا بت بنا کر کھڑا کیا (۱) ۔

(۱) تاریخ فتوح البلدان بلاذری ۔ باب فتح سندھ ۔

بہر حال اس کے بعد مختلف گورنر یہاں مقرر ہو کر آتے رہے - سنہ ۱۰۷ھ میں جنید گورنر ہوکر آیا - یہ بلندحوصلہ افسر تھا - اس نے سندھ سے کَچھ پر حملہ کیا - پہلے مرمد آیا اور یہاں سے مانڈل اور پھر دھنج پہنچا - اور وہاں سے بھروچ کی بندرگاہ تک گیا اور اس کے ایک افسر نے اُجین (مالوہ) تک دھاوا کیا اور وہاں سے پھر سمید اور بھیل مال کو فتح کرتا ہوا گجرات پہنچا - اور وہاں سے پھر سندھ واپس آ گیا - مگر یہ تمام فتوحات کی حیثیت ایک گذرجانے والی آندھی سے زیادہ نہیں - سنہ ۱۳۳ھ (سنہ ۷۵۱ع) میں عربی حکومت کے دفتر کا ورق الٹ گیا - امویوں کی جگہ عباسی آئے ' شام کی بجائے عراق سلطنت کا صوبہ قرار پایا ' اور حکومت کا مرکز دمشق سے ہٹ کر بغداد چلا گیا -اس انقلاب نے ہندوستان کو عرب سلطنت کے مرکز سے بہت زیادہ قریب کر دیا - سنہ ۱۴۰ھ (سنہ ۷۵۹ع) میں ہشام سندھ کا گورنر ہوکر آیا - اس نے عمر بن جمل نام ایک افسر کو جہازوں کا ایک بیڑا دے کر گجرات بھیجا - وہ لوٹ مار کر چند روز میں ناکام واپس آگیا - اور آخر ہشام نے خود ایک بیڑا لے کر بھروچ کے قریب گندھار پر قبضہ کیا ' اور یہاں اس نے اپنی فتح کی یادگار میں ایک مسجد بنوائی - یہ اس ملک گجرات میں اسلام کا پہلا قدم تھا اور سندھ کے علاوہ ہندوستان میں یہ پہلی مسجد تھی -

منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا - اس کے حکم سے عبدالملک نے گجرات پر پھرا حملہ کیا اور سنہ ۱۶۰ھ

(سنہ ۷۷۸ء) میں باربد کو جس کا ہندی نام بھاربھوت ہے اور جو بھروچ کے قریب ہے اس کو فتح کیا، لیکن فوج میں اتفاقاً وبا پھوٹ گئی جس میں ایک ہزار سپاہی مرگئے۔ اس سانحہ سے پریشان ہوکر عرب الٹے پاؤں پھر گئے۔

بغداد کی سلطنت معتصم باللہ عباسی تک جس کی وفات سنہ ۲۲۷ھ میں ہوئی مضبوط رہی، اور اس کے بعد روز بروز ایسی کمزور ہوتی گئی کہ اس کا تعلق سندھ اور ہندوستان سے ٹوٹ گیا۔ کچھ دن تک عرب امراء یہاں خود مختار بنے رہے لیکن بالآخر ہندو راجاؤں نے پھر قبضہ کرلیا۔ اور بعد کو صرف دو مشہور عرب ریاستیں یہاں قائم رہ گئیں جن میں ایک ملتان میں تھی اور دوسری سندھ کے عربی شہر منصورہ میں۔ یہاں یہ واقعہ ذکر کے قابل ہے کہ ان ہندو راجاؤں نے بھی مسلمان رعایا کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کیا اور ان کی مسجدوں کو اسی طرح اپنی جگہ پر برقرار رہنے دیا (۱)۔

سندھیوں کی شکست کا راز

اس سے پہلے کہ آگے بڑھیں یہ معلوم کرنا ہے کہ چند ہزار عربوں کی فوج جو دور دراز راستوں سے آئی تھی ایک ہی حملہ میں اس ملک پر کیونکر قابض ہوگئی۔ سندھیوں کی شکست بھی میرے نزدیک اسی ایک سبب کا نتیجہ ہے

(۱) یہ تمام واقعات فتوح البلدان بلاذری میں ہیں۔

جس کے ذریعہ سے دنیا میں ہر قوم دوسری قوم کی محکوم بنی ھے – عربوں کے بیانات سے یہ قطعی طور پر ثابت ہوتا ھے کہ اس وقت یعنی پہلی صدی ہجری کے آخر اور آٹھویں صدی عیسوی کے اول میں سندھ میں بودھ مذہب کا رواج تھا – اہل عرب بودھوں کو سمنیہ کہتے تھے (اس لفظ پر آیندہ بحث ہوگی) – تمام جغرافیہ نویسوں نے یہاں بدھہ (۱) نام ایک آبادی کا ذکر کیا ھے جس کا صحیح نام چچ‌نامہ میں بدھپور ھے (۲) – پھر یہاں نو ویہار (۳) نام پرستشگاہ کا ذکر ملتا ھے جو خاص بودھ معبد کا نام ھے – ان کے پجاری کا نام سمنیہ ملتا ھے جو برہمنوں کے حریف تھے – ایلیٹ صاحب بھی اس دعوی میں کہ اس وقت سندھ کا مذہب بودھ تھا ہمارے ہم آواز ہیں – کہتے ہیں :–

"چونکہ بودھ مت سندھ میں اس وقت مسلمہ طور پر رائج تھا جب مسلمانوں کو پہلے پہل ہندوستانی قوم پرستی سے سابقہ پڑا – اس لئے لازمی طور پر اس نام (بدھ) کا ماخذ بودھ ھے نہ کہ فارسی لفظ بد (بت) جو غالباً خود یہی لفظ بودھ کی محرف شکل ھے – بہت سے آثار اس بات کے موجود ہیں کہ بودھ مت اس عہد میں وادی سندھ میں پھیلا تھا – نہ صرف مخصوص طور پر چینی سیاحوں کے تذکرے اور ابن خردازبہ کا بیان اس کی تائید کرتا ھے بلکہ عرب مصنفین کے چند ضمنی اشارات و تلمیحات

---

(۱) بشاری مقدسی اور ابن حوقل ذکر سندھ –

(۲) ایلیٹ جلد اول صفحہ ۱۳۸ –

(۳) ایضاً صفحہ ۱۰ –

بھی ھیں جن میں خاص طور پر کوئی تذکرہ برھمنوں اور بودھوں کا بحیثیت
ایک دوسرے کے حریف ھونے کا نہیں ھے ، کیونکہ ان دونوں کا امتیاز باھمی
(خصوصاً طرز عبادت ، ایصال ثواب) قصص مذھبی عام طور پر اس امر تاریک ھے
کہ ناواقف اور مغرور بدھسٹوں کی توجہ مشکل سے ادھر منعطف ھو سکتی تھی ۔
چنانچہ جہاں کہیں پجاریوں کا تذکرہ ھے عموماً ان کو " سمنی " لکھا گیا ھے ۔
سلطنت کا ماتحت سپید ھوتا تھا جو ایک نہایت معنی خیز بات ھے ۔ ایک مؤثر
برھمن (پجاری) جس نام سے کہ ان کا عربی تذکروں میں ذکر ھے اور جو
چاھتے تھے کہ اپنے قدیم مذھبی معتقدات اور رسم و رواج کو قائم رکھیں
ان کو محمد بن قاسم نے خلیفۂ وقت کی اجازت سے ایسا کرنے دیا تھا کہ وہ
اپنے مندروں میں گھنٹیاں لیکر ھر صبح کو در بدر پھر کر بھیک مانگا کریں ۔ ساتھ
کریں ۔ اور یہ ایک مخصوص مذھبی رسم ھے جو برھمن پجاریوں میں
جاری ھے ۔ اور سب سے آخر یہ کہ مسجدیں بنا کر یا کسی اور طور کو
اپنے ناقصوں کی جسمانی یادگار قائم کرنا ، یہ تمام امور برھمنوں کے
خصائص طبعی کی طرف اشارہ کرتے ھیں کہ برھمنوں کی ۔ ان الفاظ کے
علاوہ منفی شہادت بھی اس امر سے ھوتی ھے ، کہ کوئی ذکر سنگھ ،
جلوس ، گرو پوجا ، اشلوک (یا تولی) ، ھوم ، پجاریوں کے منظوم اور مروجہ
پیشوایانہ تحکمات ، جوگیانہ نفس کشی ، یا دیگر رسوم و اعمال ، کا کہیں ملتا ہے ۔"

سندھ کی سب سے پہلی پرانی اسلامی تاریخ جو عام طور پر
چچ نامہ کے نام سے مشہور ھے (اور جس کے دوسرے نام تاریخ
الہند والسند اور منہاج المسالک ھیں) کے مطالعہ سے پوری
طرح واضح ھوجاتا ھے ۔ سندھ میں بودھوں اور برھمنوں کے
درمیان اختلاف اور مخاصمت برپا تھی ۔ اور ایسا معلوم
ھوتا ھے کہ یہ دونوں مذھب بعض گھرانوں میں اس طرح بھی
پھیلے ھوئے تھے کہ ایک طرف ھو تو دوسرا دوسری طرف ھو ۔ اسی

بنابریں سندھ کے راجاؤں کے حالات پڑھکر مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا ہے کہ راجہ چچ ہندو برہمن تھا - اس نے چھوٹے چھوٹے بودھ راجاؤں کو زبردستی کر مٹا دیا یا باجگزار بنا لیا تھا (۱) - یہ راجہ چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں سندھ میں فرمانروا تھا - اس کے بعد راجہ چندر اس کا بھائی راجہ ہوا - یہ بودھ مت کا پر جوش پیرو تھا اور جن لوگوں نے اپنا مذہب پہلے چھوڑ دیا تھا ان کو بزور اس نے بودھ بنایا (۲) - ہندو برہمنوں نے یہ دیکھکر سر اُٹھایا - ناچار وہ معرکوں میں نکلا مگر کامیاب نہیں ہوا - اس کے بعد چچ کا بیٹا راجہ داہر اس کی جگہ بیٹھا - یہ مجھے ہندو برہمن معلوم ہوتا ہے -

تاریخ قیاسات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت جب مسلمان سندھ کی سرحد پر تھے ملک میں ان دونوں مذہبوں کے اندر جنگ برپا تھی اور بودھ برہمنوں کے مقابلہ میں اپنے کو بے دست و پا پاکر مسلمان کی طرف صلح و محبت کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں - ہم دیکھتے ہیں کہ عین اس وقت جب محمد بن قاسم کی فاتح فوج شہر نیرون میں پہنچتی ہے تو وہاں کے باشندوں نے اپنے سمنیوں یعنی بودھ پجاریوں کو پیش کیا اور معلوم ہوا کہ " انہوں نے اپنے سفراء خاص عراق حجاج کے پاس بھیج کر

---

(۱) چچ نامہ الیٹ ج ۱ ص ۱۴۲ و ۱۵۲ -
(۲) ایضاً ۱۵۲ و ۱۵۳ -

امان حاصل کر لی ہے" چنانچہ نیرون کے لوگوں نے محمد کا شاندار استقبال کیا۔ اس کے لئے رسد کا انتظام کیا اور اس کو اپنے شہر میں داخل کیا اور صلح کی پوری پابندی کی۔ اس کے بعد جب اسلامی فوج دریائے سندھ کو عبور کرکے ہندوستان پہنچتی ہے تو پھر سمنیہ بودھ لوگ صلح کے قاصد بنتے ہیں (۱)۔ اسی طرح سیوستان میں ہوتا ہے کہ سمنی لوگ (بودھ) سب آکے اپنے راجہ کو چھوڑ کر بخوشی مسلمانوں کا ساتھ دیتے ہیں اور ان کو بدل قبول کرتے ہیں۔ بدھیہ میں کاکا کوتک بڑا عقلمند اور سیاستدان تھا۔ جاٹ روسا اس کے پاس حاضر ہو کر مشورہ کرتے ہیں کہ کیا مسلمانوں کی فوج پر شب خون مارا جائے؟ وہ جواب میں کہتا ہے "اگر تم ایسا کر سکو تو بہتر ہے، مگر سنو ہمارے پنڈتوں اور جوتشیوں نے حساب لگا کر یہ پیشینگوئی کردی تھی کہ اس ملک کو ایک دن مسلمان فتح کر لیں گے"۔ لوگ اس کی بات سن کر خاموش اور منتشر اٹھاتے ہیں۔ کاکا نے کہا "تم خوب جانتے ہو کہ میرا ارادہ اور عزم مشہور ہے لیکن بودھوں کی کتابوں میں پیشینگوئی پہلے ہی لکھی جاچکی ہے کہ ہندوستان کو مسلمان فتح کر لیں گے۔ اور میں بھی یقین رکھتا ہوں کہ عنقریب ایسا ہی ہونے والا ہے"۔ اس کے بعد کاکا محمد بن قاسم کے پاس چلا جاتا ہے اور جاٹوں کے ارادہ سے اس کو آگاہ کرتا ہے

(۱) بلاذری ص ۴۳۷ و ۴۳۸۔

اور اپنی کتابوں کی پیشینگوئی اس کو ملتا ہے محمد بن قاسم اس کو یہ عزت تمام لکھا ہے اور اس کو اور اس کے ساتھیوں کو انعام و اکرام اور خلعت سے سرفراز کرتا ہے - اسی طرح راجہ داہر کے بہت سے مخالف افسر (غالباً بودھ) خود آکر اطاعت کرتے ہیں (۱) -

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کے بودھوں نے ایک طرف مسلمانوں کو اور دوسری طرف برہمنوں کو تولا تو ان کو مسلمان بہتر نظر آئے - اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے پہلے ترکستان و افغانستان کے بودھوں کے ساتھ مسلمانوں نے جو حسن سلوک کیا اور ان لوگوں نے جس کثرت اور سرعت کے ساتھ اسلام کو اختیار کیا اس کا اثر اس ملک کے بودھوں پر بھی پڑا -

هندوستان کے عرب سیاح اور جغرافیہ نویس

اس وقت عربی زبان میں جغرافیہ کی سب سے پہلی کتاب جس میں هندوستان کا کچھ حال ملتا ہے وہ ابن خردابہ (سنہ ۲۵۰ ھ) کی کتاب المسالک والممالک ہے -

۱ - ابن خردازبہ سنہ ۲۵۰ ھ

یہ نویں صدی عیسوی میں معتمد خلیفہ عباسی کے زمانہ میں ڈاک اور خفیہ اطلاعات کے محکمہ کا افسر تھا -

---

(۱) چچ نامہ ایلیٹ ص ۱۰۶ -

اس لئے اس نے بغداد سے مختلف ملکوں کی مسافتوں اور آمد و رفت کے راستوں کی تشریح میں یہ کتاب لکھی ہے اس میں اس نے ہندوستان کے بری اور بحری تجارتی راستوں کی تفصیل بیان کی ہے اور یہاں کے مختلف شہروں کا تذکرہ کیا ہے - یہ گو خود ہندوستان نہیں آیا مگر اس کے عام معلومات کی بنیاد بطلیموس کے جغرافیہ پر ہے اور خاص خاص معلومات اس کے محکمہ کے سرکاری اطلاعات پر مبنی ہیں ' اور تاجروں اور مسافروں سے اپنے عہدہ کی وجہ سے اس کی ملاقاتیں برابر ہوتی رہتی تھیں - اس لئے اس کے یہ ذاتی معلومات گویا ایک ہندوستانی سیاح کے برابر ہیں - اس کی کتاب سنہ ۱۸۸۹ء میں مطبع بریل لیڈن میں دی گوجی (De Goeje) نے شائع کی ہے -

ابن خرداذبہ نے سندھ کے نصف میں جن شہروں کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب ہندوستان کے بعد سے لیکر گجرات تک سب کو سندھ سمجھتے تھے - چنانچہ اس نے سندھ کے یہ شہر گنائے ہیں : قیقان ' بنہ ' مکران ' مید ' قندھار ' قصدار ' بوقان ' قندابیل ' قنزبور ' ارمابیل ' دیبل ' قنبلی ' کنبایہ ' کہسبکت ' سہبان ' سدوسان ' راسک ' رور ' ساوندری ' ملتان ' سندان ' سلمان ' سریست ' کیرج ' مرمد ' قالی (قلی) ' دہنج ' بروص ' (بھڑوچ) - (ص ۵۵) - پھر ہندوستان کے مشہور شہروں کے نام لئے ہیں : ساحل ' ہورین (اسمن) ' قالون ' قندھار (گندھارا) ' قشمیر (کشمیر) - (۲۸)

ابن خرداذبہ کہتا ہے کہ "ہندوستان میں ۷ ذاتیں ہیں : (۱) شاکثری (چھتری) - یہ اس ملک کے شرفاء ہیں - انہیں میں سے بادشاہ ہوتے ہیں ، ان کو سب سجدہ کرتے ہیں ، وہ کسی کو سجدہ نہیں کرتے - (۲) براہمہ (برہمن) - یہ شراب اور نشہ کی چیز نہیں پیتے - (۳) کستری (کھتری) - یہ تین پیالوں تک پی لیتے ہیں - برہمن ان کی بیٹی لے لیتے ہیں مگر ان کو دیتے نہیں - (۴) شودر - یہ کھیتی والے ہیں - (۵) بیش (ویش) - یہ پیشوں والے ہیں - (۶) سنڈال (چنڈال) - یہ کھلاڑی اور کلاونت ہیں - ان کی عورتیں خوبصورت ہوتی ہیں - اور (۷) ذنب (ڈوم) - یہ گاتے بجاتے ہیں - ہندوستان میں ۴۲ قسم کے مذہب جاری ہیں - کوئی خدا اور رسول دونوں کو مانتا ہے ، کوئی ایک کو مانتا ہے ، کوئی کسی کو نہیں مانتا ہے - ان کو اپنی جادوگری اور جنتر منتر پر بڑا ناز ہے -" (ص ۷۱) -

۴ - سلیمان تاجر سنہ ۲۳۷ ھ

یہ سب سے پہلا عرب سیاح ہے جس کا سفرنامہ ہم تک پہنچا ہے - سنہ ۱۸۴۵ع میں پیرس میں سلسلۃ التواریخ کے نام سے یہ چھپا ہے - یہ ایک سوداگر تھا جو عراق کی بندرگاہ سے چین تک سفر کیا کرتا تھا - اور اس طرح یہ ہندوستان کے پورے ساحل کا چکر لگایا کرتا تھا - اس نے اپنے یہ مختصر حالات سنہ ۲۳۷ ھ میں لکھے ہیں جس کو آج تقریب تقریب گیارہ سو برس ہوتے ہیں -

یہ سب سے پہلا ماخذ ہے جس میں بحر ہند کا نام دریائے ہرکند ہم کو ملتا ہے اور پھر اسی نام سے اہل عرب نے اس کو یاد کیا ہے - ہرکند سمندر کے اس حصہ کو کہتے تھے جو جنوبی ہند کے کناروں سے بہتا ہے - سلیمان لکھتا ہے کہ "مشہور ہے کہ اس میں ۱۹ سو کے قریب جزیرے ہیں - ان جزیروں پر ایک عورت کی حکومت ہے - ان میں عنبر اور ناریل کے درختوں کی کثرت ہے - ایک جزیرہ دوسرے جزیرے سے دو تین فرسخ پر واقع ہے - یہاں کے لوگ بڑے صناع ہیں - یہ کرتہ دونوں آستینوں دامنوں اور گریبان کے ساتھ بن لیتے ہیں اور اسی طرح جہاز بناتے ہیں - سب سے آخری جزیرہ کا نام سراندیپ ہے - اور ان میں سے ہر جزیرہ کا نام دیپ ہے - اسی سراندیپ میں حضرت آدم کا نقش پا ہے - ان سب کے بعد جزیرہ الرامنی ہے - یہاں کے لوگ وحشی ہیں، ننگے رہتے اور ننگے پھرتے ہیں - گھونگریالے بال، ڈراؤنے چہرے، لمبے پاؤں، [illegible]، آدمی کو زندہ پکڑ کر کھا جاتے ہیں - خوش قسمتی ہے کہ ان کے پاس کشتیاں نہیں ہیں، ورنہ ادھر سے جہازوں کا گزرنا مشکل ہوتا" - جنوبی ہند کے بعض ساحلوں کے متعلق لکھتا ہے کہ "یہ صرف ایک لنگوٹی باندھے رہتے ہیں" -

اس نے ایک عجیب بات یہ نقل کی ہے جس سے اس زمانہ کے لوگوں کی تقسیمی نظام دنیا کے متعلق معلوم ہوتی ہے کہ "اہل ہند اور اہل چین کا متفقہ بیان ہے کہ دنیا میں صرف چار بادشاہ ہیں - سب سے اول

عرب کا بادشاہ ، یہ شہنشاہ اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ سب سے دولتمند ہے اور ایک بڑے مذہب کا بادشاہ ہے — پھر چین کے بادشاہ کا نمبر ہے — پھر روم کے بادشاہ کا — پھر ہندوستان کے راجہ بلہرا (ولبھہ رائے گجرات کا راجہ) کا " —

اس نے ہندوستان کے سواحل کے ۴ بادشاہوں کا ذکر کیا ہے جن میں پہلا نام راجہ بلہرا کا ہے — " جو سب راجاؤں کا راجہ ہے — اس کے فوجی وظیفوں کا نظام عربوں کی طرح ہے — اس کے سکے بھی ہیں — اس پر راجہ کا سنہ راجہ کی مسندنشینی سے شروع ہوتا ہے — ہندوستان کے سب راجاؤں سے زیادہ یہاں کے راجہ عربوں سے محبت رکھتے ہیں — ان کا اعتقاد ہے کہ اسی لئے ان کے راجاؤں کی عمریں بڑی ہوتی ہیں — ۴۰ ، ۵۰ برس تک وہ راج کرتے ہیں — ان کے ملک کا نام کمکم (کوکن) ہے " جو سمندر کے کنارے ہے — آس پاس کے راجاؤں سے اس کی لڑائیاں رہا کرتی ہیں " — لفظ بلہرا کی اصلیت پر ابتدائی محققوں میں کچھہ اختلافات رہے مگر اب یہ بہ تحقیق ثابت ہو گیا ہے کہ بلہرا در اصل ولبھہ رائے کی خرابی ہے اور کمکم کوکن کی بگڑی ہوئی شکل ہے — ولبھہ رائے کا خاندان یہاں مدتوں تک حکمراں رہا ہے —

ولبھہ رائے کے بعد جزر کے بادشاہ کا ذکر ہے — جزر ، اصل میں گجر ہے — گوجر راجہ گجرات کے راجہ تھے — کہتا ہے کہ " اس راجہ کے پاس فوجیں بہت ہیں ، اس کے پاس جیسے گھوڑے ہیں ویسے کسی راجہ کے پاس نہیں — لیکن

یہ عربوں کا سخت دشمن ہے ۔ اس کا ملک بھی سمندر کے کنارے پر ہے ۔ اس کے پاس مویشی جانور بہت ہیں ۔ ہندوستان کے تمام ملکوں میں سے سب سے زیادہ یہ ملک چوری سے محفوظ ہے" ۔

" اس کے بعد طافن کا بادشاہ ہے ۔ اس کا ملک بہت تھوڑا ہے ۔ یہاں کی عورتیں بہت خوبصورت ہیں ۔ یہاں کا راجہ سب سے صلح رکھتا ہے اور عربوں سے محبت رکھتا ہے ۔" لفظ طافن کی اصلیت میں بھی مصنفوں کا اختلاف ہے ۔ یہ لفظ طافن کے بجائے طاقن بھی بعض نسخوں میں ملا ہے ۔ اس کو بعضوں نے موجودہ اورنگ آباد دکن کے قریب بتایا ہے ۔ بعض اس کو کشمیر کے پاس لے گئے ہیں، لیکن میرے نزدیک یہ طافن 'تنہ' ہے اور یہ دکن کی خرابی ہے ۔

" اس کے بعد رھمی کا راجہ ہے جس کے پاس راجہ بلہرا اور دوسرے راجاؤں سے زیادہ فوج ہے ۔ اس کی فوج کے ساتھ پچاس ہزار ہاتھی ہوتے ہیں ۔ اس کے ملک میں ایسے سوتی کپڑے ہوتے ہیں جو کہیں اور جگہ نہیں ہوتے" ۔ کپڑوں کی تعریف کی بنا پر سمجھا جاتا ہے کہ یہ ڈھاکہ کے قریب کسی راجا یا راجہ کی حکومت تھی ۔

اس نے ہندوستان کے بہت سے عجائب بھی لکھے ہیں ۔ مثلاً یہ کہ "جب ایک دوسرے پر کوئی دعویٰ کرتا ہے تو ملزم کے سامنے لوہا گرم کر کے رکھا جاتا ہے ۔ اور اس کو

ھاتھہ پر پان کے سات پتے رکھکر لوھا رکھہ دیا جاتا ھے اور وہ اس کو لیکر آگے پیچھے چلتا ھے - پھر وہ اس لوھے کو گرا دیتا ھے اور اس کے ھاتھہ کو کھال کی ایک تھیلی میں رکھکر بادشاھی مہر اس پر کردی جاتی ھے - تین دن کے بعد دھان لاکر اس کو دئے جاتے ھیں کہ وہ ان کو چھیل کر چاول نکالے - تو اگر اس کے ھاتھہ پر اثر نہیں ھوتا تو وہ سچا سمجھا جاتا ھے اور مدعی پر جرمانہ کر کے خزانہ شاھی میں داخل کیا جاتا ھے - کبھی گرم لوھے کے بجائے لوھے یا تانبے کے برتن میں پانی گرم کیا جاتا ھے اور اس میں ایک لوھے کی انگوٹھی چھوڑ دی جاتی ھے اور اس کو کہا جاتا ھے ، کہ ھاتھہ ڈالکر انگوٹھی اُس میں سے نکال لے " - سلیمان کہتا ھے کہ " میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ھاتھہ بالکل صحیح و سالم نکل آئے " - یہ بھی کہتا ھے کہ " یہاں مردے جلائے جاتے ھیں - صندل ، کافور اور زعفران اس میں ڈالتے ھیں اور راکھہ اُن کی ھوا میں اُڑا دیتے ھیں - یہاں یہ بھی قاعدہ ھے کہ جب راجہ مرتا ھے تو اس کے ساتھہ اُس کی سب رانیاں بھی جل کر ستی ھو جاتی ھیں - لیکن یہ صرف خواھش پر موقوف ھے کوئی جبر نہیں ھے " - (٥٠)

یہ بھی وہ بیان کرتا ھے کہ " یہاں سلطنت موروثی ھے اُن کے ولیعہد ھوتے ھیں - اسی طرح یہاں جو دوسرے عہدے اور پیشے ھیں وہ بھی موروثی ھیں - اور یہاں کے کل راجہ مل کر ایک بڑے راجہ کے ماتحت نہیں بلکہ

ہر ایک کا راج علاحدہ علاحدہ ہے - کوئی کسی کے ماتحت نہیں - لیکن وابہہ رائے (بلہرا) سب راجاؤں میں بڑا ہے" - (٥١)

" یہاں شادی بیاہ سے پہلے لڑکا اور لڑکی والے پہلے پیام و سلام کرتے ہیں - پھر تحفہ تحائف بھیجتے ہیں - اور شادی میں خوب ڈھول ، جھانجھ بجاتے ہیں - اور جس قدر ممکن ہو دولت خرچ کرتے ہیں" - (٥٣) - ہر ملک میں بدکاری کی سزا دونوں ملزموں کا قتل ہے - اسی طرح چوری کی سزا بھی قتل ہے - ہندوستان میں اس کا طریقہ یہ ہے کہ چور کو ایک نوکیلی مخروطی لکڑی پر بٹھاتے ہیں - اور وہ لکڑی نیچے سے حلق تک چلی آتی ہے" - (٥٤)

آپ یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ہندوستان میں لوگ کافی لمبی داڑھیاں رکھتے تھے - ہمارے سیاح کا بیان ہے کہ " یہاں میں نے تین تین ہاتھ کی داڑھیاں دیکھیں" - (٥٥) - " جب کوئی مرتا ہے تو اس کے عزیز داڑھی اور مونچھ کا بھدر کراتے ہیں - جب کوئی قید کیا جاتا ہے تو ٧ دن تک اس کو کھانا پانی نہیں دیتے - یہاں ہندو جسم پونچھ کر مقدس سمجھا کرتے ہیں - ڈاکو کی سزا بھی قتل ہے - ساہو کو جسم قید نہیں بلکہ اس کو کسی چیز سے مار کر اٹھاتے ہیں - اہل ہند دوپہر کے کھانے سے پہلے نہاتے ہیں ، مسواک کرتے ہیں ، یہ مسواک کئے بغیر نہیں کھاتے" - (٥٦) - ایک عرب

کے لئے سب سے تعجب کی بات ہے کہ کسی ملک میں چھوہارا نہ ہو - ہمارے عرب سیاح کو بھی یہی تعجب ہے - کہتا ہے کہ " ہندوستان میں چھوہارے کا درخت نہیں اور سب پھل ہیں - اور ایک پھل ایسا ان کے پاس ہے جو ہمارے یہاں نہیں - " (۵۶) - ہو نہ ہو یہ آم ہوگا - ہندوستان میں انگور بھی نہیں - انار البتہ ہیں - ہمارے تکلف‌پسند سیاح کو اس پر تعجب ہے کہ " ہندوستان میں زمین پر فرش بچھانے کا رواج نہیں " (۵۴) - " بیوی رکھنے کی تعداد بھی یہاں مقرر نہیں - جتنی چاہے رکھے " - " ان کی غذا چاول ہے " - (۵۴) - " چین کے مذہب کی اصل ہندوستان ہی سے ہے - بودھوں کے مجسمے پوجتے ہیں - طب ' نجوم اور فلسفہ ہندوستان میں ہے " - (۵۷) - " جانوروں میں یہاں گھوڑے کم ہیں " - (۵۷) -

چین ہندوستان سے زیادہ صاف ستھرا ملک ہے - دونوں ملکوں میں بڑے بڑے دریا ہیں - ہندوستان میں جنگل بہت ہیں اور چین پورا آباد ہے - اہل ہند کا لباس یہ ہے کہ ایک کپڑا کمر سے باندھتے ہیں اور دوسرا اوپر ڈال لیتے ہیں - مرد اور عورت سب سونے اور جواهرات کے زیور پہنتے ہیں " -

(۳) - ابوزید حسن سیرافی سنہ ۲۶۴ ھ

سیراف خلیج فارس کی مشہور بندرگاہ تھی - ابوزید یہیں کا رہنے والا تھا - سنہ ۲۶۴ ھ کا سنہ اس کی کتاب

میں ملتا ہے ۔ اور مسعودی سیاح سنہ ٣٠٠ھ میں سیراف
میں اس سے ملا تھا ۔ یہ بھی ایک عرب تاجر تھا ۔
اس نے سلیمان تاجر کے سفرنامہ کو پڑھکر اس کے ٢٥،
٣٠ برس کے بعد اس کا تکملہ لکھا ہے ۔ وہ بھی سیراف
اور ہندوستان اور چین کے درمیان دریائی تجارتی سفر کیا
کرتا تھا ۔ وہ لکھتا ہے کہ " ہمارے زمانہ میں چین
کے سیاسی انقلابات کے سبب سے وہاں سے اب لوگوں کے
تجارتی کاروبار بند ہو گئے ہیں " ۔ اس نے دعوی کیا
ہے کہ " میں پہلا شخص ہوں جس نے یہ دریافت
کیا کہ ہندوستان اور چین کا سمندر اوپر سے بہہ کر بحر
متوسط (میڈیٹرینین) میں مل گیا ہے " - (٨٥) - یہ سب سے
پہلا عرب سیاح ہے جو جاوہ کے مشہور مہراج کا ذکر کرتا
ہے اور اس کے مقابل میں ملک قمار (راس کماری) کا
نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہاں کا راجہ مہراج کا
ماتحت ہے اور یہاں بدکاری اور شراب دونوں منع ہیں ۔
یہاں ان کا نام و نشان نہیں - (٩٣) - ہندوستان اور چین
دونوں جگہ تناسخ کا عام اعتقاد اتنا پختہ ہے کہ لوگ
جان دے دینا معمولی امر سمجھتے ہیں - (١٠١) - اور کہتا
ہے کہ راجہ رائے اور دوسرے راجاؤں میں کوئی کوئی ایسے
بھی ہوتے ہیں کہ جان بوجھ کر اپنے کو آگ میں جلا
ڈالتے ہیں - (١١٥) - یہاں راجہ بنانے والے یہ کرتے ہیں
کہ راجہ کے باورچی خانہ میں چاول پکائے جاتے ہیں اور
تین سو چار سو آدمی اپنی خوشی سے آتے ہیں - راجہ کے

سامنے ایک پتے پر یہ چاول رکھ دئے جاتے ھیں - راجہ اس
میں سے ذرا سا اٹھا کر کھاتا ھے - پھر ایک ایک آدمی
راجہ کے سامنے جاتا ھے - راجہ ان کو تھوڑے تھوڑے چاول
اپنے سامنے سے دیتا جاتا ھے - یہ کل آدمی راجہ کے ساتھی
ھوتے ھیں - جب راجہ مرتا ھے تو یہ سب بھی اس کے
ساتھ اس دن آگ میں جل جاتے ھیں - اس قسم کے
متعدد واقع ھمارے سیاح نے بیان کئے ھیں - وہ یہ بھی
کہتا ھے کہ " یہاں بارش زیادہ ھوتی ھے - اور اسی پر
یہاں کی کھیتی کا مدار ھے " - (۱۲۹) - پھر وہ بھکشو
یعنی بودھ فقیروں کا ذکر کرتا ھے جو ننگے بدن سر
اور بدن کے بال بڑھائے اور ناخن بڑھائے گلوں میں
انسانی کھوپڑیوں کا مالا پہنے - دیس دیس پھرتے رھتے
ھیں - جب ان کو بھوک لگتی ھے تو کسی کے دروازے
پر کھڑے ھو جاتے ھیں " - (۱۲۹) - ساتھ ھی اس نے جنوبی
ھند کی دیوداسیوں کا بھی تذکرہ کیا ھے (۱۲۹) - اس کے
بعد ملتان کے مشہور بت کا حال لکھا ھے ' پھر ناریل
والے ملک کا ذکر کرتا ھے اور اس کی تجارت کا حال بیان
کرتا ھے اور آخر میں کہتا ھے کہ " ھندوستان کے راجہ
کانوں میں سونے کے بالے جن میں بڑے بڑے قیمتی موتی ھوتے
ھیں پہنتے ھیں ' اور گلے میں مالا پہنتے ھیں - جن میں بیش
قیمت جواھرات ھوتے ھیں - اور یہی موتی اور جواھرات ان کی
دولت اور خزانہ ھیں اور اسی طرح درجہ بدرجہ فوجوں کے
سپہ سالار اور افسر بھی اسی قسم کے زیور پہنتے ھیں -

یہاں امیر لوگ آدمی کی گردن پر سوار ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ میں چترہ (چھتر) ہوتا ہے۔ جس میں مور کے پر لگے ہوئے ہیں" (۱۳۵)۔

اس سیاح کو یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ یہاں دو آدمی بھی ایک ساتھ مل کر نہیں کھاتے، اور نہ ایک دسترخوان پر کھاتے ہیں، اور اس کو برا عیب سمجھتے ہیں۔ راجاؤں اور امیروں کے یہاں یہ دستور ہے کہ ناریل کی چھال کا تھالی سا کوئی برتن بنتا ہے اور یہ ہر ایک کے سامنے رکھا جاتا ہے۔ کھانے کے بعد جھوٹا کھانا مع اس چھال کی تھالی کے پھینک دیا جاتا ہے" (۱۴۳)۔ وہ یہ بھی شہادت دیتا ہے کہ "یہاں کے اکثر راجا اپنی رانیوں کو پردہ نہیں کراتے، جو کوئی ان کے دربار میں جائے وہ ان کو دیکھ سکتا ہے" (۱۴۴)۔

(۳)- ابودلف مسعر بن مہلہل ینبوعی سنہ ۳۳۱ھ

یہ بڑا عرب سیاح ہے۔ اس کا زمانہ سنہ ۳۳۱ھ سے سنہ ۳۷۷ھ تک پہنچتا ثابت ہے۔ یہ بغداد سے خراسان آیا اور شاہ بخارا، نصر سامانی اسطوری سنہ ۳۳۱ھ سے ملا۔ وہاں سے ایک چینی سفیر کے ساتھ چین روانہ ہو گیا۔ پھر چین سے نکل کر ترکستان، کابل، تبت، اور کشمیر ہو کر ملتان، سندھ اور مکران کے جنوبی سواحل (کولم) تک پہنچا۔ اس کی کتاب کا ترجمہ لکھا برلن میں سنہ ۱۸۴۵ء میں لاطینی ترجمہ کے ساتھ چھپا ہے مگر میری نظر سے نہیں گذرا ہے۔ البتہ ترجمہ اس کے

خلاصے ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں اور یاقوت نے معجم البلدان میں اور قزوینی نے آثارالبلاد میں دئے ہیں ' وہ دیکھے ہیں - اس نے ملتان کے بت‌خانہ کا مفصل تذکرہ کیا ہے - اسی طرح مدراس کی پیداوار اور مصنوعات کا ذکر کیا ہے - غالباً یہ پہلا عرب سیاح ہے جو هندوستان میں خشکی کے راستے سے داخل ہوا -

(۵) بزرگ بن شہر یار سنہ ۳۰۰ ھ

یہ ایک جہازراں تھا جو اپنے جہازات عراق کی بندرگاہ سے هندوستان کے ساحلوں اور جزیروں سے لے کر چین اور جاپان تک لے جاتا اور لے آتا تھا - اس نے عجائب‌الهند کے نام سے اپنے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے دریائی مشاهدات عربی میں قلمبند کئے ہیں جن میں جنوبی هند اور گجرات کے متفرق واقعات ملتے ہیں - ان میں سب سے اہم واقعہ ایک هندو راجہ کا قرآن کا هندی میں ترجمہ کراکر سننا ہے - اس نے هندوستان کے شہروں میں سے کولم ' کلہ ' کشمیر زیریں (پنجاب) ' صیمور (چیمور) ' سوبارہ ' تھانہ ' تھانہ ' مانکیر (مہانگر ولبھہ رائے کی راجدھانی) اور سیلون کا نام لیا ہے - یہاں کے جوگیوں ان کی ریاضتوں ' اور اپنے آپ کو مار ڈالنے اور جلا ڈالنے کے بہت سے قصے لکھے ہیں - اس کتاب میں عجیب بات یہ ہے کہ جابجا تاجروں اور سوداگروں کے لئے بلیانیہ کا لفظ استعمال کیا ہے جو صریحاً هندی لفظ بنیا ہے - اس زمانہ میں

چھوٹی کشتی کو عرب ملاح بارجہ کہتے تھے - یہ لفظ ہندی لفظ "بیڑا" ہے - اس کی عربی جمع بوارج ہے - مگر اس کتاب میں بوارج کا لفظ دریائی ڈاکوؤں کے لئے بھی بار بار بولا گیا ہے - ہندول ڈولی اور ڈولہ کے معنی میں اور بلنج پلنگ کے معنی میں اس میں استعمال ہوا ہے - ہندوؤں کے چھوت چھات کا بھی اس میں ذکر ہے -(۱۱۸) -

کتاب سنہ ۱۸۸۶ع میں لیڈن میں چھپی ہے - اس کا فرنچ ترجمہ تو اسی کے ساتھ شائع ہوا ہے مگر انگریزی ابھی اسی مہینہ میں چھپ کر نکلا ہے -

(۹)- مسعودی سنہ ۳۰۳ ھ

مسعودی جس کا نام ابوالحسن علی تھا ایک بلند پایہ مؤرخ ، جغرافیہ‌نویس اور سیاح کی حیثیت سے مشہور ہے - اس نے اپنی عمر کے پچیس برس سیر و سیاحت میں بسر کئے - اس نے اپنے وطن بغداد سے سفر شروع کیا اور عراق و شام و آرمینیا ، روم (ایشیائے کوچک) ، افریقہ ، سوڈان ، زنگ کے علاوہ چین ، تبت ، ہندوستان اور سراندیپ کا سفر کیا - اور تری میں اس نے ہندوستان ، چین ، عرب ، حبش ، فارس، روم کے دریاؤں کی سیر کی - اس کی متعدد ضخیم کتابوں میں سے صرف دو تاریخی کتابیں موجود ہیں ، ایک کتاب التنبیہ و الاشراف ہے جو مختصر ہے ، دوسری اس سے بڑی ہے اس کا نام "مروج الذہب و معادن الجوہر" ہے - یہ دوسری کتاب زیادہ پرمعلومات ہے - یہ گویا اسلام کی تاریخ ہے - مگر اس کے مقدمہ میں

تمام دنیا کی قوموں کی اجمالی تاریخ ہے ' منجملہ اس کے ہندوستان بھی ہے - اس نے دریاؤں کے حالات بہت مفصل لکھے ہیں - اس کے بیان سے یہ عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح آج جہازراں کمپنیوں اور ان کے جہازات کے نام ہوتے ہیں اسی طرح جہازوں کے مالکوں کی نسبت سے بھائیوں اور بیٹوں اینڈ برادرس اینڈ سنز کے طریقہ سے ان جہازوں کے نام بھی رکھے جاتے تھے جو بحر ہند میں آتے جاتے تھے - اس نے سب سے پہلے دریائے رائد (راوی) اور گنگ کا اور پنجاب کے پانچوں دریاؤں کا بار بار نام لیا ہے (۳۷۲) ' اور یہ بتایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کہاں کہاں سے نکلا ہے - قنوج جو مشہور قنوج کے علاوہ سندھ میں واقع تھا اور جس کے راجہ بوورہ کے نام سے مشہور تھے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کا موقع بتایا ہے - یہ لکھا ہے کہ " تبت کے پہاڑوں سے زیادہ بڑے پہاڑ نہیں دیکھے " - (۳۸۹) - ان پہاڑوں سے ظاہر ہے کہ کوہ ہمالیہ مراد ہے - یہ بھی لکھا ہے کہ " ہندوستان میں بہت سی بولیاں بولی جاتی ہیں " (۳۸۱ - ۱۹۳) - عجیب بات یہ ہے کہ اس نے قندھار کو رھبوط (راجپوتوں) کا ملک بتایا ہے (۳۷۲) - کھنبایت میں وہ سنہ ۳۰۳ھ میں پہنچا تھا - وہ اس وقت راجہ بلہرہ رائے کے ماتحت ایک برہمن بلبا (؟) کے زیر حکومت تھا - (۲۵۴) - ملتان سنہ ۳۰۰ھ کے بعد اپنا پہنچنا وہ ظاہر کرتا ہے اور وہاں کے مسلمان عرب بادشاہ اور وزراء کے نام بتاتا ہے - (۳۷۶)

مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب سنہ ۳۳۲ ھ میں سیر و سیاحت ختم کرنے کے بعد لکھی ہے - پیرس میں نو جلدوں میں یہ کتاب فرنچ ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی اور مصر میں کئی دفعہ شائع ہو چکی ہے -

۷ - اصطخری سنہ ۳۴۰ ھ

ابو اسحاق ابراہیم بن محمد فارسی مشہور اصطخری کے نام سے ہے - بغداد کے محلہ کرخ کا رہنے والا تھا - بہت بڑا سیاح تھا - ایشیا کے اکثر ملکوں کی سیاحت کی تھی - جغرافیہ میں اس کی دو کتابیں ہیں کتاب الاقالیم اور کتاب مسالک الممالک - پہلی کتاب سنہ ۱۸۳۹ء میں گوتھا میں اور دوسری کتاب سنہ ۱۸۷۰ء میں لیڈن میں چھپی ہے - اس میں عرب اور ایران کے بعد ماوراء النہر ' کابلستان ' سندھ اور ہندوستان کا ذکر ہے - بحر ہند کا جس کو وہ بحر فارس کہتا ہے مفصل تذکرہ کیا ہے - وہ ہندوستان سنہ ۳۴۰ ھ (سنہ ۹۵۱ ع) میں آیا تھا - وہ اپنے معاصر سیاح ابن حوقل سے یہیں ملا تھا - اس نے بڑے ولبھہ رائے کے شہر مانکیر کا تذکرہ کیا ہے - لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس سلطنت کے ٹکڑے ہو چکے تھے - لکھتا ہے کہ اس کے ساتھ بہت سے راجہ ہیں - اس کے علاوہ ملتان ' منصورہ ' سندان ' الرور ' دریائے سندھ کا ذکر کیا ہے - اس کا کارنامہ صرف ملکوں کا حال لکھنا نہیں بلکہ دنیا کا نقشہ تیار کرنا ہے جس میں سندھ کا نقشہ بھی ہے -

(۸)- ابن حوقل سنہ ۳۳۱ ھ (سنہ ۹۴۳ ع) سنہ ۳۵۸ ھ
(سنہ ۹۷۹ ع)

یہ بغداد کا ایک تاجر تھا - سنہ ۳۳۱ ھ مطابق سنہ ۹۴۳ع کو اس نے بغداد چھوڑا ' اور یورپ ' افریقہ اور ایشیا کے ملکوں کا سفر کیا - اسپین اور سسلی سے لے کر ہندوستان تک کی زمین اس نے چھان ماری - اس نے بھی ملکوں کے نقشے تیار کئے مگر افسوس ہے کہ اس کے مطبوعہ نسخہ میں یہ نقشے نہیں دئے ہیں - مگر الیٹ صاحب نے اس کا ایک قلمی ناقص نسخہ شاہ اودھ کے کتب خانہ میں دیکھا تھا - اس نسخہ سے انہوں نے اپنی کتاب میں سندھ کا وہ نقشہ اٹھا دیا ہے جو ان کو ابن حوقل کے اس قلمی نسخہ میں ملا تھا - یہ نقشہ غلط سلط ہونے پر بھی غالباً ہندوستان کے کسی صوبہ کا پہلا جغرافی نقشہ ہے جو دنیا میں تیار ہوا - اس نقشہ میں گجرات سے لے کر سیستان تک کی آبادیوں کا متدل وقوع دکھایا ہے - یہ پہلا عرب سیاح اور جغرافیہ‌نویس ہے جس کی کتاب میں ہندوستان کی پوری لمبائی چوڑائی بتانے کی کوشش کی گئی ہے - کہتا ہے " ہندوستان کے ملک میں سندھ ' کشمیر اور تبت کا حصہ داخل ہے " (۹) - " ہندوستان کی سر زمین کے پورب فارس کا دریا ہے اور اس کے پچھم اور دکھن اسلامی ملک ہیں اور اس کے اُتر میں چین ہے " (۱۱) - " ہندوستان کی سرزمین کی لمبائی مکران سے منصورہ ' بدھہ اور تمام صوبہ سندھ سے

لے کر یہاں تک کہ قلوج تک ختم ہو، پھر اس سے آگے بڑھ کر تبت تک چار مہینوں کا راستہ ہے، جوزانی فارس کے دریا سے لے کر قلوج تک تین مہینوں کا راستہ ہے" - یہ بیان کتنا ہی ناقص ہو مگر ہندوستان کی حدبندی کی یہ پہلی کوشش ہے -

۹ - بشاری مقدسی سنہ ۳۷۵ ھ

شمس الدین محمد بن احمد بشاری شام کے ملک میں بیت المقدس کا رہنے والا تھا - اس نے اپنی کتاب سنہ ۳۷۵ ھ میں ختم کی ہے - اس نے صرف اپنے زمانہ کی ممالک اسلام کا سفر کیا، ہندوستان نہیں آیا مگر سندھ سے آگے نہیں بڑھا - اس کی کتاب کی خاص خصوصیت ملکوں کے نقشے تھے مگر وہ مطبوعہ کتاب میں نہیں - اس کی کتاب کا نام "احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم" ہے - کتاب کا آخری باب سندھ پر ہے - ہمارے سامنے اس کا وہ نسخہ ہے جو دوسری دفعہ سنہ ۱۹۰۶ء میں لیڈن میں چھپا ہے -

مقدسی کی کتاب کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس نے ملک کی تقسیم صوبوں پر اور صوبوں کی شہروں پر کی ہے پھر ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا ہے اور ہر جگہ کی تجارت، پیداوار، صنعت، مذاہب اور سکوں کا حال لکھا ہے - اس لئے اس کتاب کو خاص اہمیت حاصل ہے - اس طرح سندھ کا حال اس نے ۱۴ صفحوں میں لکھا ہے -

۱۰ – البیرونی سنہ ۴۰۰ ھ

کتاب الہند کے مصنف سے لوگ اس قدر واقف ہیں کہ اس کا حال بیان کرنے کی ضرورت نہیں ، صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ البیرونی جو اصل میں خوارزم (خیوا) کا رہنے والا تھا وہ جب ہندوستان آیا تو محمود غزنوی کے حملے غالباً شروع نہیں ہوئے تھے – مگر اس نے اپنی کتاب محمود کے دو برس بعد لکھی ہے – اس نے کتاب الہند کے علاوہ اور بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے قانون مسعودی خاص ذکر کے قابل ہے جو اب تک چھپی نہیں – اس میں ہندوستان کے بہت سے شہروں کے نام لکھے ہیں – اور ان کا طول بلد اور عرض بلد مقرر کیا ہے –

کتاب الہند کی اصل عربی پھر اس کا انگریزی اور ہندی ترجمہ تک شائع ہو چکا ہے – اس میں ہندوستان کا پورا جغرافیہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے –

۱۱ – ابن بطوطہ سنہ ۷۷۹ ھ (سنہ ۱۳۷۷ ع)

یہ سیاح مراکش کا باشندہ تھا اور محمد تغلق کے زمانہ میں ہندوستان آیا تھا اور اس کے چپہ چپہ کو اس نے دیکھا تھا – اس نے اپنے سفرنامہ عجائب الاسفار میں جس خوبی سے اپنے مشاہدات کا ذکر کیا ہے وہ کہانی سب کو معلوم ہے – ہمارے لئے اس کے بیان کا سب سے

اہم حصہ جنوبی ہند کے اس وقت کے حالات میں جب مسلمانوں نے اس کو فتح نہیں کیا تھا ۔

(۱۲) - دوسرے مورخین اور جغرافیہ نویس

اوپر کی سطروں میں صرف ان صاحبوں کا نام ذکر کیا ہے جو ہندوستان خود آئے ۔ مگر ان کے علاوہ بہت سے ایسے عرب جغرافیہ نویس یا ایسے عرب مؤرخ ہیں جنہوں نے ہندوستان کا حال لکھا ہے ، جن میں سے ایک ابن رستہ (سنہ ۲۹۰ ھ) ، دوسرا قدامہ بن جعفر (سنہ ۲۹۱ ھ) ، پھر بلاذری (سنہ ۲۷۹ ھ ۸۹۲ ء) ہے جس کی فتوح البلدان بہت قیمتی کتاب ہے ، نیز ابن ندیم بغدادی (سنہ ۳۷۰ ھ) کی کتاب الفہرست ۔

یہ تو شروع کے لوگ ہیں اور آخر کے لوگوں میں صوفی دمشقی (سنہ ۷۲۸ ھ سنہ ۱۳۲۲ ء) ہے ، جس کی کتاب عجائب البر والبحر ہے ، سسلی کا عرب جغرافیہ نویس ادریسی (سنہ ۵۶۰ ھ سنہ ۱۱۶۵ ء) ہے ، ایران کا زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ سنہ ۱۲۸۳ ء) ہے ، جس کی کتاب آثار البلاد ہے ، ابوالفدا (سنہ ۷۳۲ ھ سنہ ۱۳۳۱ ء) جس کی کتاب تقویم البلدان ہے ، یاقوت (سنہ ۶۲۷ ھ سنہ ۱۲۲۹ ء) جس کی مشہور کتاب معجم البلدان ہے ، مصر کا نویری (سنہ ۷۳۳ ھ سنہ ۱۳۳۱ ء) ہے جس کی کتاب نہایۃ الارب فی فنون الادب ہے ، اور شہاب الدین عمری (سنہ ۷۳۸ ھ سنہ ۱۳۳۷ ء) جس کی کتاب کا نام مسالک الابصار و ممالک الامصار ہے ۔

ادریسی کے مختلف ٹکڑے اور نہایۃ الارب کی ۵ جلدیں اور مسالک الابصار کی صرف ایک ایک جلد مصر میں چھپی ہے - ان سب میں ہندوستان کا کچھہ نہ کچھہ حال ہے - اگر ان تمام کتابوں سے ہندوستان کے متعلقہ حالات و بیانات کو یکجا کر دیا جائے تو الیٹ صاحب کے ادھورے کام کی تکمیل ہوجائے اور قرون وسطی کے ہندوستان کے متعلق بہت سے نئے معلومات ہمارے سامنے آجائیں - اس کا افسوس ہے کہ یوروپین مؤرخوں نے قدیم ہندوستان کے بیان میں یونانی بیانات کو جو اہمیت دی ہے اور اس کی بال کی کھال نکالی اور جھوٹ کو سچ کر دکھایا اور ایک ایک نام کی تطبیق و تحقیق میں جو محنت کی ہے اگر اس کا کچھہ حصہ عربوں کے بیانات پر بھی وہ صرف کرتے تو یونانی اور فارسی تاریخوں کے درمیان جو چاند صدیوں کا غار رہ جاتا ہے وہ بہت کچھہ پٹ جاتا -

تجارتی تعلقات

عربوں کا ملک تین طرف سے سمندروں سے گھرا ہے - ملک میں آبادی کے مطابق کافی سرسبزی اور شادابی بھی نہیں - ایسا ملک قدرتی طور سے تجارتی ہوگا - پھر خوش قسمتی سے اُس کی چاروں طرف دنیا کے بڑے بڑے ملک واقع ہیں - ایک طرف عراق، دوسری طرف شام، تیسری طرف مصر اور افریقہ، سامنے ہندوستان، ایک رخ پر ایران - ان تمام ملکوں سے عربوں کے براہ راست پرانے تعلقات ہیں - یہاں ہم کو صرف ہندوستان سے بحث ہے - بحرین، عمان، حضرموت، یمن، حجاز، یہ مقامات ہیں جو بحر احمر، بحر ہند، اور خلیج فارس پر آباد ہیں، اور قدرۃً انہیں کو اس بحری تجارت کا موقع حاصل تھا - اس سے پہلے عربوں کی ہندوستانی بحری آمد و رفت کا نقشہ دکھایا گیا ہے کہ ہندوستان کے ساحل سے جہازات چل کر یمن کی بندرگاہ میں پہنچتے تھے اور وہاں سے اُن کا سامان اونٹوں پر لد کر خشکی کے راستہ سے بحر احمر کے کنارے کنارے شام اور مصر آتا تھا اور وہاں سے بحر روم ہوکر یورپ چلا جاتا تھا -

ہم کو جب سے دنیا کے تجارتی حالات کا علم ہے ہم عربوں کو کار و بار میں مصروف پاتے ہیں - اور اسی واسطہ سے اُن کے قافلوں اور کارواں کو شام اور مصر

تک آتے جاتے دیکھتے ہیں - اس وقت ہمارے پاس دنیا کی بین‌الاقوامی تاریخ کی سب سے پرانی کتاب توراۃ ہے - اس میں حضرت ابراہیم کی دو ہی نسل بعد حضرت یوسف کے زمانہ میں ہم اس تجارتی قافلہ کو اسی راستہ سے گذرتے ہوئے پاتے ہیں - اور یہ وہی کارواں ہے جو حضرت یوسف کو مصر پہنچاتا ہے - (پیدایش ۳۷ : ۲۵) - اس راستہ کا ذکر یونانی مؤرخوں نے بھی کیا ہے - الغرض حضرت یوسف کے عہد سے لیکر مارکوپولو اور واسکوڈی گاما کے زمانہ تک ہندوستان کی تجارت کے مالک عرب ہی رہے - (۱)

یونانیوں نے جب مصر پر قبضہ کر لیا تو انہوں نے اس تجارت کو براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لیا ' کیونکہ مصر سے شام تک کا راستہ اُن کے لئے پر امن تھا ' اور اس طرح عربوں کی تجارت کی وہ پہلی رونق باقی نہیں رہی - انسائکلوپیڈیا برٹانیکا کا " عرب " کا مضمون‌نگار لکھتا ہے :

" جنوبی مغربی عرب (حضرموت اور یمن) کی خیر و برکت کا سب سے بڑا سبب اس زمانہ میں یہ تھا کہ مصر اور ہندوستان کے درمیان کا تجارتی سامان پہلے سمندر کی راہ سے یہاں آتا تھا اور پھر خشکی کی راہ راہ سے مغربی ساحل پر جاتا تھا - یہ تجارت اس زمانہ

(۱) انگلستان کی تاریخ ہند کا دسواں باب (تجارت) -

میں بلند ہو گئی ، کیونکہ مصر کے بطلیموسی بادشاہوں نے
هندوستان سے اسکندریہ تک براہ راست ایک راستہ بنا
لیا " ۔ (۱)

معلوم ہوتا ہے کہ اس مقصد کے لئے یونانیوں نے
جزیرہ سقوطرہ پر قبضہ کرکے وہاں نوآبادی قائم کرلی تھی
جس کی یادگار مسلمان عرب جہازرانوں کو وہاں بعد کو
بھی نظر آئی ۔ (۲)

مگر یہہ ظاهر ہوتا ہے کہ یہہ تجارت بالکلیہ یونانیوں
کے هاتھوں میں نہیں چلی گئی کیونکہ حضرت مسیح سے
دو صدی پہلے آگاتھرشیدس یونانی مؤرخ بیان کرتا ہے کہ
"جہازات هندوستان کے ساحل سے سبا (یمن) آتے ہیں
اور وہاں سے مصر پہنچتے ہیں" ۔ (۳)

اسی طرح آرتی میدروس جو مسیح سے ۱۰۰ برس
پہلے تھا وہ کہتا ہے " سبا (یمن کی ایک قوم) آس
پاس کے لوگوں سے تجارتی اسباب خریدتے ہیں اور وہ اپنے
همسایوں کو دیتے ہیں اور اسی طرح دست بدست وہ
اسباب شام اور جزیرہ تک پہنچ جاتا ہے ۔ (۴)

---

(۱) طبع گیارھواں جلد ۲ ص ۲۴۳ ۔
(۲) سفرنامہ ابوزید ص ۱۳۳ طبع پیرس ۔
(۳) الفنسٹن کی تاریخ هند جلد اول صفحہ ۱۸۱ طبع ۱۹۱۶ء ۔
(۱) ڈنکر Duncker کی تاریخ قدیم (History of Antiquities) جلد اول
صفحہ ۳۱۰ و ۳۱۲ ۔

اس قسم کے اور دوسرے بیانات سے بھی یہ ثابت ہے کہ عرب اس زمانہ میں بالکل مٹ نہیں گئے بلکہ یونانیوں کے ساتھہ ساتھہ ان کا کام بھی باقی رہا – (۱)

هندوستان اور عرب کا دوسرا راستہ جو خلیج فارس کے ذریعہ تھا وہ ہمیشہ کھلا رہا اور سواحل کے پارسی اور عرب خشکی اور تری سے ہمیشہ اپنا سامان لاتے اور لے جاتے رہے – وہ هندوستان کے پورے ساحلی مقامات اور بحر هند کے ایک ایک جزیرہ کو دیکھتے بھالتے بنگال اور آسام ہوکر چین کو چلے جاتے تھے اور پھر وہاں سے اسی راستہ سے واپس آجاتے تھے –

یورپ اور هندوستان کا راستہ نہایت اہم تھا اور ہے ' اور اسی کے ذریعہ تاریخ میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے ہیں – گذر چکا ہے کہ یہ راستہ پہلے خالص عربوں کے ہاتھوں میں تھا ' جب یونانیوں نے حضرت مسیح سے تقریباً ۳ سو برس پہلے مصر پر قبضہ کیا ' تو وہ اس دریائی شاہراہ پر قابض ہوگئے – حضرت مسیح کے ۶ سو برس بعد جب اسلام آیا اور عربوں نے عروج پایا تو چھٹی صدی مسیحی میں وہ مصر سے لے کر اسپین تک چھا گئے اور ساتھہ ہی بحر روم پر بھی وہ قبضہ پا گئے اور بحر روم کے اہم جزیروں کریت اور سائپرس وغیرہ کو بھی اُنہوں نے اپنے مقبوضات میں داخل کرلیا –

---

(۱) الفنسٹن صاحب کی بھی یہی تحقیق ہے – دیکھو اُن کی تاریخ هند جلد اول صفحہ ۱۸۲ سنہ ۱۹۱۶ م

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا میں تجارت اور سوداگری کی یہ سب سے بڑی سڑک عربوں کے ہاتھ میں آگئی اور صدیوں تک وہ اس پر قابض رہے - چودھویں صدی عیسوی میں یورپ کی عیسائی قوموں نے عربوں کو دونوں سرحدوں سے نکالنے کی پوری کوشش کی مگر ابھی اس وقت جب وہ اسپین اور شمالی افریقہ میں کامیاب ہو رہے تھے اور راستہ کو صاف کر رہے تھے کہ ایشیائے کوچک سے ترکوں نے سر نکالا اور پھر بحر روم کا یہ راستہ مسلمانوں ہی کے پاس رہ گیا - اس حالت نے یورپ کی قوموں کو مجبور کیا کہ وہ ہندوستان کا کوئی دوسرا راستہ پیدا کریں - اسی کوشش کا نتیجہ ہے کہ شمالی افریقہ اور بحر روم کو چھوڑ کر جنوبی افریقہ کے راستہ سے ہندوستان کا سراغ لگایا گیا - اس راستہ میں ڈچ اور پرتگال اور بعد کو انگریز اور فرانسیسی بھی شریک ہو گئے اور ہندوستان کی وہ تجارت جو عربوں کے ہاتھوں میں تھی اس کو ان سے لے لینے کی جدوجہد کی - اس کشمکش میں اہل مغرب اور اہل مشرق کی ایک سخت دریائی جنگ بھی ہندوستان کے سواحل پر ہوئی - اس جنگ میں مشرق کو شکست ہوئی اور یہی شکست اہل مشرق کی تمام آئندہ شکستوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی - اس جنگ میں مصری ترکی اور عربی اور مختلف ہندو اور مسلمان سلطنتوں کے جنگی جہازوں کے بیڑے ایک ساتھ مل کر یورپین جہازراں قوموں کے مقابلہ سے لڑے تھے - اس شکست کا یہ نتیجہ ہوا کہ رفتہ رفتہ اس زمانہ سے آج تک

تمام جزائر ہند اور سواحل کی تجارت اہل یورپ کے ہاتھ میں آگئی - مدراس کے عرب تاجروں کو جن کو موپلہ کہتے ہیں جو اُس وقت ہندوستان کے اُس گوشہ اور جزیروں کی تجارت کے مالک تھے ان کے جہازوں کو ہر طرح تباہ و برباد کر دیا گیا -

اس کے بعد بھی بحر روم کے قریب‌تر راستہ کی ملکیت کا خیال اہل یورپ کے دل سے دور نہیں ہوا ' چنانچہ اس کو اور قریب‌تر کرنے کے لئے بحر احمر (ریڈ سی) اور بحر روم کے درمیان کی پتلی خشکی کھود کر نہر سویز نکالی گئی ' اور پھر مصر اور سویز پر قبضہ ضروری خیال کیا گیا ' تاکہ یورپ اور ہندوستان کا یہ اہم تاریخی راستہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے -

یہ وہ واقعات ہیں جو ہندوستان اور اُس کے جزائر پر یورپین قوموں کے تاجروں کی آمد و رفت کے سلسلہ میں ہندوستان کی ہر تاریخ میں لکھے ہوئے ملتے ہیں - ان واقعات سے عربوں اور ہندوں کے تجارتی تعلقات کی تاریخ کے مختلف دور نمایاں ہوتے ہیں -

ہندوستان اور عرب کا دوسرا تجارتی راستہ جس کا تعلق خلیج فارس سے تھا وہ بدستور عربوں کے ہاتھوں میں ہمیشہ نظر آتا رہا ہے - البتہ عمان ' حضرموت ' اور عراق میں مختلف سلطنتوں کے ادلنے بدلنے اور بندرگاہوں کے ٹوٹنے اور بننے سے تجارتی مرکز اِس شہر سے

اُس؛ شہر یا اس بندرگاہ سے اُس بندرگاہ میں منتقل ہوتا رہا -

بندرگاہ اُبلہ

عربوں کے سنہ ۱۴ ھ میں عراق پر قبضہ کرنے سے پہلے ایرانیوں کے زمانہ (میں ہندوستان) کے لئے خلیج فارس کا سب سے بڑا اور مشہور؛ بندرگاہ اُبلہ تھا جو بصرہ کے قریب واقع تھا - اُبلہ سے ہندوستان کی تجارتی آمد و رفت اس کثرت سے تھی کہ اہل عرب اُبلہ کو ہندوستان ہی کا ایک ٹکڑا سمجھتے تھے - چین اور ہندوستان سے آنے والے جہازات یہیں ٹھہرتے تھے اور یہیں سے روانہ ہوتے تھے - (۱)

ہندوستان کے بیوپار اور پیداوار کو عربوں کی نگاہ میں جو اہمیت حاصل تھی اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حضرت عمر نے ایک عرب سیاح سے پوچھا کہ ہندوستان کے متعلق تمہاری رائے کیا ہے ؟ اس نے تین مختصر فقروں میں اس بلاغت کا جواب دیا جس سے زیادہ بلیغ کوئی جواب نہیں ہو سکتا - اس نے کہا " بحرھا در و جبلھا یاقوت و شجرھا عطر " اُس کے دریا موتی ہیں ، اُس کے پہاڑ یاقوت ہیں ، اور اُس کے درخت عطر ہیں - (۲)

---

(۱) اُبلہ کے حالات کے لئے دیکھو الاخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری سنہ ۲۲۸ ھ صفحہ ۱۲۳ (لیڈن) و معجم البلدان یاقوت رومی ج ۱ ص ۹۸ و ج ۲ ص ۱۹۲ - (مصر) ، و تاریخ بصرہ نعمان اعظمی (بغداد) حاشیہ ص ۱۱ -

(۲) الاخبار الطوال دینوری ص ۲۱۲ (لیڈن) -

عراق کی فتح کے بعد حضرت عمر کو فکر ہوئی کہ عراق کی یہہ بندرگاہ بھی عربوں کے قبضہ میں آئے ' چنانچہ سنہ ۱۴ ھ میں آپ نے اُس پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اور لکھا کہ " اس کو مسلمانوں کا تجارتی شہر (قیروان یعنی کاروان) بنا دیا جائے " (۱) - چنانچہ اس وقت سے لے کر سنہ ۲۵۶ ھ تک یہہ بندرگاہ قائم رہی (۲) - زنگوں کی لڑائی میں سنہ ۲۵۶ ھ میں یہہ تباہ ہو گئی - عراق کی دوسری مشہور بندرگاہ بصرہ کے نام سے سنہ ۱۴ ھ ھی میں عربوں نے بنائی تھی مگر وہ اُبلہ کی تجارتی حیثیت کو فنا نہ کرسکا - اور اس کی وجہ غالباً یہہ ہوئی کہ بصرہ خالص تجارتی مرکز ہونے کے بجائے عربوں کا جنگی اور سیاسی مرکز زیادہ بن گیا - مگر اس پر بھی ہندوستان' چین ' اور حبشہ کی تجارت کا رخ رفتہ رفتہ اُدھر مڑنے لگا ' اور اُس نے سیاسی انقلابات کے باوجود بڑی رونق حاصل کرلی ' خصوصاً پہلی صدی ہجری کے آخر میں سندھ پر عربوں کے قبضہ ہوجانے کے سبب سے یہہ ہندوستان کی آمد و رفت کا مرکز بن گیا - کشتیوں اور جہازوں کے داخلہ کا محصول اس قدر بڑھ گیا تھا کہ وہ بغداد کی خلافت کا بڑا مالیہ ہو گیا - آخر میں سنہ ۳۰۶ ھ میں مقتدرباللہ کے زمانہ میں اس کی سالانہ میزان ۲۲۵۷۵ دینار رہ گئی تھی -

---

(۱) معجم‌البلدان یاقوت جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ (مصر) -

(۲) تاریخ بصرۃ الاعظمی (بغداد) حاشیہ صفحہ ۱۱ -

سیراف

ہندوستان کے لئے خلیج فارس کا اس کے بعد سب سے بڑی بندرگاہ سیراف ہوئی ۔ یہ بصرہ سے سات دن کی مسافت پر ایرانی حدود میں واقع تھی ۔ تیسری صدی ہجری میں اس کے اقبال کا ستارہ طلوع ہوا ، بڑے بڑے جہازرانوں ، بحری تاجروں اور دریائی سوداگروں کا مسکن بن گیا ۔ ہندوستان اور چین کو یہیں سے جہازات روانہ ہوتے تھے اور وہاں سے جو جہازات سامان لے کر آتے تھے وہ یہیں آتے تھے ۔ تیسری صدی ہجری میں اس بندرگاہ کی جو کیفیت تھی اس کا حال ابوزید کے بیان سے معلوم ہوتا ہے ۔ وہ کہتا ہے " یہ فارس کی بہت بڑی بندرگاہ ہے ، اور یہ بہت بڑا شہر ہے ۔ جہاں تک نظر کام کرتی ہے اس میں صرف عمارتوں کا سلسلہ نظر آتا ہے ۔ اس میں کھیتی یا زراعت خود نہیں ہوتی بلکہ سب چیزیں دریا کی راہ سے باہر سے آتی ہیں " ۔ (۱)

چوتھی صدی ہجری کے بیچ میں بشاری مقدسی نے جب اس کو دیکھا ہے تو وہ اس کا یہ حال بیان کرتا ہے : " میں نے یہاں کی عمارتوں سے زیادہ خوبصورت عمارتیں تمام اسلامی دنیا میں نہیں دیکھیں ۔ یہ عمارتیں سال کی لکڑی اور اینٹوں کی بنی ہیں ، نہایت بلند

---

(۱) معجم البلدان یاقوت ج ۵ ص ۱۲۳ (سیراف) ۔

میں ، ایک ایک گھر کی قیمت ایک ایک لاکھہ درھم سے زیادہ ھے " - (۱)

اسی زمانہ کے قریب اصطخری نے اس کو دیکھا تھا - کہتا ھے : " یہہ بڑائی میں شیراز کے برابر ھے ' اس کی عمارت سال کی لکڑی کی ھے - یہہ لکڑی زنگستان افریقہ سے دریا کی راہ سے آتی ھے - دریا کے کنارے کئی کئی منزلوں کے مکانات ھیں - یہاں کے باشندے عمارت پر بڑی رقم خرچ کرتے ھیں یہانتک کہ ایک ایک تاجر ۳۰ ' ۳۰ هزار اشرفی ایک ایک مکان پر خرچ کرتا ھے ' سامنے باغ ہوتے ھیں ' پانی پہاڑ سے آتا ھے " - (۲)

بشاری کا بیان ھے کہ دیلمیوں کی سلطنت کے کسی انقلاب سے اور زلزلہ کے سبب سے سنہ ۳۶۶ ھ میں وہ برباد ہوگیا تھا - اس کے بعد لوگوں نے اس کو پھر آباد کرنا چاہا (۳) ' اور کیا بھی ' اور کچھہ روز اور اس کو کامیابی حاصل بھی ہوئی - یاقوت حموی نے چھٹی صدی ھجری کے آخر میں اس کو دیکھا تھا - اُس کا بیان ھے کہ " اس زمانہ میں وہاں ٹوٹے پھوٹے پرانے نشانات کے سوا کچھہ نہیں - کچھہ قریب قریبا وہاں آباد ھیں ' اور اس کی بربادی کا

---

(۱) احسن التقاسیم (لیڈن) ص ۴۲۶ -

(۲) بحوالۂ معجم البلدان یاقوت جلد ۵ ص ۱۹۳ (مصر) -

(۳) احسن التقاسیم ص ۴۶۳ -

سبب یہ ہوا کہ ابن عمیرہ نے جزیرہ قیس کو آباد کرکے اس کی اہمیت مٹا دی -

قیس

قیس یا کیش - یہ خلیج فارس میں عمان کے پاس ایک جزیرہ تھا - اس نے سیراف کو مٹاکر ہندوستان اور چین کی تجارت پر قبضہ کر لیا - اس کا حاکم عمان کا بادشاہ تھا - یاقوت نے چھٹی صدی ہجری میں جب اس کو دیکھا ہے تو یہ چھوٹا سا جزیرہ ہندوستانی تجارت کی بدولت نہایت خوبصورت اور سرسبز و شاداب بن گیا تھا - ہندوستان کے تمام جہازات یہیں آکر ٹھہرتے تھے - اس جہازی آمد و رفت کا نتیجہ یہ تھا کہ یاقوت لکھتا ہے کہ "اس چھوٹے سے جزیرہ کے عرب حاکم کی قدر و منزلت ہندوستان کے راجاؤں میں بہت بڑی ہے، کیونکہ اس کے پاس جہاز اور کشتیاں بہت ہیں" (۱) - قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ) لکھتا ہے کہ "قیس ہندوستان کی تجارت کی منڈی اور اس کے جہازات کا بندر ہے - ہر عمدہ چیز جو ہندوستان میں ہوتی ہے وہ یہاں لائی جاتی ہے -" (۲)

ہندوستان کی بندرگاہیں

ہندوستان کی بندرگاہوں کے نام ہم کو پہلی صدی ہجری سے ملنے شروع ہوتے ہیں اور تیسری صدی تک بکثرت

(۱) معجم البلدان یاقوت جلد ۷ ص ۱۱۶ (مصر) و ج ۴ ص ۲۱۳ -
(۲) آثار البلاد قزوینی مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۲۱ -

نام بڑھ جاتے ہیں اور پھر آخر تک وہی قائم رہتے ہیں ' جن میں سے عربوں کے نزدیک خلیج فارس کے بعد سب سے پہلے بلوچستان کی بندرگاہ تیز ' پھر سندھ کی بندرگاہ دیبل تھا ' گجرات میں تھانہ ' کھمبایت ' سوبارہ ' جیمور ' مدراس میں کولم ملی ' ملیبار ' راس کماری (تسار) ' اس کے بعد یا جزائر میں چلے جاتے تھے یا بنگال ہو کر پھر وہاں سے قامرون (کامروب یا کامروپ) یعنی آسام چلے جاتے تھے ' پھر وہاں سے چین - انہیں بندرگاہوں کے نام عربی جغرافیوں میں آیا کرتے ہیں - ابن حوقل نے دسویں صدی عیسوی میں سندھ کی بندرگاہ دیبل کی نسبت لکھا ہے کہ " یہ تجارت کی بہت بڑی منڈی ہے اور یہاں مختلف قسم کی تجارتیں ہوتی ہیں - " (۱)

دریائی تجارتی راستے

سلیمان تاجر تیسری صدی ہجری میں ان جہازوں کے راستے اس طرح بتاتا ہے کہ " پہلے بصرہ اور عمان سے تمام سامان سیراف آ جاتا ہے ' اور یہاں سیراف میں وہ جہازوں پر لادا جاتا ہے ' اور یہیں سے پہلے کا میٹھا پانی ساتھ لے لیا جاتا ہے - یہاں سے لنگر اٹھا تو مسقط آکر لنگر ڈالتے ہیں - یہاں سے پھر پہلے کا پانی لیتے ہیں - اس کے بعد یہاں سے جہاز ہندوستان کو روانہ

---

(۱) سفر نامہ ابن حوقل ؛ صفحہ ۲۳۰ - یورپ

ہو جاتے ہیں، اور ایک مہینہ میں کولم ملی پہنچتے ہیں۔
یہاں سے چین جانے والے جہازات چین چلے جاتے ہیں۔
کولم ملی جہازوں کے بنانے اور درست کرنے کا کارخانہ
ہے۔ اور یہاں سے میٹھا پانی بھی لے لیتے ہیں۔ اس کا
محصول چینی جہازوں سے ایک ہزار درہم اور دوسرے
جہازوں سے دس دینار سے لے کر ایک دینار تک لیتے
ہیں۔"(۱)

سلیمان کے ۲۵ برس کے بعد ابو زید سیرافی بیان کرتا
ہے: "ہندوستان کے داخلے [illegible] عمان کو جہاز پہنچتا
ہے۔ یہاں سے عدن، عدن سے جدہ، جدہ سے جار (شام کا
ساحل)، پھر قلزم۔ وہاں سمندر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد
بربر کے سواحل پر سمندر پھرتا ہے اور جدہ جاتا ہے۔ سیراف
والوں کے جہازات جب جدہ پہنچ جاتے ہیں تو یہاں سے
آگے نہیں بڑھتے۔ مصر جانے والے جہازات یہاں تیار رہتے
ہیں۔ سیراف کے جہازوں سے سامان اتار کر مصری جہازوں
میں لادے جاتے ہیں، اور ان کو قلزم لے جاتے ہیں۔
سیراف والے ہندوستان اور چین کے سمندروں سے پوری واقف
ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان اور چین کی بندری تجارت
میں جو نفع ہے وہ عربی قلزم کی تجارت میں
نہیں۔"(۲)

---

(۱) سفرنامہ سلیمان تاجر ص ۱۰، پیرس، سنہ ۱۸۱۱ء، ص ۱۵، ۱۶۔
(۲) سفرنامہ ابوزید ص ۱۳۹، پیرس، سنہ ۱۸۱۱ء۔

ابن خردازبہ جو تیسری صدی کے شروع میں تھا جدہ کی تجارتی تعریف میں کہتا ہے کہ "یہاں سندھ، ہندوستان، زنجبار، حبشہ اور فارس کی چیزیں ملتی ہیں" ۔ (ا) ساتھ ہی وہ بصرہ سے ہندوستان کے راستہ اور مسافتوں کی تفصیل اس طرح کرتا ہے ۔

بصرہ سے جزیرہ خارک	۵۰ فرسنگ
جزیرہ خارک سے جزیرہ لاوان	۸۰ "
جزیرہ لاوان سے جزیرہ ایرون	۷ "
جزیرہ ایرون سے جزیرہ خین	۷ "
جزیرہ خین سے جزیرۂ کیش	۷ "
جزیرہ کیش سے جزیر ابن کاوان	۱۸ "
جزیرہ ابن کاوان سے جزیرہ ہرمز	۷ "
جزیرہ ہرمز سے تارا	۷ دن کی راہ

کہتا ہے کہ یہی تارا فارس اور سندھ کی حد فاصل ہے ۔ یہاں سے جہاز دیبل روانہ ہوتا ہے ۔

تارا سے دیبل	۸ دن کی راہ
دیبل سے دریاے سندھ کا دہانہ	۲ فرسنگ
دریاے سندھ سے اوتگین	۴ دن کا راستہ

کہتا ہے کہ اوتگین سے ہندوستان کی سرحد شروع ہوتی ہے ۔

اوتگین سے کولی	۲ فرسنگ
کولی سے سندان	۵ دن ۱۸ فرسنگ

(ا) کتاب المسالک ابن خردازبہ صفحہ ۶۱ ۔ لیڈن ۔

سندان سے ملی	۵ دن کی راہ
ملی سے بلین	۲ "

بلین سے راستے علحدہ علحدہ ہوئے ہیں - تو جو جہاز ساحل کے کنارے کنارے چلتے ہیں وہ بلین سے بابتن جاتے ہیں جو دو دن کا راستہ ہے -

بابتن سے سنجلی اور کبشکان	۱ دن کی راہ
یہاں سے کوداوری کا دہانہ	۳ فرسنگ
یہاں سے کیلکان	۲ دن
یہاں سے سمندر	۱۰ فرسنگ
یہاں سے اورشین	۱۲ فرسنگ

دوسرے جہازات بلین سے سرانديب ہو کر جاوہ چلے جاتے ہیں - اور بعض بلین ہی سے براہ راست چین چلے جاتے ہیں - (۱)

یورپ اور ہندوستان کے تجارتی راستے سلطنت عرب ہو کر

مصر و شام و عراق و ایران اور بحر روم و قلزم و بحر ہند پر عربوں کے قبضہ ہو جانے سے بھی مشرق و مغرب کی تجارتی آمد و رفت بند نہیں ہوئی - مسلمان تاجر یورپ نہیں جاتے تھے اور رومی ان ملکوں میں نہیں آتے تھے - مگر ان دونوں قوموں کے درمیان یہودیوں کی

(۱) ابن خرداذبہ ص ۶۱ - ۶۷ (ایضاً) -

قوم ایسی تھی جو درمیانگی کا کام کرتی تھی - وہ
اسلامی ملک میں اهل کتاب تھے اور یورپ سے
یونانیوں هي کے زمانہ سے آشنا تھے - طرابزند جو بحر اسود
(بلیک سی) کے ساحل پر ایشیاے کوچک اور روس کی
سرحد هے وہ مسلمان اور عیسائی تاجروں کے مال کی
جگہ تھی - وہ اس سے آگے نہیں بڑھتے تھے (۱) - لیکن
یہودی تاجر بڑی آسانی سے اسلامی اور عیسائی دونوں
دنیاؤں کو ایک ساتھہ عبور کر لیتے تھے - ابن خردازبہ
لکھتا هے کہ " یہہ عربی ' فارسی ' لاطینی ' فرنگی '
اسپینی ' اور سلاوی زبانیں بولتے هیں - یہہ پورب سے
پچھم اور پچھم سے پورب ' خشکی اور تری میں دوڑتے
پھرتے هیں - یہہ لونڈی ' غلام ' دیبا ' ریشم کے کپڑے '
سمور ' پوستین اور تلوار بیچتے هیں - یہہ فرنگستان سے
سوار هوکر بحر روم کے مصری ساحل پر آتے هیں - وهاں
خشکی پر اتر کر تجارت کے سامان کو جانوروں کی
پیٹھوں پر لاد کر قلزم (ریڈ سی) لاتے هیں - یہاں
پھر جہاز پر بیٹھکر جدہ آتے هیں ' اور یہاں سے سندھہ
هندوستان اور چین جاتے هیں - اور وهاں سے پھر اسی
راستہ سے لوٹ آتے هیں - دوسرا راستہ یہ اختیار کرتے هیں
کہ یورپ سے چل کر بحر روم سے نکل کر انطاکیہ (شام)
آتے هیں اور پھر خشکی کی راہ یہاں سے جابیہ (عراق)

---

(۱) نخبۃالدھر فی عجائب البر و البحر مولی دمشقی صفحہ ۱۴۶ -

چلے جاتے ہیں اور وہاں سے نہر فرات میں سوار ہوکر بغداد آتے ہیں ۔ پھر جہاز میں سوار ہوکر دجلہ کی راہ سے ابلہ پہنچتے ہیں اور یہاں سے عمان، سندھ ہندوستان اور چین چلے جاتے ہیں " ۔ (۱)

روسی تاجر

یہودیوں کے علاوہ ابن خردازبہ نے روسی تاجروں کا ذکر کیا ہے جو تری اور خشکی دونوں میں سفر کرتے ہیں اور عیسائی ہونے کا دعوی کرتے ہیں (روسی دسویں صدی عیسوی میں عیسائی ہوئے ہیں) ۔ ابن خردازبہ کا بیان ہے کہ یہہ لوگ صقالبہ (سقالیہ) نسل کے ہیں ۔ یہہ سقالیا سے نکل کر بحر روم میں سوار ہوتے ہیں ۔ قیصر روم ان سے دسواں حصہ (عشر) لیتا ہے ۔ یہاں سے وہ بحر جرجان (کیسپین سی) کے کسی ساحل پر آکر اترتے ہیں ۔ وہاں سے خشکی کی راہ اونٹوں پر بغداد آتے ہیں اور یہاں عیسائی بن کر جزیہ ادا کرتے ہیں ۔

یہہ پورا راستہ کبھی خشکی سے بھی طے کرتے ہیں ۔ وہ اسپین یا فرانس سے سوس الاقصی (شمالی افریقہ) آتے ہیں، وہاں سے طنجہ، وہاں سے الجزائر، تیونس اور طرابلس ہوکر مصر، مصر سے رملہ (شام) ہوکر دمشق، دمشق سے کوفہ، پھر بغداد، پھر بصرہ، پھر اھواز،

(۱) ابن خرداذبہ صفحہ ۱۵۳ و ۱۵۴ (لیدن) ۔

پھر فارس ، پھر کرمان ، پھر (بلوچستان ہوکر) سندھ ، پھر ہندوستان ، پھر چین - (۱)

خراسان سے ہندوستان کا کاروان

مسعودی جو ہندوستان سنہ ۳۰۵ ھ کے قریب آیا تھا اور بلخ و خراسان سے بھی گزرا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ " خراسان سے چین کو خشکی کا راستہ بھی ہے اور ہندوستان کا ملک خراسان سے مل جاتا ہے - اور سندھ سے ایک طرف ملتان پر اور دوسری جانب منصورہ پر ملتان ہے ، اور قافلے خراسان سے سندھ کو اور اسی طرح ہندوستان کو برابر آتے جاتے رہتے ہیں - جہاں یہ ملک زابلستان (افغانستان) سے مل جاتا ہے " (۲) - ابن حوقل جو محمود غزنوی سے ۵۰ برس پہلے تھا کہتا ہے کہ " کابل اور غزنین ہندوستان کی تجارت کی نکاسی کی جگہ ہیں " - (۳) اسیوان جس کو عرب عسیفان کہتے ہیں پنجاب میں ایک ہندو ریاست تھی ، وہاں بھی مسلمان تاجر تھے " - (۴)

ہندوستان کے بحری سفر کا زمانہ

مسعودی نے بحر ہند کے اتار چڑھاؤ اور تلاطم اور سکون کے زمانے مقرر کئے ہیں اور اس حساب سے جہازات کی

---

(۱) ابن خردازبہ صفحہ ۱۵۳ و ۱۵۴ -

(۲) مروج الذہب مسعودی -

(۳) ابن حوقل ص ۳۲۸ (یورپ)

(۴) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۶ (لیڈن) -

روانگی کے مہینے قرار دئے ہیں ۔ لکھا ہے کہ " ہمارے یہاں (شاید بغداد) اور ہندوستان میں موسموں کا فرق ہے ۔ ہمارے یہاں سے گرمی میں لوگ ہندوستان سردی گزارنے جاتے ہیں ، کہ جون (تیر ماہ) کے مہینے میں ہندوستان جہاز کم جاتے ہیں ، اور جو جاتے ہیں ، وہ بہت ہلکے ہوتے ہیں اور ان میں زیادہ سامان نہیں لادا جاتا ، اور ان جہازوں کو تیر ماہی (جون والے) جہاز کہتے ہیں " ۔ (۱)

ابوزید سیرافی کا بیان ہے کہ برسات کے زمانہ میں جہازات نہیں چلتے ، ہندوستان والے اس زمانہ میں بیٹھکر کھیتی باڑی کرتے ہیں یا لوٹی پیشہ کرتے ہیں ۔ اسی برسات پر ان کا گزارا ہے ۔ اس میں چاول پیدا ہوتا ہے جو ان کی خوراک ہے ۔ (۲)

عربی میں جہازرانی کے بعض ہندی الفاظ

عربوں کے ہندوستانی سواحل پر جہازرانی آمدورفت کا یہ اثر ہوا کہ عربی سفرناموں اور جغرافیوں میں اور عرب اور فارسی ملاحوں کی زبانوں پر جہاز اور متعلقات جہاز کے ہندی نام زبانوں پر چڑھ گئے ۔ ان میں سے ایک لفظ " بارجہ " ہے ۔ بیرونی نے لکھا ہے کہ یہ اصل میں ہندی لفظ " بیڑہ " ہے جس کو عرب بارجہ

(۱) مروج الذہب مسعودی
(۲) سفرنامہ ابوزید سیرافی صفحہ ۱۲۹ ۔

کہتے ہیں ، (ٴ عربی میں ج سے بدل جاتی ہے) اور اس کی جمع " بوارج " آتی ہے – اور چونکہ سواحل ہند کے بحری ڈاکو انہیں کشتیوں پر ڈاکے ڈالتے تھے اسلئے بعد کو " بوارج " ہندوستانی بحری ڈاکوؤں کو کہنے لگے (۱) جس طرح بحر روم کے دریائی ڈاکوؤں کو " قرصان " کہتے ہیں – اور آج کل کی عربی زبان میں بارجہ جنگی جہازوں کے بیڑہ کو کہتے ہیں –

دوسرا لفظ " دونیج " ہے جس کی جمع " دوانیج " آتی ہے (۲) – یہہ ہندی " ڈونگی " کی عربی شکل ہے – تیسرا لفظ " هوری " اب بھی بمبئی والے هوڑی بولتے ہیں –

تین لفظ اور ہندوستان یا ہندوستانی جزیروں کی پیداوار ہیں جن کی اصلیت ٹھیک نہیں معلوم – " بلیج " جہاز کی چھت کو کہتے ہیں – " جوش " کشتی کے رسے کو اور " کنبر " ناریل کی چھال کی رسی کو جو جہازوں کے باندھنے اور تختوں کے سینے میں کام آتی تھی – یہہ الفاظ ہندی الاصل ہیں (۳) – ایک لفظ ایسا ہے جو اس زمانہ کی مشرقی بین الاقوامی بحری تجارت کی مختصر تاریخ ہے – یہہ لفظ عربی میں ناخودہ ہے ، اور اس کی جمع نواخذہ ہے –

---

(۱) کتاب الہند بیرونی ص ۱۰۲ (لندن) عجائب الہند بزرگ ص ۱۱۴ (پیرس) –

(۲) یاقوت حموی کی معجم البلدان لفظ قیس ج ۷ و عجائب الہند بزرگ ص ۹۹ مطابع بریل لیڈن –

(۳) دیکھو سواء السبیل فی المراد والدخیل ڈاکٹر آرنلڈ –

لیکن ہندوستان اُس کی فارسی شکل سے زیادہ واقف ہے، یعنی ناخدا - یہہ اصل میں ناؤخدا ہے، ناؤ ہندی ہے، خدا مالک کے معنی میں فارسی ہے - حافظ کہتے ہیں : ما خدا داریم مارا ناخدا درکار نیست -

ہندوستانی پیداوار اور بیوپار

یہ عرب سوداگر ہندوستان اور ہندوستان کے جزیروں سے اپنے ملک کو کیا لے جاتے تھے اس کا سرسری اندازہ اُس بیان سے ہوتا جو سنہ ۱۴ ھ میں ایک عرب سپاہی نے حضرت عمر سے کیا تھا کہ "ہندوستان کا دریا موتی، اُس کا پہاڑ یاقوت، اور اُس کا درخت عطر ہے" - اس سے معلوم ہوتا کہ چھٹی صدی عیسوی میں اہل عرب ہندوستان سے موتی، جواہرات اور خوشبو کی چیزیں لے جاتے تھے - نویں صدی عیسوی میں ایک عرب سیاح اس کا سبب بیان کرتا ہے کہ سیراف کے جہاز بحر احمر ہوکر مصر کیوں نہیں جاتے اور جدہ سے لوٹ کر ہندوستان کیوں چلے جاتے ہیں ؟ کہتا ہے "اس لئے کہ وہ چین اور ہندوستان کے سمندر کی طرح جس کے پانی میں موتی اور عنبر ہوتا ہے اور جس کے پہاڑوں میں جواہرات اور سونے کی کانیں ہیں اور جس کے جانوروں کے منہہ میں ہاتھی دانت ہیں، اور جس کی پیداوار میں آبنوس، بید، عود، کافور، لونگ، جوزبوا (جائےپھل) بکم، صندل، اور ہر قسم کی خوشبو کی چیزیں ہوتی ہیں اور جس کے پرندوں میں طوطا اور مور ہیں اور جس کی

زمین کا فضلہ مشک اور زباد (ایک جانور کا خوشبودار پسینہ) ہے" - (۱)

ابن خردازبہ (سنہ ۲۵۰ ھ) جو آٹھویں صدی عیسوی کے کچھہ بعد تھا ' وہ ہندوستان کی اُن پیداواروں اور بیوپاروں کی جو عرب اور عراق جاتی تھیں ' یہ فہرست دیتا ہے : خوشبو لکڑیاں ' صندل ' کافور ' لونگ ' جوزبوا (جاے پھل) ' کباب چینی ' ناریل ' اور سن کے کپڑے ' اور روئی کے مخملی کپڑے اور ہاتھی ' اور سراندیپ سے ہر قسم کے یاقوت ' موتی ' بلور ' اور سنباذج جس سے جواہرات درست کئے جاتے ہیں ' اور ملیبار سے سیاہ مرچ اور گجرات سے سیسہ ' اور دکھن سے بکم اور واذی اور سندھ سے کٹ (ایک دوا) ' اور بانس اور بید - (۲)

مسعودی (سنہ ۳۰۳ ھ) اور بشاری (سنہ ۳۷۰ ھ) دونوں نے کھمبایت (کاٹھیاواڑ) کے جوتوں کی تعریف کی ہے ' جو یہاں سے بن‌کر باہر جاتے تھے (۳) - تھانہ (بمبئی) کے کپڑے مشہور تھے وہ یا یہیں بنتے تھے یا اندر ملک سے آتے تھے ' مگر اسی بندرگاہ سے باہر جاتے تھے - بہر حال اُن کو تھانہ کے کپڑے کہتے تھے - (۴)

---

(۱) ابوزید سیرافی ص ۱۳۵ پیرس سنہ ۱۸۱۱ع -

(۲) کتاب‌المسالک والممالک ابن خردازبہ ص ۷۱ (لیڈن) -

(۳) مروج‌الذہب مسعودی جلد اول صفحہ ۲۵۳ پیرس ' و احسن‌التقاسیم بشاری (لیڈن) صفحہ ۴۸۲ -

(۴) تقویم‌البلدان ابوالفدا صفحہ ۳۰۹ -

مسعر بن مہلہل جو سنہ ۳۳۱ھ میں ہندوستان آیا تھا اور جنوبی ہندوستان کی اس نے سیر کی تھی وہ کولم (واقع ٹراونکور مدراس) کے حال میں لکھتا ہے: "یہاں وہ مٹی کے برتن (غضائر) (۱) تیار ہوتے ہیں جو ہمارے ملک میں چینی کرکے بکتے ہیں، لیکن در اصل وہ چینی نہیں ہیں کیونکہ چین کی مٹی کولم کی مٹی سے سخت ہوتی ہے، اور آگ پر زیادہ دیر ٹھہر سکتی ہے - کولم کی مٹی (غضائر) کا رنگ میلا ہوتا ہے اور چینی مٹی کا سفید اور دوسرے رنگ - یہاں ساگون کی لکڑی اتنی لمبی ہوتی ہے کہ کبھی ۱۰۰ ہاتھ تک پہنچ جاتی ہے - بقم (اقسام) بید، پیوڑہ کی لکڑی بھی وہاں بہت ہے، اور ریوند چینی، خیزران جو نہایت کمیاب ہے اور جو آنکھوں کی بیماری میں بہت مفید ہے، اور یہیں سے عود، کافور اور لوبان بھی تاجر لے جاتے ہیں - (۲)"

ہندوستان سے ایک قسم کا زہر بھی باہر جاتا تھا جس کا نام قزوینی نے "بیش" لکھا ہے - یہ "بس" کی خرابی ہے جو ہندی میں زہر کو کہتے ہیں - (۳)

(۱) غضائر کا واحد غضارہ ہے، اس کے معنی خوشنما مٹی کے ہیں، مگر غالباً بعد کو یہ چینی کے برتنوں کے معنی میں مستعمل ہوا ہے - (دیکھو معجم البلدان یاقوت ج ۴ ص ۳۲۸ طبع یورپ -

(۲) آثار البلاد قزوینی ص ۹۰، گوٹنگن، سنہ ۱۸۴۸ء -

(۳) ایضاً ص ۵۵ -

الائچی

الائچی جس قدر مفرح اور دل پسند چیز ہے، اُسی قدر اس کی لغوی اصلیت بھی دلچسپ ہے - کاروملدل اور مليبار کے بیچ میں ایک راس کا نام راس هیلی ہے (۱) - الائچی کا ماخذ یہی ہے - خیال یہہ ہے کہ سنسکرت میں اس کو ایل اور فارسی میں اس کو جو هیل کہتے ہیں، وہ نام اسی راس هیلی سے لیا گیا ہے - اسی ایل سے اردو میں ایلائچی (الائچی) کہتے ہیں جس طرح عود کا نام جو ملدل (کارو ملدل) سے جاتا تھا، عربوں میں ملدل ہو گیا - (۲)

دسویں صدی عیسوی کے آخر میں مسعودی کہتا ہے کہ "دیپ (مالدیپ اور سنگلدیپ وغیرہ جزائر هند) سے ناریل اور یہیں سے بقم (بکم) کی لکڑی، بید، اور سونا تاجر لے جاتے ہیں" (۳) - مہراج کے جزیروں کی دولت اس طرح وہ بیان کرتا ہے کہ "ان جزیروں میں طرح طرح کی خوشبوئیں ہیں - یہیں سے کافور، عود، لونگ، جائےپھل، کبابچینی، جاوتری، بڑی الائچی، وغیرہ لے جاتے ہیں" (۴) - اور بعض ان جزیروں سے چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر بیٹھکر جو صرف ایک لکڑی کو کھود کر بنا لیتے ہیں ناریل، گلے، کیلے، اور ناریل کا

---

(۱) ابن بطوطہ ج دوم، و تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۵۴ -

(۲) آثارالبلاد قزوینی (گوٹنجن) صفحہ ۸۲ -

(۳) مروج الذهب باب ۱۶ -

(۴) ایضاً -

پانی لے کر آتے ہیں اور لوہا تبادلہ میں لیتے ہیں ۔ (۱)

ابن الفقیہ ہمدانی (سنہ ۳۳۰ ھ) میں لکھتا ہے کہ " ہندوستان اور سندھ کو اللہ تعالی نے یہ خصوصیت دی ہے کہ وہاں ہر قسم کی خوشبو، جواہرات جیسے یاقوت اور الماس وغیرہ، اور گینڈا اور ہاتھی اور مور اور عود، عنبر، لونگ، سنبل، خولنجان، دار چینی، ناریل، ہڑ، توتیا، بقم، بید، صندل، ساگون کی لکڑی، اور سیاہ مرچ، پیدا ہوتی ہے ۔ (۲)

لغت عربی کی قدیم شہادت

اس بات کے جاننے کے لئے کہ ہندوستان سے اہل عرب کیا کیا چیزیں اپنے وطن لے جاتے تھے خود عربی زبان کی لغت میں بعض ذرائع موجود ہیں ۔ عرب میں ہندوستان کی بنی ہوئی تلواریں مشہور تھیں ۔ اسی لئے تلوار کا نام ہندی، ہندوانی، مہند، عام طور سے عربی میں مستعمل ہیں ۔ حسب ذیل الفاظ عربی میں ہندی الاصل ہیں جو اپنی اصلیت اور وطن کا خود پتہ دیتے ہیں ۔ یہ زیادہ تر مسالوں اور خوشبوؤں اور دواؤں سے متعلق ہیں ۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ ان کی اصل ہندی

(۱) سلیمان تاجر ص ۱۸ ۔

(۲) کتاب البلدان ابن الفقیہ الہمدانی ص ۲۵۱ (لیڈن) ۔

شکل و صورت کا پتا لگایا جائے تاکہ آج اُن کے اہل وطن اُن کو اپنے گھر کے عزیزوں کی طرح پہچان سکیں ۔

عربی نام	ہندی	اردو
صندل	چندن	صندل
مسک	موشکا	مشک
تنبول	تامبول	پان (تنبول)
کافور	کپور	کافور
قرنفل	کنک پھل	لونگ
فلفل	پپلی ، پپلا ،	گول مرچ (اسی سے غالباً انگریزی لفظ پپر بھی ہے ۔
فوفل	کوپل	سپاری ، ڈلی ،
زنجبیل	زرنجابیرا	سونٹھ ، ادرک
نیلوفر	نیلو پھل	نیلوفر
ہیل	ایل	ایلائچی (الائچی)

(دوائیں)

جائفل	جاے پھل	جاےپھل
اطریفل	تری پھل	اطریفل
شطیرہ	شکھر	توتیا
بلیلج	بھیرا	بھیرا
ھلیلج	ھرہ	ھلیلہ
بلادر	بھلاتکہ	بھلاوہ

عود ہندی ، قسط ہندی (کٹ) ، ساذج ہندی (تیزپات) ، ترطم ہندی ، اور تمر ہندی (ہندوستانی کھجور) یعنی املی ، یہہ خود اپنی نسبت آپ ساتھہ رکھتی ہے ۔ عود چونکہ کارومنڈل سے جاتی تھی اسلئے عربوں نے اُس کا نام ہی مندل رکھہ دیا ۔ (۱)

(کپڑوں کے اقسام)

عربی	ہندی	
قرقس	کرپاس	ململ
شیت	چھینٹ	
فوطہ	پٹ لنگی والی رومال	

(رنگ)

نیلنج	نیل
قرمز	کرمیچ

(پھل)

موز	موچہ	کیلا
نارجیل	نارییل	
انبج	آم	

(۱) آثارالبلاد قزوینی ص ۸۱ گوٹنجن سنہ ۱۸۴۸ ع ۔

عربی	هندی
لیمون	لیمو (اسی سے انگریزی لیمن هے)

یهه الفاظ اپنی زبان حال سے خود ظاهر کر رهے هیں که کس دیس میں وہ پیدا هوئے تھے اور کہاں جاکر یهه نیا رنگ و روپ پیدا کیا -

قرآن پاک میں تین هندی لفظ -

اس مسئله میں اچھا خاصه علماء میں اختلاف رها هے که قرآن پاک میں کسی غیر زبان کا لفظ هے یا نہیں ؟ لیکن فیصله یہی هوا که غیر زبان کے ایسے الفاظ موجود هیں جو عربوں کی زبان میں آکر مستعمل هو گئے تھے اور وہ اپنی پہلی صورت بدل کر عربی زبان کے لفظ بن گئے - حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے قرآن پاک کے اس قسم کے لفظ جمع کئے هیں - هم هندیوں کو بھی فخر هے که همارے دیس کے بھی چند لفظ ایسے خوش نصیب هیں جو اس پاک اور مقدس کتاب میں جگه پا سکے - پہلے علماء نے جن الفاظ کا هندی هونا ظاهر کیا تھا وہ تو لغو و بےبنیاد تھے - مثلاً "ابلعی" کی نسبت یهه کہنا که هندی میں اس کے معنے "پیلے" کے هیں یا "طوبی" کو هندی کہنا ، جیسا سعید بن جبیر سے روایت هے (۱) ، بےبنیاد هے - مگر اس میں شک نہیں

(۱) دیکھو الاتقان فی علوم القرآن نوع ۳۸ -

کہ جنت کی تعریف میں اس جنت‌نشان ملک کی تین خوشبوؤں کا ذکر ضرور ہے یعنی مسک (مشک)، زنجبیل (سونٹھ یا ادرک) اور کافور (کپور) ۔

توراۃ کی شہادت

عربوں کی ہندوستانی تجارت کی قدامت پر

اوپر کے بیانات اور الفاظ کی لغوی تحقیق کو سامنے رکھکر توراۃ کے ان مختلف حوالوں پر غور کرو ۔ مسیح سے دو ہزار برس پہلے جو عرب تاجر بارہا مصر کو جاتے دکھائی دئے ہیں ان کا سامان یہ تھا ۔ بلسان، صنوبر، اور دوسری خوشبودار چیزیں (۱) ۔ یمن کی ملکہ حضرت سلیمان کے لئے جو تحفہ سنہ ۹۵۰ ق م میں شام لائی تھی وہ یہی "خوشبو کی چیزیں، بہت سا سونا، اور بیش‌قیمت جواہر" (۲) ۔ حزقیال نبی (سنہ ۵۲۸ ق م) کے زمانہ میں اوزال (یمن) سے فولاد، تیزپات، اور مسالہ، عرب کی ملک شام کو لے جاتے تھے ۔ حزقیال نبی کہتے ہیں کہ "اوزال (یمن) سے تیرے بازار میں آبدار فولاد، تیزپات، اور مسالہ بیچنے آتے ہیں" (۳) ۔ یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ لوبان اور قسم قسم کے خوشبو پھول

(۱) پیدایش ۳۷ : ۲۵ ۔

(۲) دوم ایام ۹ : ۹ ۔

(۳) حزقیال ۲۷ : ۱۹ ۔

خود یمن میں پیدا ہوتے تھے مگر آبدار فولاد (تلوار)،
تھیاریات، اور مسالوں کا ملک ہندوستان ہی تھا، اور تلوار،
تھیاریات اور مسالوں کا ملک وہی آج بھی ہے ۔ اس سے
صاف ظاہر ہے کہ عربوں کے ہندوستان کے تجارتی تعلقات
مسیح سے کم از کم دو ہزار برس پہلے سے ہیں ۔

ہندوستان کی پیداوار اور بیوپار
عرب سیاحوں کی نظر میں

ہندوستانی پھلوں میں سب سے پہلی چیز ان کی نظر میں ناریل ہے ۔ نویں صدی عیسوی کا عرب سیاح ابوزید کہتا ہے کہ "عمان کے عرب یہ کرتے ہیں کہ وہ ان مقامات میں جہاں ناریل ہوتے ہیں بڑھئیوں کے اوزار لے کر چلے جاتے ہیں ۔ پہلے وہ ناریل کا درخت کاٹ کر سوکھنے کو چھوڑ دیتے ہیں، جب وہ سوکھ جاتا ہے تو اس کے تختے کاٹ ڈالتے ہیں، اور ناریل کی چھال کو بٹ کر رسی تیار کرتے ہیں، اور اسی سے تختوں کو سی کر کشتی تیار کرتے ہیں اور اسی کا مستول بناتے ہیں، اور اس کے جھونجھے کو بن کر پال تیار کرتے ہیں ۔ جب یہ جہاز بن کر تیار ہو چکتے ہیں، تو پھر اُن میں ناریل بھرتے ہیں، اور ان کو بھر کر عمان لاتے ہیں، اور بڑی دولت حاصل کرتے ہیں ۔" (۱)

---

(۱) ابوزید ص ۱۳۱ ۔

ناریل کے بعد وہ لیموں اور آم کے نام بہت تعجب سے لیتے ہیں - ابن حوقل (سنہ ۳۵۰ ھ) سندھ کے ذکر میں کہتا ہے "اُن کے ملک میں سیب کے برابر ایک پھل ہوتا ہے جس کو "لیموں" کہتے ہیں جو بہت کھٹا ہوتا ہے، اور ایک اور میوہ اُن کے یہاں ہوتا ہے جو شفتالو کی طرح ہوتا ہے، اُس کا نام "انبج" یعنی آم ہے، جس کا مزہ بھی شفتالو کے قریب ہوتا ہے -" (۱)

آم کے ہندی عاشق ذرا آم کی یہ عربی قدردانی ملاحظہ فرمائیں -

مسعودی کا بیان ہے کہ "نارنگی اور لیموں بھی ہندوستان کی خاص چیزیں ہیں - یہ عرب میں تیسری صدی ہجری میں ہندوستان سے لائے گئے، اور پہلے عمان میں، پھر وہاں سے عراق و شام تک پہنچے، یہاں تک کہ وہ شام کے ساحلی شہروں اور مصر میں گھر گھر پھیل گئے" - مگر اُن میں مسعودی لکھتا ہے کہ "وہ ہندوستان کا مزہ نہیں -" (۲)

ابن حوقل (سنہ ۳۵۰ ھ) سندھ اور گجرات کی پیداوار اور بیوپار کا یہ حال بیان کرتا ہے :

---

(۱) ابن حوقل ص ۲۲۸ -

(۲) مروج الذہب جلد ۲ ص ۴۳۸ یورپ -

منصورہ ' جس کا پرانا نام برھمن آباد ھے - یہاں لیموں اور آم ھیں اور گنے بھی ھیں ' نرخ سستے ھیں سرسبزی ھے -

الور ' بڑائی میں ملتان کے برابر ھے ' شہر پناہ ھے ' دریائے سندھ کے کنارے ھے ' نہایت سرسبز و شاداب اور بڑے بیوپار کی جگہ ھے -

دیبل ' دریائے سندھ کے پورب سمندر پر ھے - یہہ بہت بڑی منڈی ھے ' اور مختلف قسم کی یہاں تجارتیں ھیں ' یہہ اس ملک کا بندرگاہ ھے ' غلے بھی ھیں ' یہاں کی آبادی صرف تجارت اور بیوپار کی وجہ سے ھے -

کاسہل - کاسہل سے مکران تک بودھوں اور میدیوں کا ملک ھے - یہاں دو کوھان والے اونٹ ھوتے ھیں جن کی خراسان اور فارس میں نسل لینے کے لئے بڑی قدر ھے -

قندابیل - یہہ بودھوں کا تجارتی شہر ھے ' مکانات چھپروں اور جھونپڑیوں کے ھیں -

جیمور اور کھنبایت (گجرات و کاٹھیاواڑ) - یہاں زیادہ تر چاول ھے ' اور شہد بھی بہت ھے -

کلوان - یہاں غلوں کی کثرت ھے ' پھل کم ھیں ' جانور اور مویشی زیادہ ھیں -

کھزکانان (قزدار کا پایہ‌تخت) - ارزانی ھے - یہاں انگور اور انار اور سرد میوے ھیں ' کھجوریں نہیں ھیں -

قنزبور — مکران کا سب سے بڑا شہر ہے — یہاں کیلے، چھوہارے اور فانیذ (ایک قسم کا حلوا) بنتا ہے جو یہاں سے تمام دنیا میں جاتا ہے —

قندابیل — یہ ہندوستان کے علاقے کی بڑی منڈی ہے —

اس کے بعد بشاری مقدسی (سنہ ۳۷۵ ھ) کا بیان نہایت مفصل ہے — وہ ایک ایک شہر کا حال بیان کرتا ہے —

ویہند — یہ منصورہ سے بڑا شہر ہے، نہایت پاک و صاف شہر ہے، نہایت اچھے پھل، بڑے بڑے درخت، ارزاں نرخ، شہد ایک درہم کا نوں من (عراق میں من بہت چھوٹا ہوتا تھا)، روٹی اور گوشت کی ارزانی کا حال مت پوچھو، اخروٹ اور بادام کے درخت بکثرت ہیں —

قنوج (ملتان کے پاس) — بڑا شہر ہے، شہر پناہ ہے، یہاں گوشت بہت سستا ہے — باغ بکثرت ہیں، منڈی بہت نفع بخش ہے، کیلے یہاں سستے ہیں مگر گیہوں بہت کم ہے — ان کی غذا زیادہ چاول ہے —

ملتان — منصورہ کے برابر ہے — وہاں سے زیادہ یہاں پھل نہیں، لیکن ارزانی وہاں سے زیادہ ہے — روٹی ایک درہم میں ۳۰ من، فانیذ حلوا ایک درہم کا ۳ من، تجارت میں یہاں کے تاجر جھوٹ نہیں بولتے، یہاں کی تجارت کا حال بہت اچھا ہے —

طوران سے فانیذ حلوا ' سندان سے چاول اور کپڑے جاتے ہیں - اور پورے سندھ میں فرش فروش بہت اچھے تیار ہوتے ہیں ' باریک کپڑے اور ناریل ' اور منصورہ سے کھنبایت کے بنے ہوئے جوتے ' اور سندھ سے ہاتھی اور ہاتھی دانت اور بیش قیمت چیزیں اور عمدہ دوائیں باہر جاتی ہیں - اور یہاں کی خاص پیداوار دو پھل ہیں - ایک کا نام لیموں ہے ' اور دوسرے کا آم ' جو بہت لذیذ ہوتا ہے - مشرق اور فارس میں جو عمدہ بلخی اونٹ ہوتے ہیں - وہ سندھی ہی اونٹوں سے نسل لے کر تیار کئے جاتے ہیں ' اور یہ سندھی اونٹ جن کو پالہ (فالج) کہتے ہیں اُن کے دو کوہان ہوتے ہیں اور وہ اتنے قیمتی ہوتے ہیں کہ دوسرے ملکوں میں صرف بادشاہ ہی کی سواری میں وہ کام آتے ہیں - اسی طرح کھنبایت کے جوتوں کی بھی قدر ہے - (۱)

مسعودی نے ہندوستان کے مور کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ " گو ہندوستان سے لے جاکر عراق وغیرہ میں اُن کی نسل لے جائی گئی اور تیار کی گئی مگر وہ ہندوستان کا قد و قامت اور رنگ و روپ اُن میں نہیں " - (۲)

---

(۱) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم ' بشاری مقدسی ص ۴۷۴—۴۸۲ (لیڈن) -

(۲) مروج الذہب جلد ۲ ص ۴۳۸ (لیڈن) -

ہندوستان کے باریک کپڑوں کی تعریف ہمیشہ سے ہے، اور ہر قوم کے بیانات سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہاں نہایت باریک کپڑے بنے جاتے تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ مصری ممی جن باریک کپڑوں میں لپٹی ہوئی ملتی ہے وہ ہندوستان ہی کی ساخت کے ہیں ۔ یہ خیال بھی تو قیاس ہے مگر آٹھویں صدی عیسوی کا ایک عرب سیاح، سلیمان ہندوستان کے ایک مقام کی نسبت لکھتا ہے کہ "یہاں جیسے کپڑے بنے جاتے ہیں ویسے کہیں نہیں بنے جاتے اور اتنے باریک ہوتے ہیں کہ ایک "پورا کپڑا" (یا تھان) ایک انگوٹھی میں آجاتا ہے ۔ یہ کپڑے سوتی ہوتے ہیں ۔ اور ہم نے یہ کپڑے خود بھی دیکھے ہیں" ۔ (۱)

عرب گینڈے کی سینگ بھی یہاں سے چین لے جاتے تھے ۔ اس میں تصویریں بن جاتی تھیں ۔ اس کی پیٹی بنتی تھی جو اس قدر بیش قیمت ہوتی تھی کہ ایک ایک کی قیمت چین میں تو دو دو تین تین ہزار اشرفی ہوتی تھی ۔ (۲)

ایک جانور جس کے پسینہ سے خوشبو نکلتی تھی اس کو عرب تاجر ہندوستان سے عراق تک لے جاتے

(۱) سفرنامہ سلیمان تاجر صفحہ ۳۰ (پیرس) ۔
(۲) ایضاً صفحہ ۳۱ ۔

تھے (۱) - کالا نمک بھی ہندوستان سے باہر جاتا تھا - (۲)

پان (تنبول) کا مفصل بیان عربوں میں مسعودی نے کیا ہے جو تقریباً آج سے نو سو برس پہلے کا بیان ہے - کہتا ہے "پان (تنبول) ایک قسم کا پتہ ہوتا ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوتا ہے - اس کو چونا اور ڈلی ملا کر جب کھاتے ہیں تو انار کے دانوں کی طرح دانت لال ہو جاتے ہیں اور منھ خوشبو ہو جاتا ہے اور قلب میں فرحت ہوتی ہے اور اہل ہند سپید دانت اور جو پان نہیں کھاتا اس کو ناپسند کرتے ہیں" - خیر پان کا بیان تو یہاں ضمنی ہے، اُس زمانہ میں پان جیسی نازک چیز عرب نہیں پہنچ سکتی تھی، مگر ڈلی برابر پہنچتی تھی - سنہ ۳۰۵ ھ میں مسعودی کہتا ہے کہ "اب آج کل یمن اور حجاز میں مکہ میں لوگ ڈلی بڑی کثرت سے کھانے لگے ہیں" (۳) - اب آج ہمارے زمانہ میں تو پان عدن تک سرسبز و شاداب اور مکہ میں سوکھے کثرت سے پہنچنے لگے ہیں - یہ ہندوستانیوں کی وضعداری کی برکت ہے - بہر حال ڈلی ہندوستان سے عرب اُسی زمانہ سے جا رہی ہے - عود عرب میں راس کماری کا

---

(۱) تحفۃ الاحباب ابو حامد غرناطی صفحہ ۴۹ (پیرس) -

(۲) مفاتیح العلوم خوارزمی صفحہ ۲۵۹ (لیڈن) -

(۳) مروج الذهب ج ۲ ص ۸۴ (پیرس) -

مشہور تھا ، اور یہیں سے جاتا تھا ، (۱) اور چونکہ وہ راس کماری کو تمار کہتے تھے اس لئے عود تماری اُن کے ہاں مشہور تھا - مشک تبت سے لاتے تھے ' (۲) الماس کشمیر کے پہاڑ سے آتا تھا - (۳)

ہندوستان کی بحری در آمد

یہہ چیزیں تو خیر ہندوستان سے باہر جاتی تھیں ' مگر ان کے بدلے اہل عرب ہندوستان والوں کو لاکر دیتے تھے - جزائر والے تو اپنی ضرورت کی چیزیں لیتے تھے ' جیسے کپڑے - بعض جزیروں کے متعلق عربوں نے لکھا ہے کہ وہاں لوگ ننگے رہتے ہیں ' وہ کپڑے نہیں لیتے ' لوہا لیتے ہیں - (۴)

تیسری صدی ہجری میں (نویں صدی عیسوی میں) سندھ کے طلائی سکوں کی ہندوستان میں مانگ رہتی تھی - وہاں کی ایک اشرفی یہاں تین تین اشرفی کو بکتی تھی - مصر سے زمرد کی انگوٹھی جن کو یہاں آتی تھی جو تکلف کے ساتھ ڈبیوں میں رکھی ہوئی تھی - مرجان اور ایک اور معمولی پتھر کی جس کا نام دہنج

(۱) سفر نامہ سلیمان و ابوزید صفحہ ۱۳ و ۱۳۰ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۱۱ -

(۳) عجائب الہند بزرگ صفحہ ۱۲۸ (پیرس) -

(۴) سفر نامہ سلیمان و ابوزید ص ۹ -

تھا یہاں مانگ تھی (۱) - شراب بھی مصر سے یہاں آتی تھی (۲) ، اور روم سے ریشمی کپڑے اور سمور اور پوستین اور تلواریں آتی تھیں (۳) ، فارس سے گلاب کا عرق جو مشہور تھا ہندوستان آتا تھا (۴) - بصرہ سے دیبل (سندھ) کی بندرگاہ میں کھجوریں آتی تھیں (۵) ، کارومنڈل میں عرب سے گھوڑے آتے تھے - (۶)

کیا اہل ہند بھی جہازراں تھے ؟

ہندوستان کی خشکی اور تری کی ہر قسم کی بیرونی تجارت کے بیان میں کہیں ہندوؤں کا نام نہیں آتا ، اور نہ ہندوؤں کا نام دریائی سفر کرنے والوں اور جہاز چلانے والوں میں کسی نے ذکر کیا ہے - یونانیوں سے لے کر عربوں تک کی تاریخ جغرافیے اور سفرنامے اس سے خالی ہیں اور ہر جگہ ہندوستان کے بحری تاجروں کی حیثیت سے یونانیوں ، رومیوں اور عربوں ہی کے نام آتے ہیں یہاں تک کہ مارکوپولو کے سفرنامہ میں بھی عربوں ہی کے نام ہیں ،

(۱) سفرنامہ سلیمان و ابوزید ص ۱۳۵ -
(۲) ابن حوقل ص ۲۳۱ -
(۳) ابن خردازبہ ص ۱۵۳ (لیڈن) -
(۴) ابن حوقل ص ۲۱۳ -
(۵) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ -
(۶) ایضاً ص ۳۵۵ -

اور اسی بنا پر الفنسٹن صاحب وغیرہ نے یہہ خیال ظاہر کیا ہے کہ دریائے سندھ اور گنگا میں کشتی اور ڈونگی اور سمندر کے کنارے کنارے ایک بندر سے دوسرے بندر تک جانے کے سوا ہندوؤں نے سمندر کو پار کرنے کی ہمت نہیں کی یہاں تک کہ سکندر کے زمانہ میں بھی دریائے سندھ میں یونانیوں کو نہ تو جہاز ملے اور نہ جہاز چلانے والے – ہاں ' چھوٹی چھوٹی ڈونگیوں اور ناؤں پر مچھوے البتہ ان کو ملتے رہے – ہاں ' کارومنڈل کے لوگ بے شک جزائر جاوہ میں جانے کی ہمت کرسکے – (۱)

لیکن ہمیں ان صاحبوں کی اس تحقیق سے اختلاف ہے – ہمارا خیال ہے کہ کل ہندو نہیں لیکن کم از کم سندھ اور گجرات کے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں ' بلکہ منوجی کی شاستر میں ایک ایسا فقرہ ہے جو اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اُس زمانہ کے ہندوؤں میں کچھہ لوگ ایسے تھے جو سمندر کے سفر سے آگاہ تھے ' وہ فقرہ یہہ ہے (۲) :–

" سمندر کے راستہ میں خیر و عافیت ' ملک ' وقت ' مطلب ' ان چار کے دیکھنے والے جو سود قرار دیں وہ سود لینا – "

(ادھیایہ ۸ : ۱۵۷) –

(۱) الفنسٹن کی تاریخ ہند ' دسواں باب (تجارت) –
(۲) منوشاستر ترجمہ اردو لالہ سوامی دیال ترنگفر –

یونانی مورخ آرین (Arrian) سکندر کے حال میں بیان کرتا ہے کہ "ہندوستان میں اُس کو اپنے جہازات خود تیار کرانے پڑے -" مگر ساتھہ ہی یہہ بھی لکھتا ہے کہ "ہندوؤں کی چوتھی ذات میں وہ ہیں جو جہاز بناتے ہیں ' چلاتے ہیں ' یا کھیتے ہیں ' (ملاح) ایسے جو دریاؤں کو پار کرلیتے ہیں -" (۱)

یونانیوں کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بحر احمر کے دہانہ کے ایک جزیرہ میں جو شاید سقوطرہ ہو ' عربوں اور یونانیوں کے ساتھہ کچھہ ہندوؤں کی بھی آبادی تھی - (۲)

اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ مالدیپ ' لنکا ' جاوا اور دوسرے ملائی جزیروں کا اچھا خاصہ حصہ ہندو آبادی پر مشتمل تھا - اُن کے رسوم اور مذہب بلکہ اُن کی زبان تک ہندو ہونے کو ظاہر کرتی ہے - عرب سیاحوں اور تاجروں نے اسی لئے ان جزیروں کو ہند کا ٹکرا یقین کیا اور اسی حیثیت سے اُن کا ذکر کیا ' بلکہ نویں صدی عیسوی کا سیاح ابوزید کہتا ہے کہ "راس کماری بھی جاوہ کے مہراج نے فتح کر لیا تھا" - (۳)

(۱) الفنسٹن جلد اول صفحہ ۱۸۲ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۸۳ -

(۳) ابوزید صفحہ ۹۷ -

یہہ بات خاص خیال کے قابل ہے کہ عربوں نے جاوہ کے بادشاہ کو ہمیشہ مہراج لکھا ہے اور اُن جزیروں کو مہراج کی سلطنت بیان کیا ہے -

لیکن اس سے زیادہ یہہ کہ نویں صدی عیسوی میں ابوزید سیرافی اس سلسلہ میں کہ "اہل ہند ایک ساتھہ مل کر نہیں کھاتے" لکھتا ہے کہ "چنانچہ یہہ ہندو سیراف (عراق کی بندرگاہ) آتے ہیں اور کوئی (عرب) تاجر اُن کی دعوت کرتا ہے ، تو وہ کبھی سو اور کبھی سو سے زیادہ ہوتے ہیں مگر ان کو اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ ہر ایک کے سامنے علاحدہ ایک طبق رکھا جائے جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو" (۱) - اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ عراق کی بندرگاہ میں بکثرت اور بڑی تعداد میں وہ کم از کم عربوں کے عہد میں آنے جانے لگے تھے - ہندوؤں کا کشمیر زیریں (پنجاب) سے سندھ تک دریا کا سفر کرتے رہنا اہل عرب نے بھی بیان کیا ہے - (۲)

اس سے زیادہ ایک اور ثبوت ہے کہ بزرگ بن شہریار ناخدا نے اپنی کتاب عجائب الہند میں بیسوں مقامات پر "بانیانہ" یعنی بنیا کے نام سے جہاز کے دوسرے مسافروں کی طرح ہندوستانی بیوپاریوں کا نام لیا ہے ،

---

(۱) ابوزید ص ۱۳۲ -

(۲) عجائب الہند صفحہ ۱۰۳ -

بلکہ ایک جگہ اُس نے دو لفظ علیحدہ علیحدہ استعمال کئے ہیں یعنی "بانانیہ" اور تاجر " (۱) ، جس سے مقصود ہندو بیوپاری اور عرب تاجر ہیں - عرب میں آج تک ہندو بیوپاری اور تاجر " بانیہ " اور جمع کی صورت میں " بانانیہ " ہی کہلاتے ہیں ، اور عراق ، بحرین ، عمان ، سوڈان ، مصوع ، پورٹ سعید ، اور قاہرہ (مصر) میں ان کی آج بھی تجارتیں ہیں - حجاز اور مصر کے سفر میں ان بنیوں سے میری ملاقاتیں ہوئی ہیں -

یہ روزمرہ کی بازاری عربی زبان اس خوبی سے بولتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے اچھے اچھے مولوی ان کا منہ تاکتے رہیں - یہ لوگ زیادہ تر سندھی ، ملتانی ، اور گجراتی ہوتے ہیں جو خدا جانے کب سے ان ملکوں میں آمد و رفت رکھتے ہیں - چنانچہ سنہ ۳۰۰ ھ میں بھی یہ لوگ عدن کے پاس عرب جہازوں میں بیٹھے نظر آتے ہیں - (۲)

بحر ہند کے جہازات

ہندوستان کے سمندر میں جو جہازات چلتے تھے اور جو بحر روم میں چلتے تھے ان دونوں میں ایک خاص

---

(۱) عجائب الہند ص ۱۶۵ -

(۲) ایضا صفحہ ۱۳۷ -

فرق تھا ۔ بحر روم کے جہازوں کے تختے لوہے کی کیلوں سے جڑے جاتے تھے اور بحر ہند کے جہازوں کے تختے ڈوریوں سے سئے جاتے تھے (۱) ۔ یہ جہاز کتنے بڑے ہوتے تھے اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ ان میں دو دو منزلیں ہوتی تھیں ، علیحدہ علیحدہ کمرے ہوتے تھے ۔ پانی پینے اور کھانے کا ذخیرہ ہوتا تھا ۔ مسافروں کے علاوہ سامان تجارت اور اسباب کے گودام ہوتے تھے ۔ جہازوں میں کام کرنے والے خلاصی اور ملاح اور حفاظت کرنے والے تیرانداز سپاہی خود ایک ہزار ہوتے تھے (۲) ۔ بزرگ بن شہریار ناخدا سنہ ۳۰۹ھ کا ایک قصہ سناتا ہے :۔

" سنہ ۳۰۶ھ میں سیراف سے ایک جہاز پر میں ہندوستان چلا ، ہمارے ساتھ عبداللہ بن جنید کا جہاز اور سجام کا جہاز بھی تھا ۔ اور یہ تینوں جہاز بہت بڑے تھے ، اور سمندر کے ممتاز جہازوں میں تھے ، اور ان کے ناخدا اور ملاح بہت مشہور تھے ۔ اور ان تینوں جہازوں میں تاجر ، اسلام ، اہلیا وغیرہ ملاکر بارہ سو آدمی تھے اور ان میں مال و اسباب اس کثرت سے تھا جس کا

(۱) سفر نامہ سلیمان صفحہ ۸۸ ۔

(۲) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ [illegible] ۔

اندازہ تھیں جب گیارہ دن کے بعد تھانہ
(بمبئی) کے نشانات ملے" - (۱)

اس سے اندازہ ہوگا کہ یہہ جہاز اتنے بڑے ہوتے تھے کہ سامان و اسباب اور خلاصیوں اور ملاحوں کے علاوہ چار سو آدمی آرام کے ساتھہ سفر کر سکیں - چین جانے والے جہاز اتنے بڑے ہوتے تھے کہ اُن میں صرف جہاز کے تعلق کے ایک ہزار آدمی ہوتے تھے - چھہ سو جہاز چلانے کے لئے اور چار سو تیرانداز اور نفطہ پھینکنے والے سپاهی ' باقی مسافروں کا اندازہ کر لیجئے - ہر بڑے جہاز پر تین چھوٹی کشتیاں وقت بے وقت کے اتفاقات کے لئے ہوتی تھیں - (۲)

بحری تجارت کی دولت

بحر ہند کی تجارت سے ہندوستان اور عرب دونوں کو جو فائدے پہنچے تھے ان کا اندازہ بعض واقعات سے ہوتا ہے - ولبھہ رائے کا پایہ تخت مہانگر " سونے کا شہر " کہلاتا تھا - مہراج کا پایہ تخت (جزیرہ جاوہ) کے بازار میں دکانوں کا شمار نہ تھا ' فقط صرافی کی دکانیں اس بازار میں ۸۰۰ تھیں (۳) - عمان میں موتیوں کا ایک تاجر تھا '

---

(۱) عجائب الہند ص ۱۶۵ و ۱۲۷ -
(۲) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد ۲ (کالی کٹ کا بیان) -
(۳) عجائب الہند ص ۱۳۷ -

اس نے ایک دفعہ دو نادر روزگار موتی پائے جن کی قیمت بغداد کے خلیفہ نے ایک لاکھ درہم ادا کی (۱) - ایک ناخدا کا بیان ہے کہ " سنہ ۳۱۷ ھ میں کلہ (ہند) سے عمان سامان تجارت لے کر گیا ' ہمارے جہاز پر اتنا مال و اسباب تھا کہ عمان کے حاکم نے ہمارے جہاز سے ۲ لاکھ دینار ٹیکس لیا - یہ اُس لاکھ دینار کے علاوہ جس کو اس نے اپنی مہربانی سے معاف کردیا یا لوگوں نے چوری سے اُس کو چھپا لیا اور ظاہر نہیں کیا (۲) - اسی سال سراندیپ سے ایک اور جہاز آیا جس نے اپنا محصول چھہ لاکھ ادا کیا (۳) - عمان میں اسحاق نام ایک یہودی تھا جو دلالی کا کام کرتا تھا - وہ ایک اور یہودی سے لڑ کر ہندوستان چلا آیا ' پھر چین چلا گیا اور تیس برس میں اتنی دولت پیدا کی کہ خود جہازوں کا مالک ہوگیا اور آخرکار تیس برس کے بعد سنہ ۳۰۰ ھ میں وہ پھر عمان آیا تو اُس نے عمان کے حاکم کو ایک لاکھ درہم کی رشوت اس لئے دی کہ اس کا اسباب سرکاری طور سے دیکھا بھالا نہ جائے - اس کے پاس مشک کا ذخیرہ اتنا تھا کہ ایک دفعہ اس نے ایک لاکھ مثقال (تولہ) مشک صرف ایک سوداگر کے ہاتھ فروخت کی اور اس کے علاوہ ۲۰ ہزار اشرفی کی مشک دو دوسرے سوداگروں کے ہاتھ

(۱) عجائب الہند ص ۱۳۶ -

(۲) ایضاً صفحہ ۱۳۰ -

(۳) ایضاً صفحہ ۱۵۸ -

بھیجی (۱) - ایک اور شخص جو نہایت غربت کی حالت میں عمان سے روانہ ہوا تھا وہ واپس آیا تو پورا جہاز اس کے مال و اسباب سے لدا ہوا تھا جس میں دس لاکھ اشرفی کی تو مشک تھی اور اسی قیمت کے ریشمی کپڑے اور جواہرات تھے - اس سے محصول ۵ لاکھ دینار وصول کیا گیا - (۲)

دوسری طرف ان عرب تاجروں سے ہندوستانی سواحل کے راجاؤں کو بھی بڑی آمدنی ہوتی تھی - اسی لئے وہ ان کی بڑی قدر کرتے تھے (۳) - ابن بطوطہ نے جنوبی ہند کے ساحلی شہروں کا سفر کرتے ہوئے جابجا لکھا ہے کہ یہہ ہندو راجہ ان عرب جہازرانوں کو اس لئے ناخوش نہیں ہونے دیتے کہ ان کے ملک کی آمدنی انہیں کی آمد و رفت سے ہے - کالی‌کٹ اور کارومنڈال کے راجہ اس بحری تجارت کی بدولت لاتعداد دولت کے مالک تھے - کارومنڈال کے ایک راجہ کے مرنے پر اُس کے ایک مسلمان کارکن کو جو سونا اور جواہرات ہاتھہ آئے ان کے اُٹھانے کے لئے سات ہزار بیلوں کی ضرورت تھی (۴) - اسی کارومنڈال کو جب علاؤالدین خلجی کے سپہ سالار ملک کافور نے ایک دفعہ فتح کیا تو اُس کو

---

(۱) عجائب‌الہند صفحہ ۱۰۸ -

(۲) معجم‌البلدان یاقوت لفظ قیس -

(۳) ایضاً لفظ قیس -

(۴) جامع‌التواریخ مندرجۂ الیٹ جلد اول صفحہ ۶۹ و ۷۰ و تاریخ وصاف مندرجۂ الیٹ جلد ۲ صفحہ ۳۲ و ۵۳ -

سرکاری خزانہ سے دوسری چیزوں کے علاوہ "چھیانوے ہزار من سونا (۱) اور پانچ سو من موتی (۲) اور جواہرات ملے " موتی اور جواہرات کی قیمت کو چھوڑ کر چھیانوے ہزار من سونا کیا کم چیز ہے؟ علاؤالدین کے زمانہ میں تیرہ چودہ سیر کے قریب من ہوتا تھا یعنی انگریزی حساب سے ۲۸ پونڈ کے برابر - اس لحاظ سے صرف اس سونے کا حساب ۲۶ لاکھ ۸۸ ہزار پونڈ ہوتا ہے ۔

کارومنڈال کی تجارت تمام تر عرب ' عراق ' اور فارس کے سواحل سے تھی - تفصیل آگے آئیگی -

بحر روم سے ہندوستان کا دوسرا بحری
راستہ عربوں نے دریافت کرلیا تھا

اوپر گذر چکا ہے کہ کس طرح پرتگالی جہازرانوں نے بحر روم کو چھوڑکر افریقہ کی پشت پر سے ہندوستان کا راستہ پایا ' اور یہہ سمجھا جاتا ہے کہ یہہ دریافت انھیں جہازرانوں کی کوششوں کی ممنون ہے - لیکن یہہ سن کر تعجب ہوگا کہ اس دریافت کی عزت ان سے سیکڑوں برس پہلے ان عرب تاجروں کو حاصل ہے ' جو بحر ہند میں اپنا جہاز چلایا کرتے تھے - یہہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہندوستانی سمندر اور رومی سمندر کے جہازوں کی ساخت میں کیا فرق تھا - بڑا فرق یہہ تھا کہ

(۱) تاریخ فیروزی صفحہ ۳۳۳ - مطبوعہ کلکتہ -
(۲) خزائن الفتوح امیر خسرو مطبوعہ علی گڈھ صفحہ ۱۷۸ -

بحر روم کے جہازوں کے تختے لوہے کی کیلوں سے جڑے جاتے تھے اور ہندوستانی سمندر کے جہازات مضبوط رسی سے جو کھجور یا ناریل کی چھال سے تیار ہوتی تھی ' سی جاتی تھی - سلیمان تاجر جو سنہ ۲۳۷ ھ میں تھا جس کا بار بار نام آچکا ہے ' وہ اپنے سفرنامہ میں ایک جگہہ لکھتا ہے :

" ان باتوں میں جو ہمارے زمانہ میں نئی معلوم ہوئیں اور ہم سے پہلے لوگوں کو ان کا علم نہ تھا ایک یہہ ہے کہ کسی کو اس کا پہلے وہم و گمان بھی نہ تھا کہ وہ سمندر جس پر ہندوستان اور چین واقع ہیں وہ کس طرح سے بحر شام (بحر روم یعنی میڈیٹریلین سی) سے ملا ہوا ہے ' اور اس پر کوئی دلیل بھی ان کے پاس نہ تھی ' مگر ہمارے زمانہ میں یہہ ہوا کہ عربوں کے کچھہ سئے ہوئے جہازوں کے تختے جو بحر ہند میں ٹوٹ گئے تھے اور جن کے مسافر ڈوب گئے تھے وہ بحر اخضر ہوکر بحر روم میں پائے گئے - اس سے یہہ بات بخوبی ثابت ہو گئی کہ بحر ہند چین پر چکر کھاکر بحر روم میں جاکر مل گیا ہے ' کیونکہ سئے ہوئے جہاز صرف سیراف میں بنتے

تھے – اور روم و شام کے جہاز کیلوں سے
جڑے جاتے ہیں " – (۱)

واسکو ڈی گاما کو ہندوستان کس نے پہنچایا ؟

اس میں شک نہیں کہ افریقہ کی پشت پر سے ہوکر پرتگالی جہازران آخرکار بحر ہند میں داخل ہو گئے ' تاہم انہوں نے ہندوستان کا پتہ نہ پایا – اس کو پرتگالی مانتے ہیں ' اور خود بدقسمت اہل عرب بھی کہتے ہیں کہ ان پرتگالیوں کو ہندوستان تک ایک عرب ہی جہازران نے پہنچایا – اس کا نام ابن ماجد اور اسدالبحر یعنی " دریا کا شیر " اس کا خطاب تھا – بحر ہند کی جہازرانی کے فن پر اس کی متعدد کتابیں عربی میں کتبخانہ پیرس میں موجود ہیں – چند سال ہوئے کہ پیرس کے مشرقی کتابوں کے پبلشر پال گنھدر نے دو جلدوں میں ان کو شائع کر دیا ہے – تیسری جلد میں عربوں کے فن جہاز رانی اور آلات جہازرانی پر پوری بحث ہے – اس تیسری جلد میں " البرق الیمانی فی الفتح العثمانی " کے حوالہ سے جو اسی زمانہ کی یمن کی تاریخ ہے ' پرتگالیوں کے آنے اور ہندوستان کی تلاش میں اُن کی سرگردانی اور ابن ماجد شیر دریا کا ان پرتگالی لٹیروں کے پھندے میں پھنس کر نشہ کی حالت میں

(۱) سفر نامہ سلیمان صفحہ ۸۸ –

ان کو ھندوستان پہنچا دینا تفصیل کے ساتھ مذکور ھے -

ع خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہئے -

ھندوستان کی سیاہ مرچیں اور یورپ

یورپ کے ابتدائی مشرقی تاجر جو سترھویں صدی سے ھندوستان آنا شروع ھوئے سب کو معلوم ھے کہ وہ سیاہ مرچوں کے زیادہ‌تر دلدادہ و شیدا تھے ' اور انھیں کو ھندوستان سے لاد لاد کر لے جاتے تھے - مگر تیرھویں صدی کا ایک عربی کا جغرافیہ نویس زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ) غالباً اپنی کسی پیشرو کی کتاب میں دیکھ کر ملیبار کے حال میں بیان کرتا ھے :-

" یہ سیاہ مرچیں انتہائی مشرق سے لے کر انتہائی مغرب تک جاتی ھیں ' اور ان کے سب سے زیادہ شائق اہل فرنگ ھیں ' جو ان کو شام میں بحر روم سے لے کر اقصائے مغرب کو لے جاتے ھیں " - (۱)

غالباً ترکوں نے قسطنطنیہ فتح کرکے اور بحر روم پر قبضہ کرکے ھندوستان کی انھیں سیاہ مرچوں کے مزے سے

---

(۱) آثار البلاد قزوینی جلد ۳ صفحہ ۸۲ گوٹنجن -

ان کو محروم کر دیا ، اور آخر انہیں کے لئے جان جوکھوں میں ڈال کر وہ دوسرے دریائی راستہ سے ہندوستان آئے تاکہ یہ تحفہ کسی نہ کسی طرح اپنے ملک پہنچا سکیں ۔

ایک عرب ہندوستانی کا وطنی گیت

اس بات کا خاتمہ ہم ایک عرب ہندوستانی متعصب وطن کے عربی گیت یا نظم پر کرتے ہیں جو اُس نے کسی معترض کے جواب میں ہندوستان کی خوبیوں اور اُس کی پیداواروں کی تعریف میں لکھی ہے (۱) ۔ اُس شاعر کا نام ابو ضلع سندھی ہے ، اور جس کے وجود کا زمانہ بہر حال سنہ ۱۸۶ ھ سے پہلے ہوگا ، اور عجب نہیں کہ تیسری یا چوتھی صدی ہو ، کیونکہ سندھ میں عربوں کے دور کا زمانہ یہیں ختم ہوتا ہے ۔

لقد انکر اصحابی وما ذالک بالمثل
اذا ما مدح الہند و سہم الہند فی المقتل

(ترجمہ) میرے دوستوں نے انکار کیا ، اور یہ بہتر نہیں ، جب ہندوستان کی اور ہندوستان کے تیروں کی معرکہ میں تعریف کی جا رہی تھی ۔

(۱) اثارالبلاد قزوینی ص ۸۵ ۔

لعمری انہا ارض اذا القطر بہا ینزل
یصیرالدر و الیاقوت والدر لمن یعطل

(ترجمہ) میری جان کی قسم! یہہ وہ سر زمین ہے کہ جب اس میں پانی برستا ہے تو دودھہ موتی اور یاقوت اُس سے اُگتے ہیں ' ان کے لئے جو آرائش سے خالی ہیں –

فملہاالمسک و الکافور و العنبر و الصندل
و اصناف من الطیب لیستعمل من یتفل

(ترجمہ) اس کی خاص چیزوں میں مشک ' کافور ' عنبر ' عود اور قسم قسم کی خوشبو ان کے لئے جو میلے ہوں –

و انواع الافاویہ و جوزالطیب و السنبل
و منہاالعاج والساج و منہاالعود والصندل

(ترجمہ) اور قسم قسم کے عطریات اور جاے پھل اور سنبل اور ہاتھی دانت اور ساگون کی لکڑی اور خوشبو لکڑی اور صندل –

وان التوتیا فیہا کمثل الجبل الاطول
و منہاالببر والنمر و منہاالفیل والدغفل

(ترجمہ) اور اس میں توتیا سب سے بڑے پہاڑ کی طرح ہے ' اور یہاں شیر ببر اور چیتے اور ہاتھی اور ہاتھی کے بچے ہوتے ہیں –

ومنها الكركي والببغا والطاؤس والجوزل
و منها شجر الرانج والساسم والفلفل

(ترجمہ) اور یہاں پرندوں میں کلنگ اور طوطے اور مور اور کبوتر ہیں، اور درختوں میں یہاں ناریل اور آبنوس اور سیاہ مرچوں کے درخت ہیں ۔

سیوف مالها مثل قد استغنت عن الصیقل
وار ماح اذا اهتزت اهتز بها الجحفل

(ترجمہ) اور ہتھیاروں میں تلوار ہیں جن کو کبھی صیقل کی حاجت نہیں اور ایسے نیزے ہیں کہ جب وہ ہلیں تو فوج کی فوج ان سے ہل جائے ۔

فهل ینکر هذا الفضل الا الرجل الاخطل

(ترجمہ) تو کیا بیوقوف کے سوا کوئی اور بھی ہندوستان کی ان خوبیوں کا انکار کرسکتا ہے ؟

علمی تعلقات

ماخذ

عرب و ہند کے علمی تعلقات کی تشریح عربی کی حسب ذیل قدیم مستند کتابوں سے کی گئی ہے -

۱ - جاحظ

سنہ ۲۵۵ ھ میں وفات پائی ' بصرہ کا رہنے والا تھا ' عربی زبان کا مشہور انشاپرداز ' فلاسفر اور متکلم تھا ' اس کی بے شمار چھوٹی بڑی کتابیں ہیں ' جن میں سے کتاب‌البیان و التبیین ' کتاب‌الحیوان ' رسائل جن میں فرضی مناظرے ہیں ' مطبوعہ صورت میں ہیں ' اور ابھی حال میں اس کی ایک کتاب‌التاج مصر سے شائع ہوئی ہے - جاحظ کی کتاب‌البیان میں ہندوستان کے اصول بلاغت پر ایک مذمت ہے ' اور رسائل میں سے ایک میں ہندوستان کی خوبیاں درج ہیں - یہہ کتابیں مصر میں چھپی ہیں -

۲ - یعقوبی

اس کا نام احمد بن یعقوب بن جعفر ہے ' عباسی سلطنت میں یہہ دفتر انشا کا افسر تھا ' اس نے ہندوستان اور دوسرے ممالک کی سیر و سیاحت کی تھی - یہہ پہلا مسلمان مورخ تھا جس نے تمام دنیا کی قوموں کی

تاریخ عربی میں لکھی - سنہ ۲۸۷ ھ میں اس کا انتقال ہوا - اس کی دو کتابیں چھپی ہیں ' ایک تاریخ دو جلدوں میں ' اور دوسری جغرافیہ - تعجب ہے کہ اس نے جغرافیہ میں ہندوستان کا حال نہیں لکھا ' مگر تاریخ کی پہلی جلد میں اس نے سب سے پہلی دفعہ اُن کتابوں کا حال لکھا ہے جن کا ہندوستان کی زبانوں سے عربی میں ترجمہ ہوا - یہہ دونوں کتابیں لیڈن میں چھپی ہیں -

۳ - محمد بن اسحاق معروف بہ ابن ندیم

یہہ سنہ ۳۷۷ ھ میں موجود تھا ' بغداد کا رہنے والا تھا - اس نے اُن تمام کتابوں کے نام اور احوال لکھے ہیں جو اُس کے زمانہ تک کسی علم و فن میں عربی میں لکھی گئیں ' یا کسی دوسری زبان سے ترجمہ ہوئیں - اس میں ہندوستان کا بھی حصہ ہے - یہہ کتاب جرمن فاضل فلوگل (Flugel) کے اہتمام اور تصحیح سے لیپزگ میں سنہ ۱۸۷۱ ع میں شائع ہوئی -

۴ - ابو ریحان بیرونی

المتوفی سنہ ۴۳۰ ھ - اس نے کتاب‌الہند کے نام سے پوری کتاب ہی ہندوستان کے علوم و فنون پر لکھی ہے - پروفیسر زخاؤ کی محنت سے سنہ ۱۸۸۷ ع میں لندن میں چھپی ' انگریزی اور جرمنی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے -

٥ - قاضی صاعد اندلسی

یہہ اسپین کا باشندہ تھا ، اس کی کتاب کا نام طبقات الامم ہے - سنہ ۴۶۲ ھ (سنہ ۱۰۷۰ ع) میں وفات پائی - اُس نے اپنے عہد تک کی تمام متمدن قوموں کے اُن علوم و فنون کی تاریخ لکھی ہے جو عربی کے ذریعہ سے اُس تک پہنچے ہیں - اس میں ہندوستان کا بھی ایک باب ہے - اس کی یہہ کتاب بیروت کے کیتھولک مطبع میں سنہ ۱۹۱۲ ع میں چھپی تھی ، پھر مصر میں بھی چھپ گئی - میرے پیش نظر بیروت کا نسخہ ہے - دارالمصنفین اعظم‌گڈھہ نے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے* -

۶ - ابن ابی اصیبعہ موفق‌الدین

اپنے زمانہ کا مشہور حکیم و طبیب تھا ، اس کا داد سلطان صلاح‌الدین کا طبیب تھا - سنہ ۵۹۰ ھ (سنہ ۱۱۹۴ع) سے سنہ ۶۶۸ ھ (سنہ ۱۲۷۰ ع) تک اس کا زمانہ ہے اُس نے عیون الانباء فی طبقات الاطباء کے نام سے دنیا کی تمام متمدن قوموں کے مشہور طبیبوں کی سوانح‌عمریاں لکھی ہیں ، دوسری جلد میں ہندوستان کا بھی ایک باب ہے - کتاب مصر میں دو جلدوں میں چھپی ہے -

۷ - حضرۃالاستاذ علامہ شبلی نعمانی رحمۃاللہ علیہ

انہوں نے تراجم کے عنوان سے ایک مبسوط خطبہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی‌گڈھہ میں دیا تھا جو رسائل کے

ضمن میں چھپ چکا ہے - اس میں تفصیل کے ساتھہ اُن کتابوں کا ذکر تھا جو یونانی ' فارسی ' عبرانی ' سریانی ' وغیرہ زبانوں سے عربی میں ترجمہ ہوئیں - اسی ضمن میں ایک مختصر بیان اُن کتابوں کے متعلق بھی ہے جو سنسکرت سے عربی اور فارسی میں ترجمہ ہوئیں ' مگر اُس وقت تک چونکہ بعض پرانی کتابیں طبع نہیں ہوئی تھیں ' اور بعض ناقص تحقیقات کی تکمیل نہیں ہوئی تھی ' اس لئے خطبہ کا یہہ حصہ نا تمام سا تھا -

علمی تعلقات کا آغاز

برامکہ

اس سے پہلے کہ عرب و ھند کے علمی تعلقات پر گفتگو شروع کی جاے اُس خاندان کا ذکر کرنا چاھئے جس کی کوششوں سے یہہ تعلقات وجود میں آئے - عام طور سے عربی زبان میں یہہ خاندان برامکہ کے نام سے مشہور ہے - یہہ وہ خانوادہ ہے جس نے بغداد کی عباسی خلافت میں پچاس سال تک سنہ ۱۳۶ھ سے سنہ ۱۸۶ھ تک نہایت امن و امان، نظم و نسق، جود و کرم، اور اور بخشش و فیاضی کے ساتھہ وزارت کے فرائض انجام دئے، یہاں تک کہ بہت سے ایسے لوگ ھیں جو یہہ سمجھتے ھیں کہ خلافت عباسیہ کی نیکنامی، شہرت، اور حسن انتظام انھیں برمکی وزیروں کی بدولت تھا - انھیں کا ابر کرم تھا جس کی چھینٹوں سے بغداد کبھی باغ و بہار بن گیا تھا - پہلے عباسی خلیفہ سفاح سے لے کر پانچویں خلیفہ ھارون‌الرشید اعظم تک ان کے خاندان کے مختلف افراد نے وزارت کیا درحقیقت شہنشاھی کی - ان کے خاندان کا آغاز گو سفاح ھی کے زمانہ سے شروع ھوا، مگر ان کے اقبال کا آفتاب ھارون کے عہد میں اوج کمال تک پہنچ گیا، اور ابھی دوپہر ھی تھی کہ ھارون کے ھاتھوں یہہ ھمیشہ کے لئے ڈوب بھی گیا - ھارون رشید نے اس خاندان کو

جن اسباب سے تباہ و برباد کیا وہ ہمیشہ زیر پردہ رہے ' تاہم مورخوں نے یہہ ثابت کیا ہے کہ اس کا سبب صرف یہہ تھا کہ "برامکہ نے اپنی فیاضی اور نیک نامی سے تمام لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا - ساتھہ ہی ملک کی تمام اچھی اور عمدہ زمینیں اپنی جاگیر میں کرلی تھیں ' اور سلطنت کے جز و کل پر وہ ایسے حاوی ہو گئے تھے کہ اصل عباسی خاندان صرف انہیں کے رحم و کرم پر گویا باقی رہ گیا تھا - ایسی حالت میں اگر برامکہ کی بر وقت خبر نہ لی جاتی تو اسلامی دنیا میں ایک عظیم‌الشان تاریخی انقلاب پیش آتا اور عباسیہ ہمیشہ کے لئے مٹ جاتے - اس لئے عباسی خاندان کو بچانے کے لئے برمکی خاندان کو مٹانا ضروری تھا - اسباب جو کچھہ ہوں ' مگر بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ برامکہ ہی خاندان وہ خاندان تھا - جس کی سر پرستی میں مسلمانوں میں علم کلام ' فلسفہ ' طب ' معقولات اور دوسری قوموں کے علوم کے سیکھنے کا شوق پیدا ہوا -

برامکہ کون تھے ؟

عام طور سے مشہور ہے کہ برامکہ مجوسی تھے ' یعنی آتش پرست ایرانی تھے - بلخ میں نوبہار نام طرز چین کا بنایا ہوا ایک آتشکدہ تھا ' اسی آتشکدہ کے یہہ پیر مغاں تھے - جب مسلمانوں نے سنہ ۳۱ ھ (سنہ ۶۵۱ ع) میں بلخ کو فتح کیا تو یہہ آتش‌کدہ بھی اس آندھی میں سرد

ہو گیا - مگر کچھ دنوں کے بعد پھر اس کے شعلے بھڑکے، اور آخر سنہ ۸۶ھ (سنہ ۷۰۵ء) میں مشہور مسلمان سپہ سالار خراسان قتیبہ نے ہمیشہ کے لئے اس ملک کو اسلام کے دائرۂ حکومت میں داخل کر لیا - اس آتشکدہ کے پجاری جو قدیم بادشاہوں کے زمانہ سے بلخ اور اس کے آس پاس کی موقوفہ آبادی کے مالک و حاکم تھے، ان میں کچھ لوگ خود اپنی مرضی سے مسلمان ہو گئے، دمشق چلے آئے، اور پھر جب عربوں کی حکومت کا مرکز سنہ ۱۳۲ھ میں دمشق سے بغداد کو منتقل ہوا تو وہ بھی بغداد چلے آئے اور رفتہ رفتہ سلطنت اور حکومت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج کو طے کرتے ہوئے وزارت کے منصب تک پہنچے، اور کبھی کل دنیائے اسلام پر شاہی کی -

یہہ خاندان جو اس آتشکدہ کا دستور اعظم تھا، "برمک" کے لقب سے مشہور تھا - اسی برمک کی جمع "برامکہ" ہے، جس کے ساتھہ اس خاندان کی عزت و شہرت و ناموری قائم ہے - سوال یہہ ہے کہ لفظ "برمک" کی اصلیت کیا ہے؟ قدیم مؤرخوں اور لغت نویسوں نے ادھر توجہ نہیں کی ہے - بعد کے فارسی مؤرخوں اور لغت نویسوں نے اس کو "مکیدن" (چوسنا) کے فارسی مصدر سے جس پر کبھی "بر" کا زائد لفظ بڑھا کر برمکیدن کہہ سکتے ہیں، اس لفظ کی اصلیت تیار کی ہے، پھر اس لفظ کے سہارے سے ایک بے بنیاد کہانی کی ایک عمارت کھڑی کی ہے - کہتے ہیں کہ پہلا برمک

مسلمان ہو کر جب خلیفہ کے سامنے حاضر ہوا تو خلیفہ نے اُس کو ڈانٹ کر کہا کہ " تجھکو بادشاہوں کے دربار میں آنے کا بھی سلیقہ نہیں ' تو اپنے پاس زہر لے کر دربار میں آیا ہے - میرے پاس ایسے مہرے ہیں جن سے مجھکو معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کے پاس زہر ہے - " برمک اول نے عرض کی کہ " یہہ قصور بے شک ہوا ' میری انگوٹھی کے نیچے زہر ہے تا کہ اگر کبھی مجھہ پر ایسا وقت آ جائے کہ مجھے اپنی عزت بچانے کے لئے جان دینی پڑے تو میں اس انگوٹھی کو چوس لوں ' اور جان دے دوں - " چونکہ اُس کی زبان فارسی تھی اس لئے " چوس لوں " کو فارسی میں اُس نے " بومکم " کے لفظ سے ادا کیا - اس وقت سے اس کا نام ہی " برمک " ہو گیا ' (۱) - یہہ کہانی تمام تر جھوٹ ہے ' اور صرف فارسی قصہ نویسوں کی گپ ہے - دمشق کے دربار کی زبان ' فارسی نہ تھی ' عربی تھی ' علاوہ ازیں اس قصہ کا ما حصل یہہ ہوا کہ برمک کا لقب سنہ ۹۱ ھ میں پیدا ہوا ' حالانکہ عربی کے تمام مستند مورخوں نے یہی لکھا ہے کہ یہہ بلخ کے افسر پجاری کا پرانا لقب تھا -

بعض فارسی لغت نویسوں نے برمک کو کسی مقام کا نام قرار دیا ہے جس کی طرف نسبت کر کے لوگ

(۱) تاریخ ضیاء برنی ' روضۃ الصفا ' برہان قاطع -

اُن کو "برمکی" کہنے لگے (۱) - ایک عرب ادیب نے اس کی فیلالوجی اس سے بھی زیادہ دلچسپ بیان کی ' کہ بلخ کا یہہ معبد خانۂ کعبہ کے جواب میں بنایا گیا تھا ' اس لئے اس کے افسر کو "برمکہ" یعنی مکہ کا حاکم کہتے تھے ' اور اسی کا اختصار برمک ہے (۲) - ایک اور تشریح یاقوت کی معجم‌البلدان میں ہے کہ 'بر' کے معنی بیٹا ' اور "برمکا" کے معنی مکہ کا بیٹا (نو بہار کا لفظ) -

هماري زبان میں البرامکہ کے نام سے اس خاندان کي مشہور تاریخ لکھي گئي ہے - اس کے لائق مصنف نے اس لفظ کي اصلیت یہہ ظاہر کي ہے کہ برمک اصل میں برمغ تھا کہ 'مغ' جس کي جمع اردو شاعری میں بھی مغاں اور پیر مغاں مستعمل ہے ' آگ کے پجاری (آتش پرست) کو کہتے ہیں - اسی کی یوناني شکل مگوس اور عربي مجوس ہے ' اور 'بر' افسر کو کہتے ہیں ' اس لئے "برمغ" کے معني "رئیس مجوس اور سردار مجوس" کے ہوئے - ہم کو اس تشریح کے ماننے میں تامل نہیں ' بشرطیکہ یہہ ثابت ہو سکے کہ نوبہار کے علاوہ ملک ایران کے ہزاروں آتشکدوں میں سے کسي ایک کے افسر پجاري ' پروہت ' یا دستور کو اس نام سے پکارا گیا ہے - اس

(۱) برھان قاطع -
(۲) ربیع‌الابرار زمخشری -

تعریب کے ساتھ یہ لفظ فارسی میں اتنا عام ہوتا چاہئے تھا کہ اس کا استعمال فارسی شعروں میں بکثرت ہوتا اور اہل لغت کو معلوم ہوتا – مگر ان کی یہ پریشان کوئی ہی بتا رہی ہے کہ ان کو خود اس لفظ کی اصلیت کا علم نہ تھا – علاوہ اس کے برمغ اس لفظ کو عربی میں برمج یا زیادہ سے زیادہ برمک کہنا چاہئے تھا، نہ برمک، اور نہ اس کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے کہ فارسی غ کو عربی میں ک سے بدلا گیا ہے، ج سے البتہ بدلا ہوا ہے، جیسے چراغ سے سراج – ترکی نام ہلاکو کی اصل ہلاغو نہیں جیسا کہ سمجھا گیا ہے، بلکہ ہلاکو ہے، اور پھر تعجب نہیں کہ اس سفاک اور خونخوار بادشاہ کے نام کے لئے ہلاکو کا غلط تلفظ اسلئے بھی اختیار کیا گیا تاکہ عربی لفظ ہلاک (موت) کی طرف اس میں پرلطف تلمیح پوشیدہ رہے –

حقیقت یہ ہے کہ اس لفظ کی تشریح اس راز کے فاش ہونے پر موقوف ہے کہ بلخ کا یہ معبد کیا درحقیقت مجوسیوں کا آتشکدہ تھا؟ اور کیا اس خاندان کا مذہب اسلام سے پہلے آتش پرستی تھا؟ اس کا جواب ایرانیوں کی طرف سے تو یہی ملیگا کہ ایسا ہی ہے، یہ معبد آتشکدہ تھا، اور ان کا مذہب آتش پرستی تھا –

واقعہ یہ ہے کہ کسی غیر معمولی انسان کو اپنے میں شامل کرنے کا جذبہ ہر قوم میں ہے، کیا ایرانی

سکندر کو خفیہ ایرانی شاہی نسل سے نہیں قرار دیتے ؟ اور کیا مسلمانوں نے اپنے افسانوں میں رچرڈ شیر دل کو سلطان صلاح الدین ہی کے خاندان کی یادگار نہیں بنایا ؟ یہی حال برامکہ کا بھی ہوا - ایرانیوں نے تو ان کا نسب وسب جوڑ کو گشتاسپ کے وزیر جاماسپ تک پہنچا دیا ہے ' اور ثابت کیا کہ یہہ ایرانی وزارت کا پرانا خاندان تھا (۱) - عربوں نے اس کے برخلاف یہہ دعویٰ کیا کہ جعفر برمکی اول ' جس سے اس نسل کا عروج شروع ہوتا ہے ' وہ خراسان کے عرب سپہ سالار قتیبہ کا بیٹا تھا ' جعفر کی ماں لڑائی میں قتیبہ کے ہاتھہ لگی تھی ' اور صلح کے بعد حاملہ ہو کر گھر واپس گئی (۲) -

حسب و نسب کے ان متضاد بیانات سے یکسو ہو کر نفس اس عبادت گاہ کی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ کیا ایک آتشکدہ کی خصوصیتیں اس میں پائی جاتی تھیں ؟ آتشکدہ کے لئے سب سے پہلی چیز یہہ ہے کہ وہ آتشکدہ ہو ' یعنی اس میں آگ جلتی ہو - لیکن بلخ کے اس معبد کی نسبت سوائے پچھلے بے احتیاط لوگوں کے اور کسی نے ایسا نہیں لکھا - اس معبد کا سب سے قدیم اور پرانا حوالہ اس وقت ہمارے ہاتھہ میں بلاذری ہے ' مگر اس نے اس کی کوئی تفصیل نہیں دی ہے - اس کے بعد

---

(۱) سیاست نامہ و نزہۃ القلوب حمد اللہ مستوفی -

(۲) طبری و ابن اثیر -

مسعودی (سنہ ۳۳۰ ھ) اور ابن الفقیہ ہمدانی کا زمانہ ہے، پھر معجم البلدان یاقوت (سنہ ۶۲۶ ھ) اور آثار البلاد زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۲ ھ) کا بیان ہے – ابن الفقیہ اور یاقوت کا ابتدائی بیان حرف حرف ایک ہے، اور یاقوت کا اپنا بیان عمر بن الازرق سے ماخوذ ہے –

مسعودی کا بیان

مؤرخ مسعودی نوبہار کے حال میں لکھتا ہے کہ: " نو بہار کی عمارت نہایت بلند اور بلند تھی اور اس کے اوپر نیزوں پر سبز حریر کے جھنڈے لہراتے تھے، جن میں سے ہر جھنڈے کا کپڑا سو سو ہاتھ کے برابر ہوتا تھا – . . . اس کی چاروں طرف کی دیواریں بھی ایسی ہی بلند تھیں – اس کے جھنڈے کا ریشمی کپڑا اتنا بڑا تھا کہ دور تک جاتا تھا " (۱) –

آپ نے دیکھا، اس میں کہیں آگ کا ذکر نہیں، اور نہ عمارت کی یہ ترکیب اور نہ یہ جھنڈے آتشکدوں میں ہوتے ہیں –

ابن الفقیہ کا بیان

ابن الفقیہ ہمدانی کا بیان یہ ہے :—

" نوبہار – یہ برامکہ کی تعمیر تھی، ان کا مذہب بتوں کو پوجنا تھا، ان کو مکہ کا اور قریش کے مذہب

(۱) مروج الذہب ج ۴ ص ۴۸ (پیرس)–

کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بھی یہہ عبادتگاہ بنائی ' جس کا نام نوبہار ہوا ' جس کے معنی "نئے" کے ہیں - تو عجم (غیر عرب) اس کا حج کرتے تھے ' اس کو ریشم کا کپڑا پہنایا جاتا تھا ' اس پر ایک گنبد تھا ' جس کا نام "اشبت" تھا یہہ گنبد ۱۰۰ ہاتھہ لمبا ' اور سو ہاتھہ چوڑا تھا ' عمارت کی چاروں طرف اس کے پجاریوں کے رہنے کے لئے ۳۶۰ حجرے تھے - سال کے ہر دن کے لئے ایک پجاری ' اور اس کے افسر پجاری کا لقب برمک تھا ' یعنی مکہ کا دروازہ اور والی - تو ہر ایک کا لقب برمک ہوتا تھا - چین اور کابل کے بادشاہ اس مذہب میں تھے ' جب وہ یہاں آتے تھے ' تو بڑے بت کو سجدہ کرتے تھے " (۱) -

آپ نے خیال فرمایا کہ اس بیان میں بھی اس میں آگ ہونا مذکور نہیں ' بلکہ اس کے بجائے اس میں بتوں کا ذکر ہے ' جن کو آتشکدوں سے کوئی تعلق نہیں ' نہ مجوس و ایرانی بت کو پوجتے ہیں - پھر اس میں یہہ ہے کہ چین اور کابل کے بادشاہ کا وہی مذہب تھا - سب کو معلوم ہے کہ چین اور کابل میں آتش پرستی کبھی نہ تھی -

---

(۱) کتاب البلدان ص ۳۲۳ (لیڈن) -

یاقوت کا بیان

یاقوت رومی ایک متقدم مصنف کے حوالہ سے نقل کرتا ہے :—

" عمر بن ازرق کرمانی نے کہا ہے کہ برامکہ بلخ میں ہمیشہ سے معزز تھے ' اور (سکندر کے بعد) جو طوائف الملوکی یا تراج کا دور ایران میں آیا ' اس سے پہلے سے تھے — ان کا مذہب بتوں کی پوجا تھی ' (پھر مکہ کی مشابہت اور مقابلہ میں نوبہار کی تعمیر ہونا جیسا اوپر گذرا ہے بیان کیا ہے) — اس میں چاروں طرف بت کھڑے تھے ' اور ان کو ریشم کے کپڑے پہنائے جاتے تھے — نوبہار کے معنی نئی بہار کے ہیں ' کیونکہ ہر نئی بہار میں ان پر پھول کی نئی کلیاں چڑھائی جاتی تھیں — اہل فارس ان کا حج کرتے تھے ' اور اس کے سب سے بڑے گنبد پر جھنڈے کھڑے تھے ' اور اس گنبد کا نام استن تھا ' اور اس کی چاروں طرف ۳۶۰ کمرے تھے ' جن میں پجاری رہتے تھے — ہندوستان ' چین ' اور کابل وغیرہ کے بادشاہ اس مذہب میں تھے ' اور جاترے کو یہاں آتے تھے ' اور آکر بڑے بت کو سجدہ کرتے تھے — یہ اتنا بلند تھا کہ اس کے جھنڈے کا کپڑا اڑکر بلخ سے ترمز جاکر گرتا تھا — (۱)

---

(۱) معجم البلدان ج ۸ ص ۳۲۱ (مصر) لفظ نوبہار —

پھول کے چڑھاوے اور بہار کی خصوصیات یہہ سب فارسی لفظ "بہار" کی مناسبت سے گھڑ لی گئی ھیں، تا کہ نو بہار نام کی مناسبت ظاھر ھو -

قزوینی کا بیان

بلخ کے حال میں لکھتا ھے : "یہیں وہ عمارت تھی جس کا نام نو بہار تھا جو تمام بت خانوں میں سب سے بڑا بتخانہ تھا، (اس کے بعد وھی مکہ کی نقل و مشابہت کی کہانی ھے) اس کو ریشم اور جواھرات سے آراستہ کیا گیا تھا، اور اس میں بت کھڑے تھے، اور اھل فارس اور ترکوں کو اس سے عقیدت تھی، اور اس کا حج کرتے تھے، اور نذرانے چڑھاتے تھے - اس گھر کی لمبائی ۱۰۰ ھاتھہ اور چوڑائی ۱۰۰ ھاتھہ اور اونچائی ۱۰۰ ھاتھہ سے زیادہ تھی - برامکہ یہاں کے اصلی پجاری تھے ھندرستان کے راجہ اور چین کے خاقان یہاں آتے تھے (۱) اور سجدہ کرتے تھے"

وھار، بدھہ

ان تمام بیانات سے اس میں کوئی شک نہیں رھا جاتا کہ یہہ مجوسیوں کا آتشکدہ نہیں، بلکہ بودھوں کا وھار تھا، اور اسی وھار کی خرابی بہار ھے - نوبہار

---

(۱) آثارالبلاد قزوینی ص ۲۲۱ گوٹنجن -

اصل میں "نو وہار" ہے – وہار خاص بودھوں کے معبد اور خانقاہ کو کہتے ہیں، جس کی ایک مثال خود ہمارے ملک میں شہر "بہار" ہے، جو در اصل بودھوں کا وہار ہے – مسلمانوں نے اس کو اپنے فارسی لہجہ میں بہار کر لیا ہے – اسی نوبہار کے نام سے سندھ میں عربوں کی ابتدائی آمد کے زمانہ میں متعدد وہار تھے، اور ان کی جو کیفیت عرب مؤرخوں نے لکھی، وہ حرف حرف بلخ کے نوبہار پر پوری اترتی ہے –

بلاذری (سنہ ۲۳۷ھ) جو نہایت قدیم مؤرخ ہے، فتوح البلدان میں سندھ کی فتح کے حال میں لکھتا ہے کہ "دیبل میں ایک بہت بڑا بد (بودھوں کا معبد) تھا، جس کے اوپر ایک بہت بڑا ستون تھا، اور اس میں بہت بڑا سرخ جھنڈا تھا، جو اتنا بڑا تھا کہ جب ہوا چلتی تھی وہ پورے شہر کے اوپر لہراتا تھا – اور بد جیسا کہ (سندھ کے آنے جانے والے) لوگوں نے بتایا، اس عمارت کو کہتے ہیں جس میں ایک یا کئی بت ہوتے ہیں، ایک بہت بڑا مینار ہوتا ہے، اور کبھی اس مینار ہی کے اندر بت رکھا ہوتا ہے – اور ہر وہ چیز جس کی عبادت کے طور پر تعظیم کریں وہ بد ہے، اور بت بھی بد ہوتا ہے" (۱) – کیا اس بیان کے بعد بھی

(۱) فتوح البلدان ص ۴۳۷ مطبوعہ یورپ سنہ ۱۸۶۶ء –

اس یقین میں شک رہ جاتا ہے کہ بلخ کا یہہ نو بہار بودھوں کا بت خانہ تھا ' مجوسیوں کا آتشکدہ نہیں -

تعجب ہے کہ پرانے مورخوں کو چھوڑ کر یورپ کے نئے باخبر مؤرخوں کی بھی ادھر نظر نہ پڑی - وان کریمر نے برامکہ کو مزدکی بتایا (۱) ' اور پروفیسر براؤن جیسے محقق سے بھی یہہ حقیقت چھپی رہی ' وہ بھی نوبہار کو آتشکدہ اور برامکہ کو مجوسی کہتے ہیں (۲) ' لیکن دوران تحقیق میں یہہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ زخاؤ نے کتاب الہند کے انگریزی ترجمہ کے مقدمہ (ص ۳۱) میں نوبہار کی اصل "نو وہار" اور بودھہ خانقاہ بتائی ہے - موجودہ مستشرقین یورپ میں نے کم از کم ایک شخص ڈبلیو برتھالڈ (W. Barthold) نے انسائکلوپیڈیا آف اسلام کے مضمون برامکہ (جلد ۱ ص ۶۶۳) میں چند سطروں میں یہہ اشارہ کیا ہے کہ "نوبہار بودھوں کا نو وھار معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ایک چینی سیاح کا بیان ہے - اور ابن فقیہہ نے اس عبارت کی جو صورت لکھی ہے اس سے یہہ ثابت ہوتا ہے" - لیکن ان میں سے کسی نے نہ تو اس پر کوئی اور دلیل قائم کی ہے اور نہ اور کوئی

(۱) ترجمۂ انگریزی صلاح الدین خدابخش -

(۲) لٹریری ہسٹری آف پرشیا ' جلد ۱ صفحہ ۲۵۹ -

ثبوت بہم پہنچایا ہے، پھر اسی کے ساتھ اس غلطی کا بدستور ارتکاب کیا ہے کہ برامکہ کو ایرانی نسل کا مجوسی مانا ہے اور یہ کہ ایرانیوں نے اس کو آتشکدہ بنا لیا تھا۔

لیکن میرے نزدیک یہ قطعاً غلط ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ برامکہ بودھ مذہب کے پیرو تھے، اور ان کا اصل تعلق ہندوستان سے تھا، نہ کہ ایران سے۔ سچ ہے کہ برامکہ زمانہ کے بعض ہجوگو شاعروں یا بدظن لوگوں نے صریحاً ان کو مجوسیت کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن اس کا سبب یہ ہے کہ عربوں کو عجم کے باشندوں میں مجوسیوں کے سوا کوئی اور مذہب اور قومیت معلوم نہ تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایرانیوں اور برمکیوں کی سیاست کا اقتضا یہ تھا کہ وہ آپس میں متحد بن کر ایک دوسرے کے معین و مددگار بنے رہیں، گو کہ آخر تک یہ تعاون دونوں سے نہ نبھ سکا۔ اور یہی سبب برامکہ کے زوال کا ہوا۔

بہر حال میرے اس دعویٰ پر کہ نوبہار بودھوں کا معبد، اور برامکہ در اصل بودھ تھے، حسب ذیل شہادتیں ہیں:

(الف) نوبہار کبھی کسی مجوسی بت خانہ کا نام نہ تھا۔ اس کے برخلاف یہ بودھوں کے معبد کا مشہور نام ہے، اور خود اسی نوبہار کے نام

سے سندھ میں بودھوں کے معبد اسی زمانہ میں موجود تھے ۔ (۱)

(ب) عرب جغرافیہ نویسوں اور معتبر مورخوں نے اس معبد کی جو کیفیت بیان کی ہے وہ پوری پوری بودھ معبد کی تصویر ہے ۔

(ج) ساتویں صدی عیسوی کے ایک چینی سیاح ہوان کنگ نے بلخ کے اس معبد کا ذکر کیا ہے (۲) ' اور یہہ زمانہ کنگ تقریباً وہ ہوگا جب عرب فاتح یہاں پہنچ چکے ہیں ' یا پہنچنے والے ہونگے ' ۔

(د) مسعودی اس نوبہار کے حال میں کہتا ہے کہ " بعض روایت اور تحقیق والے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ اُنہوں نے نوبہار کے دروازہ پر فارسی میں ایک کتبہ پڑھا جس میں لکھا تھا : " بوذاسف کا قول ہے کہ بادشاہوں کے دروازے تین خصلتوں کے محتاج ہیں ' عقل اور صبر ' اور مال " ۔ اُس کے نیچے کسی نے عربی میں لکھہ دیا تھا کہ " بوذاسف نے غلط کہا جس میں ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی ہو وہ بادشاہ کے دروازہ پر کیوں جاے گا ؟ " (۳) محققین کو اس میں کوئی شبہہ

---

(۱) ترجمہ انگریزی چچ نامہ الیٹ جلد اول ص ۱۵۰ ۔

(۲) انسایکلوپیڈیا آف اسلام ج ۱ ص ۶۶۳ ۔

(۳) مروج الذھب ج ۴ ص ۴۹ (پیرس) ۔

نہیں ہے کہ اہل عرب بدھ ہی کو بوذاسف کہتے تھے (۱) ۔ اب اگر یہ بودھوں کا معبد نہ ہوتا بلکہ مجوسیوں کا ہوتا تو اس کے صدر دروازہ پر بودھ کا مقولہ کیوں لکھا ہوتا ؟

(ہ) بلخ خراسان کا ایک شہر ہے اور اس ملک کا مذہب اسلام سے پہلے گذشتہ اور موجودہ دونوں محققوں کے نزدیک بودھ مت تھا ۔ چنانچہ ابن ندیم نے بھی خراسان کی ایک پرانی تاریخ کے حوالہ سے یوں لکھا ہے کہ "اسلام سے پہلے خراسان کا مذہب بودھ کا تھا" ۔ (۲)

(و) برامکہ کے اسلام کے حال میں مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ "نوبہار کے پجاری کا جو مذہب تھا وہی مذہب ہندوستان ، چین ، اور ترکوں کے بادشاہ کا تھا" (۳) ۔ سب کو معلوم ہے کہ ہندوستان ، کابل ، چین ، اور ترکستان کا مذہب بودھ مت تھا ، آتش پرستی اور مجوسیت نہیں ۔

(ز) یاقوت میں ایک پیشرو مورخ عمر بن ازرق کرمانی کے حوالہ سے ہے (یہ کرمانی یقیناً تیسری چوتھی صدی کا آدمی ہے کیونکہ بعینہ یہی عبارت ابن الفقیہ میں ہے

(۱) کتاب الفہرست ابن ندیم ص ۳۴۵ مع حواشی فلوگل ۔
(۲) کتاب الفہرست ابن ندیم صفحہ ۳۴۵ ۔
(۳) ابن الفقیہ ، قزوینی اور یاقوت کے حوالے اوپر گذر چکے ۔

جو چوتھی صدی کے وسط میں تھا -) جب حضرت عثمان کے زمانہ میں بلخ فتح ہوا تو نوبہار کا متولی برمک بھی خلافت کے دربار میں گیا ، اور وہاں وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گیا - جب وہاں سے بلخ واپس آیا تو لوگ اُس کے تبدیل مذہب سے بہت برہم ہوئے اور اس کو معزول کرکے اس کی جگہ اس کے بیٹے کو متولی مقرر کیا - پھر نیزک طرخان (شاہ ترکستان) نے اس کو لکھا کہ اسلام چھوڑ کر پھر اپنے مذہب میں واپس آ جاؤ - اس نے جواب دیا میں نے اپنی مرضی سے اسلام کو قبول کیا ہے اور اس کو اچھا سمجھ کر قبول کیا ہے - اس کو چھوڑ نہیں سکتا - طرخان نے اس پر حملہ کرنا چاہا مگر برمک کی دھمکی سے وہ اس وقت چپ ہو گیا ، مگر بعد کو دھوکے سے اس نے اس کو اور اس کے ساتھ اس کے دس بیٹوں کو بھی قتل کر دیا ، صرف ایک کمسن لڑکا بچ گیا " -

سوال یہ ہے کہ اگر نوبہار آتشکدہ ہوتا اور برامکہ مجوسی ہوتے تو ترک بودھوں کے بادشاہ طرخان کو اس پر غصہ کیوں آتا ؟ اور وہ اس کے اور اس کے خاندان کے درپے کیوں ہوتا ؟

(ح) برمک اور اس کی اولاد کے قتل ہو جانے کے بعد برمک کی بیوی اپنے کمسن بچہ کو لیکر بھاگ گئی اور بھاگ کر کشمیر آئی ، چنانچہ اس کمسن بچہ نے

کشمیر ہی میں تعلیم و تربیت پائی اور یہیں علم طب اور نجوم اور ہندوستان کے دوسرے علوم سیکھے، اور وہ اپنے باپ دادوں کے مذہب پر رہا - اتفاق سے ایک زمانہ میں بلخ میں طاعون آیا، وہاں کے لوگوں نے سمجھا اپنے دین کے چھوڑ دینے کی وجہ سے یہہ بلا اُن پر آئی، چنانچہ نوجوان برمک کو کشمیر سے بلخ بلوا کر نئے سرے سے نوبہار کی آرایش کی - (۱)

بلخ سے کشمیر بھاگ کر آنے کی اور یہاں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی کوئی وجہ سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ اس خاندان کا تعلق ہندوستان سے تھا اور ان کا مذہب بودھہ تھا، جس کا ایک مرکز کشمیر بھی تھا، ورنہ ان کے لئے آسان تھا کہ وہ ترکوں کے ظلم و ستم سے بھاگ کر اپنے ہم‌وطنوں اور ہم‌مذہبوں کے پاس ایران چالے یا مسلمانوں کے پاس آکر پناہ لیں - پھر ایک مجوسی لڑکے کی تعلیم و تربیت دوسرے ملک اور مذہب میں کیا ہو سکتی ہے، اور یہاں اُس کو اپنے مذہب کی کیا تعلیم ملتی ؟

(ط) یہہ تو اس خاندان کے ہندوستان کے ساتھہ تعلق کا واقعہ اُس کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے - اسلام

(۱) دیکھو معجم البلدان یاقوت لفظ "نوبہار" اور کتاب البلدان ابن الفقیہ صفحہ ۳۲۳ (لیڈن) -

لانے کے بعد اس خاندان نے ہندوستان کے ساتھہ اپنے تعلقات کو اور زیادہ مضبوط کر دیا' ہندوستان کے پنڈتوں کو عراق میں بلوا کر اپنے درباروں میں جگہ دی' سندھہ کے غالباً بودھہ عالموں اور طبیبوں کو بلوا کر اُس نے بغداد کے دارالترجمہ اور شفاخانوں میں مقرر کیا' ہندوستان مذہبوں اور دواؤں کی تحقیقات کے لئے وفد بھیجا - ابن ندیم کتاب الفہرست میں جو سنہ ۳۷۷ھ کی تصنیف ہے کہتا ہے :

> "عربوں کے دور حکومت میں ہندوستان کے معاملہ سے جس نے زیادہ دلچسپی لی وہ یحیی ابن خالد برمکی اور برامکہ کی جماعت ہے' جس کی دلچسپی اور اہتمام ہندوستان کے معاملہ کے ساتھہ اور وہاں کے پنڈتوں اور ویدوں کو ہندوستان سے بغداد بلوانے میں (مشہور ہے) -" (۱)

اگر یہہ لوگ ایرانی مجوسی ہوتے تو ان کی اس توجہ اور سرگرمی کا مرکز ہندوستان کی بجائے ایران ہونا چاہئے تھا -

---

(۱) کتاب الفہرست ص ۳۴۵ لیزگ (سنہ ۱۸۷۱ع)

(ی) سب کے آخر یہہ کہ برمک جوان کا خاندانی نام اور نوبہار کے متولی اور بڑے پجاری کا امتیازی لقب تھا وہ سنسکرت زبان کا لفظ پرمک ہے – ڈاکٹر زخاؤ جو خود سنسکرت کے ماہر ہیں وہ لکھتے ہیں کہ اس لفظ کے سنسکرت میں معنی برتر اور بڑے مرتبہ والے کے ہیں – ہم نے بھی سنسکرت جاننے والوں سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی تصدیق کی –

(ک) نوبہار کی عمارت میں جو بہت بڑا "قبہ" یا گنبد بنا ہوا تھا، اُس کا نام تھوڑے تھوڑے فرق سے مختلف نسخوں میں مختلف طور سے لکھا ہوا پایا گیا ہے – یاقوت کے مصری نسخہ میں "استن" اس کا نام بتایا گیا ہے – یورپ کا نسخہ اس وقت میرے پاس نہیں، مگر ابن الفقیہ کا جو لیڈن کا چھپا ہوا نسخہ میرے سامنے ہے، اُس میں اصل متن میں تو اس کا نام "آسبت" لکھا گیا ہے – مگر مشہور فاضل دی غوجی (De Goeje) اُس کے ایڈیٹر نے اس کی حسب ذیل شکلیں مختلف نسخوں کے حوالہ سے لے کر لکھی ہیں : "استن" "است" "اسبت" – میرے خیال میں یہہ صحیح لفظ "آستپ" ہے اور یہہ بودھہ لفظ "ستوپ" کا فارسی و عربی تلفظ ہے – سب جانتے ہیں کہ "ستوپ" بودھوں کا وہ خاص معبد کہلاتا ہے جس میں بودھہ کی راکھہ یا سمادھی رکھی گئی تھی – ایسی عمارتیں

ہندوستان میں بھی کئی نکل چکی ہیں، اور آثار قدیمہ نے ان کی کھدائی پوری طرح یہاں کی ہے - یہاں بھی فارسی لفظی مشابہت نے دھوکا دیا ہے - فارسی میں "استن" کھمبے کو کہتے ہیں، جس کی دوسری فارسی شکل ستون ہماری زبان میں بھی ہے - اسی لئے لکھنے والوں نے اپنے خیال کے مطابق "استب" کو بے معنی سمجھکر اس کو فارسی کر دیا ہے کہ اس کے کچھہ معنی ہو جائیں، مگر اس سے زیادہ بے معنی بات کیا ہو گی کہ کسی قبہ یا گنبد کا نام ستون اور کھمبا رکھا جائے -

ہم نے ایک جزئی مسئلہ پر نہایت تفصیل سے گفتگو کی ہے - شاید ہم پر بے موقع طول کلام کا الزام قائم کیا جائے مگر اس اہمیت کو اگر خیال میں رکھا جائے جو اس تحقیق کی روشنی میں اس مسئلہ کی نظر آتی ہے تو میرا یہہ جرم بہت ہلکا ہو جائےگا اور نظر آئےگا کہ میرے اس نظریہ کے ثبوت کے بعد برامکہ کے عہد وزارت کی وہ تمام علمی سر گرمیاں علوم و فنون کی سر پرستیاں، شعر و سخن کی قدردانیاں، ہندوستان کی طلب اور پنڈت کو عربی میں منتقل کرنے کی کوششوں کی داد ایران کی بجائے آئندہ آریاورت ہندوستان کے حصہ میں آجائیگی اور یہہ ہندوستان کا معمولی کارنامہ نہ ہوگا -

عربی زبان کی سب سے بڑی انسائکلوپیڈیا ابن فضل اللہ العمری مصری کی مسالک الابصار فی ممالک الامصار

ہے، جس کی پہلی جلد ابھی شائع ہوئی ہے۔ اس میں نوبہار کی تاریخ و کیفیت ان الفاظ میں بیان کی ہے: (۱)

"نوبہار کو منوچہران (کے راجہ) منکو شہر نے بلخ میں بنایا۔ یہاں وہ ستارہ پرست آتے تھے جو چاند کو پوجتے تھے، اور اس کے متولی کا نام برمک ہوتا تھا۔ فارس کے بادشاہ اس کی اور اس کے متولی کی عزت کرتے تھے۔ انھیں میں یہ منصب خالد بن برمک کے باپ کو ملا، اور اسی لئے ان کو برامکہ کہتے ہیں۔ یہ بہت بلند عمارت تھی جو ریشمی کپڑے سے ڈھانکی جاتی تھی اور اس سے ریشمی کپڑے کے سو سو ہاتھ کے جھنڈے اس پر اڑتے تھے۔ اس پر بہت عمارتیں اٹھی ہوئی تھیں ...

([illegible] گفتگو ہے۔ مگر اس میں صرف ایک غلطی یہ ہے کہ بودھ مت کی جگہ سوامنت ہے جو غلط ہے۔)

(۱) معجم البلدان جلد اول ص ۲۲۳ (مصر)

اس بیان میں اس کے بنانےوالے کا نام "ہندی" ظاہر کرنا ہمارے دعوی پر ایک مزید شہادت ہے - اس بیان میں اس کو چاند کے پوجنےوالوں کا معبد کہا گیا ہے ' مگر بہرحال آتشکدہ نہیں - اس کا چاند کا معبد ہونا بھی ہندوستان کی طرف اشارہ ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک ہندو کی اصل اندو ہے ' جو چاند کو کہتے ہیں ' اور اسی نسبت سے اس ملک کا یہہ نام پڑا ہے ' (۱) - یہہ وہ شواہد ہیں جن کو ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں - ان شواہد سے ہندوستان اور عرب کے علمی تعلقات کا وہ گمشدہ حلقہ مل جاتا ہے جس سے برامکہ اور ہندوستان کے علمی تعلقات کی زنجیر پوری استوار ہو جاتی ہے اور یہہ راز کھل جاتا ہے کہ برامکہ کو خاص کر ہندوستان کے علوم و فنون سے کیوں اتنا ذوق تھا اور وہاں کے پنڈتوں سے اس میل جول اور ارتباط کے اسباب کیا ہیں ؟

گذشتہ تقریر سے عرب اور ہندوستان کے تجارتی تعلقات کی پوری تشریح ہو چکی ہے ' لیکن واقعہ یہہ ہے ہندوستان اور عرب کے درمیان تجارت کے علاوہ دوسرے اغراض سے بھی آمد و رفت کے تعلقات پہلی صدی ہجری

---

(۱) زبدۃالصحائف فی سیاحۃالمعارف مصنفہ نوفل آفندی (یہہ اسی زمانہ کی ایک شامی عیسائی فاضل کی تصنیف ہے) ص ۹۳ -

کے آخر سے شروع ہو چکے تھے، چنانچہ جب محمد قاسم (سنہ ۹۲ھ) سندھ کے حملہ میں ایک قصبہ میں پہنچا ہے تو معلوم ہوا کہ وہاں کے باشندے بدھ مت کے دو بھکشوؤں* کو عراق کے گورنر حجاج کے پاس بھیج کر پہلے ہی سے مصالحت اور امن و امان کی سند حاصل کر چکے ہیں — اس کے بعد جب خلافت کا مرکز شام سے ہٹ کر عراق آ گیا یعنی امویوں کے بجائے عباسیہ اسلام کے تخت حکومت پر بیٹھے تو سندھ اور عراق کے قرب نے فارس کی خلیج میں ان دونوں قوموں کے درمیان اتحاد کا ایک نیا سلسلہ پیدا کر دیا — سفاح کی دو تین سال کی حکومت کے بعد عباسی خاندان کا دوسرا خلیفہ منصور سنہ ۱۳۶ھ میں بادشاہ ہوا، سنہ ۱۴۹ھ میں پایۂ تخت کی تعمیر ختم ہوئی، اور بغداد آباد ہوا، اور اس کے آٹھ برس کے بعد یعنی سنہ ۱۵۴ھ سے عرب و ہند کے علمی تعلقات کا باقاعدہ آغاز ہوا —

سنسکرت سے ترجمہ کا آغاز

عربوں میں دوسری زبانوں سے علمی کتابوں کے ترجمہ کرانے کا خیال پہلی صدی ہجری کے وسط سے ہو چکا تھا، مگر چونکہ اب تک حکومت کا مرکز شام تھا اسلئے یونانی و سریانی زبانوں کا غلبہ رہا — لیکن جب عراق میں عباسی خلافت کا تخت بچھا — تو

ہندوستان اور ایران کی زبانوں کو بھی اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملا - چنانچہ جب منصور کی علم‌دوستی کا چرچا پھیلا تو سنہ ۱۵۴ ھ (۷۷۱ ع) میں سندھ کے ایک وفد (ڈیپوٹیشن) کے ساتھ ہیئت اور ریاضیات کا ایک فاضل پنڈت سنسکرت کی سدھانت لے کر بغداد پہنچا (۱)، اور خلیفہ کے حکم سے دربار کے ایک ریاضی‌داں ابراہیم فزاری کی مدد سے اس نے اس کا ترجمہ عربی میں کیا (۲) - یہہ پہلا دن تھا کہ عربوں کا ہندوستان کی قابلیت اور دماغ‌داری کا اندازہ ہوا، پھر ہارون نے اپنے علاج کے لئے یہاں سے وید بلوائے، جنہوں نے عربوں میں ہندوستان کی علمی عظمت اور بڑائی کی دھاک بٹھا دی - اس کے بعد برامکہ کی سرپرستی میں طب، نجوم، ہیئت، اور ادب و اخلاق کی کتابوں کا ترجمہ سنسکرت سے عربی میں ہوا - اس نے ہندوستان کی شہرت اور نیک‌نامی کو اور چار چاند لگا دئے -

عربوں میں ہندوستان کی وقعت

یہہ دکھانے کے لئے کہ ان ترجموں کے ذریعہ سے عربوں کے دلوں میں ہندوستان کی قدر و منزلت کتنی پیدا

---

(۱) کتاب الہند بیرونی ص ۲۰۸ (لندن) -

(۲) اخبارالحکماء قفطی ص ۱۷۷ (مصر) -

ہو کئی نوں عربی کے دو تین پرانے مصنفوں کے خیالات آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ ان میں سے پہلا شخص جاحظ ہے۔ یہ مشہور انشاپرداز، فلسفی اور متکلم تھا۔ بصرہ کے باشندہ ہونے کے سبب سے ہندوستان سے اس کے تعلقات بھی تھے (۱)۔ سنہ ۱۵۵ھ میں اس نے وفات پائی۔ اس کا ایک رسالہ اس بحث پر ہے کہ دنیا کی گوری اور کالی قوموں میں بڑھکر کون ہے؟ وہ اپنا فیصلہ کالی قوموں کے حق میں دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ لکھتا ہے:

لیکن ہندوستان کے باشندوں کو ہم نے ان کو پایا ہے کہ وہ نجوم (نجوم) اور حساب میں بڑھے ہوئے ہیں اور ان کا ایک خاص ہندی خط ہے، اور طب میں بھی وہ آگے ہیں، اور طب کے بعض عجیب بھید ان کو معلوم ہیں، اور سخت بیماریوں کی دوائیں خاص طور سے ان کے پاس ہیں۔ پھر مجسموں اور تصویر بنانا، رنگوں سے تصویر بنانا، اور معمار وغیرہ میں ان کو کمال ہے۔ پھر شطرنج کے وہ موجد ہیں۔

(۱) اس سلسلہ میں عمرو بن بحرالجاحظ کا حال۔

جو ذہانت اور سوجھ کا بہترین کھیل ہے ـ تلواریں عمدہ بناتے ہیں اور ان کے چلانے کے سب کرتب جانتے ہیں ـ زہر اتارنے اور درد دور کرنے کے منتر جانتے ہیں ـ ان کی موسیقی بھی دلپسند ہے، ان کے ایک ساز کا نام کنکلہ (۷) ہے، جو کدو پر ایک تار کو تان کر بجاتے ہیں، اور جو ستار کے تاروں اور جھانجھ کا کام دیتا ہے ـ ان کے ہاں ہر قسم کا ناچ بھی ہے، .... ان کے ہاں مختلف قسم کے خط ہیں، شاعری کا ذخیرہ بھی ہے، اور تقریروں کا حصہ بھی ہے ـ طب، فلسفہ، اور ادب و اخلاق کے علوم بھی ان کے پاس ہیں ـ انہیں کے ہاں سے کلیلہ دمنہ کتاب ہمارے پاس آئی ـ ان میں رائے اور بہادری ہے اور جو بعض خوبیاں ان میں ہیں چینیوں میں بھی نہیں ـ ان میں صفائی اور پاکیزگی کے بھی اوصاف ہیں، خوبصورتی، نمکینی، اور خوش‌قامتی اور خوشبوئی بھی ہے ـ اور انہیں کے ملک سے بادشاہوں کے پاس وہ عود آتی ہے جس کی

نظیر نہیں ، اور فکر کا علم انہیں کے پاس سے آیا ہے ، اور ان کو ایسے منتر معلوم ہیں جن کو یہہ زہر پر پڑھہ دیں تو زہر بیکار ہو جائے ، پھر نجوم کے حساب کے وہی موجد ہیں - ان کی عورتوں کو گانا ، اور مردوں کو پکانا خوب آتا ہے - صراف اور روپے کے کاروبار کرنےوالے اپنے کیسے اور خزانے ان کے سوا اور کسی کے حوالہ نہیں کرتے - چنانچہ (عراق میں) صراف ہیں ، سب کے ہاں خزانچی خاص سندھی ہوگا ، یا کسی سندھی کا لڑکا ہوگا ، کیونکہ ان کو حساب و کتاب اور صرافی کے کاموں سے فطری مناسبت ہے ، پھر یہہ ایماندار اور وفادار ملازم بھی ہوتے ہیں (۱) " -

دوسرا شخص یعقوبی ہے جو سیاح ، مورخ ، اور فاضل بھی تھا - کہتے ہیں کہ ہندوستان بھی آیا تھا - تقریباً سنہ ۲۷۸ ھ میں وفات پائی ، اپنی تاریخ میں ہندوستان کی افسانہ‌نما تاریخ لکھکر لکھتا ہے :

---

(۱) رسالۃفخرالسودان علی‌البیضان جاحظ : مجموعہ رسائل جاحظ ص ۸۱ مطبوعہ سنہ ۱۳۲۴ ھ (مصر) -

"اور هندوستان کے لوگ عقل اور غور والے
هیں ' اور وہ اس حیثیت سے سب
قوموں سے بڑھ کر هیں - جوتش اور
نجوم میں ان کی باتیں سب سے زیادہ
درست نکلتی هیں ' سدهانت انهیں کی
ذهانت کا نتیجہ ھے ' جس سے یونانیوں
اور ایرانیوں تک نے فائدہ اٹھایا - طب
میں ان کا فیصلہ سب سے آگے ھے -
اس فن میں ان کی کتاب چرک اور
ندان ھے......اور بھی طب میں ان کی
کئی کتابیں هیں - منطق اور فلسفہ
میں ان کی تصنیفات هیں ' اور بہت
سی ان کی تصنیفات هیں جن کی
بڑی تفصیل ھے" (۱)

تیسرا بیان ابوزید سیرافی کا ھے جو تیسری صدی کے
آخر میں تھا - وہ لکھتا ھے :

"هندوستان کے اهل علم برهمن کہلاتے هیں
اور ان میں شاعر بھی هیں جو
بادشاهوں کے درباروں میں رهتے هیں اور
جوتشی اور فلاسفر اور فال کھولنے والے

---

(۱) تاریخ ابن واضع یعقوبی جلد ۲ ص ۱۰۵ (لیڈن) -

اور بازیگر ہوتے ہیں اور یہہ قنوج میں
زیادہ ہیں ' جو جوز کی مملکت میں
بڑا شہر ہے -" (ص ۱۲۷)

الغرض خلیفہ منصور اور ہارون الرشید کی سرپرستیوں اور برامکہ کی قدردانیوں اور فیاضیوں کی بدولت ہندوستان کے بیسیوں پنڈت اور وید بغداد پہنچے ' اور سلطنت کے طبی اور علمی محکموں میں مصروف ہوئے ' اور حساب ' نجوم ' ہیئت ' طب ' اور ادب و اخلاق کی بہت سی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا - افسوس یہہ ہے کہ ان پنڈتوں کے ہندی نام عربی لب و لہجہ میں جاکر ایسے بدل گئے ہیں کہ آج گیارہ بارہ سو برس کے بعد ان کا صحیح تلفظ کرنا بالکل محال ہوگیا ہے ' اور شاید اس کی ایک وجہ یہہ بھی ہے کہ میرے گمان میں یہہ لوگ زیادہ تر بودھ مت کے پیرو تھے ' اور اس زمانہ کے ناموں کے انداز موجودہ ویدک ناموں سے مختلف ہیں ' پھر ان میں سے بعض نام ایسے بھی ہیں جو نام نہیں ' بلکہ لقب ہیں - ان ہندی ناموں کی عربی میں ایسی ہی کایا پلٹ ہوئی ہے جیسی عربی ناموں کی یورپ کی زبانوں میں -

پنڈتوں اور ویدوں کے نام

بہر حال عربوں کی تحریروں میں ہندوستان کے جن پنڈتوں اور ویدوں کے نام آئے ہیں وہ یہہ ہیں : بہلہ '

منکا ' بازیگر (بجے کر ؟) قلبرقل (کلپ رائے کل ؟) سندباد — یہہ نام جاحظ (سنہ ۲۵۵ ھ) نے لئے ہیں ' اور انکے نام لکھہ کر اوروں کے نام فلاں فلاں کہکر چھوڑ دئے ہیں اور لکھا ہے کہ ان کو یحیی بن خالد برمکی نے ہندوستان سے بغداد بلوایا تھا — یہہ سب طبیب اور وید تھے — (۱)

ابن ابی اصیبعہ نے ان ویدوں میں سے منکا اور بہلہ کے بیٹے کا جو شاید مسلمان ہو گیا تھا ' اور جس کا صالح نام تھا ' ذکر کیا ہے — ابن ندیم نے ایک اور نام ابن دھن لکھا ہے ' اور یہی تینوں بغداد میں اُس زمانہ کے مشہور وید تھے — دوسری جگہ جن ہندوستانی عالموں کی طب اور نجوم کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں ان کے یہہ نام گنائے ہیں : باکھر ' راجہ ' مکہ ' داہر ' انکو ' زنکل ' اریکل ' جبہر ' اندی ' جباری — (۲)

منکہ یا منکا

ابن ابی اصیبعہ نے اپنی تاریخ‌الاطباء میں لکھا ہے کہ یہہ طب اور علاج میں بہت ماہر تھا — ایک دفعہ ہارون‌الرشید سخت بیمار پڑا ' بغداد کے تمام‌اطباء اس کے علاج سے عاجز آگئے ' تو ایک شخص نے ہندوستان کے اس

---

(۱) کتاب‌البیان ص ۴۰ (مصر) —

(۲) فہرست ابن ندیم — ذکر کتب طب و نجوم —

طبیب کا ذکر کیا ، چنانچہ سفر خرچ بھیجکر وہ بلوایا گیا - اس کے علاج سے خلیفہ کو صحت ہوئی - خلیفہ نے اس کو انعام و اکرام سے مالامال کردیا - پھر یہہ دارالترجمہ میں سنسکرت کی کتابوں کے ترجمہ پر مقرر ہوا (۱) - کیا ہم منکہ نام کو مانک سمجھیں ؟

صالح بن بہلہ

یہہ بھی ہندوستانی طب کا ماہر تھا - ابن ابی اصیبعہ نے اس کو بھی ہندوستان کے اُن ماہر طبیبوں میں داخل کیا ہے جو بغداد میں تھے - ایک موقع پر جب خلیفہ ہارون رشید کا چچازاد بھائی سکتہ میں بیمار ہو گیا تھا ، اور دربار کے مشہور یونانی عیسائی طبیب جبرئیل بختیشوع نے اس کی موت کا حکم لگا دیا ، تو جعفر برمکی نے اس ہندی وید کو پیش کیا ، اور اسی وید کے علاج کا مشورہ دیا - خلیفہ نے قبول کیا ، اور اس نے بڑے معرکہ کا علاج کیا - (۲)

ابن دھن

یہہ برمکیوں کے شفاخانہ کا افسر اعلی تھا ، اور یہہ بھی ان لوگوں میں تھا جو سنسکرت سے عربی میں

---

(۱) تاریخ الاطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) و فہرست ابن ندیم ص ۲۴۵ -

(۲) تاریخ الاطباء جلد ۲ ص ۳۲ (مصر) -

کتابوں کے ترجمہ پر مامور تھے (۱) - پروفیسر زخاؤ نے "انڈیا" کے مقدمہ میں دھن کے نام کی اصلیت جاننے کی کوشش کی ہے - ان کی تحقیق کا نتیجہ یہہ ہے کہ "یہہ نام دھلیا یا دھان ہوگا - یہہ نام غالباً اس لئے اختیار کیا گیا ہو کہ اس کو لفظاً دھلونتری سے مشابہت ہے، جو منو شاستر میں دیوتاؤں کے طبیب کا نام بتایا گیا ہے" - (۲)

سنسکرت سے عربی میں حسب ذیل علوم کی کتابیں نقل کی گئیں : حساب، نجوم، طب، ہیئت، اخلاقی افسانے اور کہانیاں، سیاست اور راجنیت، کھیل اور تماشے -

حساب

اهل عرب کا متفقہ بیان ہے کہ انہوں نے ۱ سے ۹ تک کے حسابی رقم (ہندسہ) لکھنے کا طریقہ ہندوؤں سے سیکھا (۳)، اور اسی لئے اهل عرب اس کو حساب ہندی

(۱) فہرست ابن ندیم ص ۲۴۳ -

(۲) صفحہ ۳۳ - مقدمہ ترجمہ انگریزی -

(۳) - رسائل اخوان الصفا جو چوتھی صدی میں مرتب ہوئے - فصل فی معرفۃ بدایۃ الحروف، و خلاصۃ الحساب بہاءالدین عاملی مطبوعہ کلکتہ ۱۶ ، اور اس کی شرح از مولوی عصمت اللہ، و کشف الظنون چلپی، و مفتاح السعادۃ طاشکری زادہ (علم الحساب) و کتاب الہند بیرونی ص ۹۳ ، مطبوعہ لندن -

یا ارقام هندیه کہتے هیں - عربوں سے یورپ کی قوموں نے سیکھا ، اسی لئے ان کی زبانوں میں اس کا نام " ارقام یا اعدادیه عربیه " (عربک فیگرز) هے - ٹھیک وہ زمانه نہیں معلوم جس میں عربوں نے یہه طریقه هندوؤں سے سیکھا ، مگر خیال یہی هے که سنه ۱۵۶ میں سندهه سے جو پنڈت سدهانت لے کر منصور کے دربار میں بغداد آیا تھا اسی نے عربوں کو یہه طریقه سکھایا ، اور میرے خیال میں صحیح یہه هے که سدهانت جس کا ترجمه هوا تھا ، اس کے تیرهویں اور چودهویں باب میں خود حساب اور رقم هے اسی کے ذریعه سے یہه طریقه عربوں میں رائج هوا - عربی میں پہلے لفظوں میں عدد لکھتے تھے ، پھر یہودیوں اور یونانیوں کی طرح حروف ابجد میں رقم لکھتے تھے ، جیسا که اب بھی عربی هیئت میں اختصار اور صحت کے خیال سے یہه طریقه رائج هے ، اور جس پر مشرق میں ابجد هوز کے قاعده سے مادۂ تاریخ نکالنے کا رواج هے - بهر حال پہلے محمد بن موسیٰ خوارزمی نے اس هندی حساب کو عربی قالب میں ڈھالا - انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (گیارهواں اڈیشن) میں اعداد (Numeral) پر جو مضمون (جلد ۱۹ ص ۸۹۷) هے ، اس میں قدیم هندی ، مشرقی عربی مغربی عربی اور یوروپین اعداد کی شکلیں ، کتبوں اور پرانی

---

(۱) طبقات الامم صاعد اندلسی صفحه ۱۳ ، (بیروت) -

قلمی کتابوں سے نقل کرکے دی ہیں ' جس سے ایک نظر میں معلوم ہو سکتا ہے کہ ہندوستان سے عرب کی راہ اس طریقۂ حساب نے کیونکر سفر کیا - عربی میں مامون الرشید کے درباری منجم الخوارزمی (سنہ ۷۸۰ ع - سنہ ۸۴۰ ع) نے ان کی شکلیں درست کیں ' اور وہی اندلس کی راہ یورپ پہنچیں - یورپ میں حساب کے ایک خاص شعبہ کو الگاریتھم ' اور الگاریتم ' اور الگورزم (Algorithm, Algoritems, Algorism) کہتے ہیں - وہ سب اسی الخوارزمی کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں (۱) - اندلس والے اسی ہندی ارقام کو حساب الغبار کہتے ہیں ' شاید اس لئے کہ یہہ ہندو اپنے طریقہ پر جیسا کہ اب تک دیہاتی پاٹ شالوں میں دستور ہے اس کو زمین پر لکھہ کر سکھاتے تھے - یورپین اعداد اسی غباری اعداد سے ماخوذ ہیں -

ان اعداد کے غیر عربی ہونے کا ایک عملی ثبوت یہہ ہے کہ عربی طرز تحریر کے بالکل برخلاف یہہ بائیں سے داہنے کی طرف لکھے جاتے ہیں ' لیکن اہل عرب پڑھتے وقت ان کو داہنے سے بائیں کی طرف پڑھتے ہیں - ابن ندیم نے سندھی خط کے عنوان سے ان ہندی ارقام کو نقل کیا ہے اور ہزار تک لکھنے کا طریقہ

---

(۱) انسایکلو پیڈیا برٹا نیکا ج ۱۹ ص ۸۶۷ کالم ۲ -

بتایا ہے — اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں میں یہ طریقہ سندھی پنڈتوں کے ذریعہ رائج ہوا —

الخوارزمی کے بعد جس کا زمانہ تیسری صدی ہجری اور نویں صدی عیسوی کے آغاز کا ہے مسلمانوں میں ہندی حساب کو فروغ دینےوالا دوسرا شخص علی بن احمد نسوی (سنہ ۹۸۰ع — سنہ ۱۰۴۰ع) ہے ' جس نے المقنع فی الحساب الہندی (ہندی حساب میں خواہش پورا کر دینےوالی) کتاب لکھی — اس کے بعد اور بھی اس پر کتابیں لکھی گئیں ' حالانکہ اس سے بہت پہلے یعنی الخوارزمی ہی کے زمانہ میں یونانیوں کی ارثماطیقی (ارتھمیٹک) عربی میں منتقل ہو چکی تھی (۱) — مگر پھر بھی حساب ہندی کی قدر و منزلت میں کمی نہ آئی — تعجب سے سنا جائےگا کہ اس حساب ہندی نے عوام تک میں مقبولیت حاصل کر لی تھی ' چنانچہ مشہور مسلمان حکیم اور فلسفی بو علی سینا (سنہ ۴۲۸ ھ — سنہ ۱۰۵۱ع) نے بچپن میں اس ہندی حساب کو ایک

(۱) اس مسئلہ پر انگریزی میں سب سے بہتر معلومات ایچ سوٹر صاحب (H. Suter) کے مضمون " حساب " میں ہیں ' جو انسائکلوپیڈیا آف اسلام کے نمبر ۲۲ سنہ ۱۹۱۶ ' صفحہ ۳۱۵ میں ہے — عربی میں محمد بن احمد خوارزمی (سنہ ۳۸۱ ھ) کی کتاب مفاتیح العلوم میں حساب الہند کے عنوان سے دو تین صفحوں میں اس کی تفصیل ہے ' صفحہ ۱۹۳ ' مطبع بریل ' لیڈن ' سنہ ۱۸۹۵ع —

کنجرے سے جو اس حساب میں بہت ماہر تھا '
سیکھا تھا - (۱)

نجوم اور ہیئت

اوپر گذر چکا ھے کہ تقریباً سنہ ۱۵۴ ھ (سنہ ۷۷۰ع) میں سندھ سے جو ڈیپوٹیشن بغداد گیا تھا ' (۲) اس کے ساتھ ایک پنڈت ہیئت کی ایک کتاب لے کر گیا تھا - سنسکرت میں اس کتاب کا پورا نام "برھمسپت سدھانت" ھے ' جو عربی میں "السندھند" کے نام سے مشہور ہوا - اس کے بعد سنسکرت کی دوسری کتاب عربی میں ترجمہ ہوئی جس کا عربی نام "ارجبند" ھے ' اور جس کا سنسکرت تلفظ "آریہ بھٹ" ھے - اس کے بعد تیسری سنسکرت کتاب عربی میں منتقل ہوئی ' جس کا عربی میں زیادہ مشہور نام "آرکند" اور کم مشہور "اھرقن" ھے - اس کا اصلی سنسکرت نام "کھنڈا کھٹ یک" ھے - جس ھندی پنڈت کے ذریعہ سے پہلی کتاب سدھانت سنہ ۱۵۴ ھ عربی میں ترجمہ ہوئی ' اس کے بغداد میں دو عرب شاگرد ہوئے - ایک کا نام ابراھیم فزاری ھے ' اور دوسرے کا یعقوب بن طارق - ان دونوں نے سدھانت کو اپنی اپنی طور سے عربی میں منتقل کیا - ھندؤں کے فلکیات کی بنیاد زمانہ کی اس تقسیم پر ھے - جس

(۱) عیون الانباء ج ۲ ص ۲ (مصر) -
(۲) طبقات الامم صاعد اندلسی ص ۴۹ (بیروت) -

کو سنسکرت میں کلپ کہتے ہیں ' یعنی دوسری پرانی قوموں کی طرح ان کا اعتقاد یہہ تھا کہ چاند سورج ' زحل ' مشتری ' وغیرہ ساتوں ستارے جن کو عرب سبع سیارہ کہتے ہیں ' یہہ کل کے کل ایک وقت میں نقطہ اعتدال ربیعی میں ایک ساتھہ پیدا ہوئے ' اور ایک ساتھہ حرکت شروع کی ' اب یہہ اپنی اپنی چال چل رہے ہیں ' پھر کروڑوں برس کے بعد یہہ ساتوں جب پھر اسی نقطہ پر جمع ہو جاتے ہیں تب پرلے ہو کر دنیا مٹ کر پھر سے بنتی ہے ' اور پھر اس سے حرکت شروع ہوتی ہے - ان دونوں نقطوں کے درمیان کے شمسی نجومی سالوں کی تعداد کا نام کلپ ہے - برھمگپت کے حساب سے ایک کلپ میں ۴ ارب ۳۲ کروڑ سال ہوتے ہیں ' اور پھر انہیں سے دنوں کا حساب لگایا جا سکتا ہے - عربوں نے اسی کلپ کا نام "سنی السند ہند" یعنی سدھانت کے برس ' اور دنوں کا نام "ایام السند ہند" رکھا -

چونکہ یہہ اربوں اور کروڑوں سال کا حساب لگانا مشکل ہوتا تھا ' اس لئے پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں آریہ بھٹ نے آسانی کے لئے یہہ کیا کہ کلپ کا ہزارواں حصہ لے کر اس پر حساب قائم کیا ' جس کا نام جگ اور مہاجگ ہے - آریہ بھٹ کے اسی اصول پر جو کتاب ہے اس کو عرب ارجبہر ' ارجبہذ اور جگ کو "سنی ارجبہذ" یعنی "آریہ بھٹ کے سال" کہنے لگے -

عربوں نے السند ہند اور ارجبھر کے اصلی سنسکرت معنی کے سمجھنے میں یہہ غلطی کی کہ وہ سمجھے کہ اس کے معنی خود اسی اصول کے ہیں ' چنانچہ اُنہوں نے غلطی سے السند ہند کے معنی "الدہرالداہر" یعنی "لا انتہا زمانہ" اور "ارجبھند" کے معنی "ہزارواں حصہ" کے سمجھے - اس آخری کتاب کو عربی میں ابوالحسن اہوازی نے عربی میں منتقل کیا تھا -

یعقوب بن طارق نے سنہ ۱۶۱ ھ میں اسی پنڈت یا کسی اور آنے والے پنڈت سے ارکند یعنی کھنڈ یا کھنڈیک کا طریقہ سیکھا - یہہ بھی برھمگپت ھی کی تصنیف ھے ' مگر اس کے کچھہ اصول سدھانت سے الگ ھیں -

ان تینوں کتابوں میں سے ابتدائی عرب ہیئت دانوں میں سدھانت کا رواج زیادہ ہوا ' اور گو اس کے بعد ھی عربی میں بطلیموس یونانی کی کتاب مجسطی کا عربی میں ترجمہ ہو گیا ' اور مامون کے زمانہ میں رصد خانہ بھی قائم ہو گیا ' تحقیقات میں بھی اضافہ ھوا ' مگر اس کے باوجود ایک مدت تک عرب اہل ہیئت بغداد سے لے کر اسپین تک اسی ہندی کتاب کے سدھانت کے پیچھے لگے رھے ' اس کے خلاصے کئے ' اس کی شرحیں لکھیں ' اس کی غلطیاں درست کیں ' اس میں اصلاحیں دیں ' یہاں تک کہ پانچویں

صدی ہجری (گیارھویں صدی عیسوی) تک یعنی بیرونی کے زمانہ تک یہہ سلسلہ قائم رہا — مامون الرشید کے عہد میں خوارزمی نے جو زیچ تیار کی ' اس میں بھی ایرانی اور یونانی اصولوں کی افزایش کے ساتھہ اصل ہندی اصول کو اس نے قائم رکھا ' اور اسی لئے اپنی کتاب کا نام "السند هند الصغیر" یعنی "چھوٹا سدھانت رکھا (۱) — اسی طرح حسن بن صباح ' حسن بن خصیب ' فضل بن حاتم تبریزی ' احمد بن عبداللہ مروزی ' ابن الادمی ' عبداللہ اور ابوریحان بیرونی نے تیسری ' چوتھی ' اور پانچویں صدی میں سدھانت کی تصحیح و تکمیل پر بہت کچھہ کام کیا ' اور یونانی اصول اور ذاتی تحقیقات کے ساتھہ وہ اس کا پیوند بھی لگاتے رہے —

اسپین میں سدھانت کا اصول چوتھی صدی ہجری میں پہنچا — مسلمہ بن احمد مجریطی (میڈرڈ کے باشندہ) المتوفی سنہ ۳۹۸ ھ (سنہ ۱۰۰۷ ع) نے خوارزمی کی زیچ سند ہند صغیر کا خلاصہ کیا ' پھر اسپین کے ابوالقاسم اصبغ معروف بہ ابن السمح المتوفی سنہ ۴۲۶ ھ (سنہ ۱۰۳۵ ع) نے سدھانت کے اصول پر بہت بڑی زیچ تیار کی ' بعد کو بطور وضعداری وسعت علم کے اظہار کے لئے لوگ نئی تحقیقات کے ساتھہ سدھانت کے اصول پر بھی نتائج نکالتے تھے ' جیسا کہ اسی اسپین کے ابراھیم

(۱) قفطی ص ۱۷۸ ' (مصر) —

زرقالی نے اسطرلاب پر جو کتاب صفحۂ زرقالیہ کے نام سے لکھی ہے اس میں کہا ہے، اور اسی اسپین کے عربوں کے ذریعہ سے یہ سدھانت کی کتاب یہود تک اور پھر یورپ تک پہنچی، چنانچہ یہودی فاضل ابراہیم بن عزرا نے اپنی عبرانی تصنیفات میں سدھانت کے بعض اصول پر زیچ تیار کی ۔ (۱)

عربی میں سنسکرت اصطلاحات

عربوں کے علم ہیئت نے ان کی ذاتی تحقیقات کی بدولت ترقی کے بہت سے مدارج طے کر لئے، تاہم سنسکرت کی ایک متروک اور دو باقی اصطلاحیں ایسی اس میں رہ گئی ہیں جو اب تک عربوں میں علم ہیئت کے آلے کا راستہ بتاتی ہیں، چنانچہ سدھانت وغیرہ ناموں کے علاوہ ایک سنسکرت اصطلاح پرانی عربی ہیئت میں "کردجہ" کی ہے، جس کی اصل سنسکرت کرمجیا ہے،

---

(۱) سدھا هند، ارجبهند، اور ارکند کا ذکر ۔ فہرست ابن ندیم، مسعودی، قفطی، اور کتاب الہند بیرونی سب میں ہے، اور یہ سب کتابیں میرے پیش نظر ہیں، مگر عربی میں مصری یونیورسٹی میں سیلیر کراولنلیو ایک مشہور اٹالین فاضل نے سنہ ۱۹۰۹ ع اور سنہ ۱۹۱۰ ع میں عربوں کے علم ہیئت کی تاریخ پر نہایت محققانہ لکچر دئے تھے ۔ یہ معلومات ان میں سے ۲۱ ۔ ۲۲ ۔ ۲۳ نمبر کے لکچروں سے لئے گئے ہیں، اور ان کے علاوہ طبقات الامم صاعد اندلسی صفحہ ۵۰، بیروت سے بعض باتیں بڑھائی گئی ہیں ۔

جس کے لئے عربی میں بعد کی اصطلاح "وتر مستوی" پیدا ہوئی - دوسری باقی اصطلاح جو آج تک عربی ریاضیات میں اور علم مثلثات میں مستعمل ہے ' وہ "جیب" کا لفظ ہے ' اور جس کو غلطی سے عربی لفظ "جیب" جس کے معنی گریبان کے ہیں ' سمجھا جاتا ہے ' حالانکہ یہہ سنسکرت لفظ "جیوا" کا معرب ہے ' اور پھر اسی سے جیب التمام جیوب ملکوسہ ' جیوب مبسوطہ ' اور مجیب وغیرہ اصطلاحیں پیدا ہوئیں ' اور اس طرح کٹ چھٹ کر عربی ڈھانچے میں ڈھل گئیں ' کہ آج ان پر غیر عربی ہونے کا شبہہ بھی نہیں ہو سکتا -

آخری لفظ "اوج" ہے جو ہیئت کی اصطلاح میں سب سے اونچے نقطۂ بلندی کا نام ہے - یہہ ہندی لفظ "اوچ" ہے ' جو عربی میں جا کر اوج ہو گیا ہے ' (۱) - مدت سے جو عربی اور فارسی اور پھر اردو میں اس لفظ کا استعمال اس طرح "اوج کمال" پر ہے کہ کسی کو اس کے ہندی ہونے کا شبہہ بھی نہیں ' یہی وجہ ہے کہ خالص عربی لغتوں میں یہہ مادہ نہیں ملتا - اس

---

(۱) بعضوں کی رائے ہے کہ اس کی اصل فارسی اوگ ہے ' جیسا کہ خوارزمی نے مفاتیح العلوم صفحہ ۲۲۱ (لیڈن) میں لکھا ہے - اور اسدی طوسی کی قدیم فارسی لغت میں بھی یہہ لفظ موجود ہے ' مگر خیال یہہ ہے کہ خود فارسی میں بھی یہہ لفظ سنسکرت ہی سے گیا ہے -

کی مثال بالکل لفظ جلس کی ہے ' جو عربی میں منطق کی ایک اصطلاح ہے ' اور جو یونانی لفظ جینس کا معرب ہے ' مگر عرب میں آکر یہہ جلس ' مجانست ' تجلیس مختلف بابوں میں مستعمل ہو گیا ہے ' حالانکہ قدیم عربی میں اس کا مطلق پتہ نہیں -

دو اور لفظ بھی ذکر کے قابل ہیں - ہندو عالموں نے ستاروں کے حرکات میں اس دائرۂ نصف النہار کا حساب لگا یا تھا ' جو آبادی کے نصف حصہ سے گذرتا ہے - آبادی کا یہہ نصف حصہ ان کے خیال میں جزیرۂ لنکا تھا ' جس کو عرب سرندیب کہتے ہیں ' اور اب سیلون کہلاتا ہے - ہندوؤں کا خیال تھا کہ وہ خط استوا پر واقع ہے - خط استوا اور نصف آبادی کا یہہ خط نصف النہار جس نقطہ پر ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں اس کو عرب قبۃالارض (زمین کا گنبد) کہتے ہیں - اہل ہند جغرافی طول بلد کا حساب اسی لنکا کے خط نصف النہار سے لگاتے تھے ' اور اسی لئے ابتدائی عرب جغرافیہ نویسوں نے لنکا کو قبۃ الارض کہا ہے -

پھر چونکہ اہل ہند کا خیال تھا کہ وہی خط جو لنکا کے نصف النہار کا ہے ' وہی مالوا کے شہر اجین سے گذرتا ہے ' چنانچہ سدھانت میں اسی اجین سے طول بلد کا حساب ہے ' اس لئے وہ اجین سے طول بلد کا حساب نکالنے لگے - عربوں نے اسی اجین کو ایک اپنے

تلفظ میں أزین کہا ' اور یہہ خیال کیا کہ أزین ہی قبةالارض ہے ' پھر أزین کے "ز" کا نقطہ اڑ کر "أرین" ہو گیا ' اور یہیں سے یہہ اصطلاح پیدا ہوئی کہ ارین ہر محل اعتدال کا نام ہے ' جیسا کہ شریف جرجانی (مشہور مسلمان فلاسفر) نے اپنی کتاب تعریفات میں لکھا ہے - (۱)

اور ایک اور لفظ پرانے عرب علماے ہیئت نے "بذماسۃ" استعمال کیا ہے - یہہ سنسکرت کا ادھماسا ہے ' جس کے معنی چاند کے مہینے کے ہیں -

بعض لوگ غلط فہمی سے یہہ سمجھتے ہیں کہ عربی میں ریاضیات اور رقم کو جو ہندسہ کہتے ہیں ' اس کی وجہ یہہ ہے کہ یہہ ہند کی طرف منسوب ہے ' اور تعجب ہے کہ علم کے باوجود ایک انگریزی فاضل جس نے موسی خوارزمی کی کتاب الجبر و المقابلہ سنہ ۱۸۳۱ ع میں لندن سے شائع کی ہے ' اور جس کا نام فریڈرک روسن (F. Rosen) ہے ' وہ بھی اسی غلطی میں مبتلا ہونا چاہتا ہے (۲) ' حالانکہ یہہ فارسی لفظ "اندازہ" کا

(۱) دیکھو لکچر مذکور ص ۱۵۵ و ۱۶۸ مع حاشیہ - نیز دیکھو سوانالسبیل ' مسٹر آرنلڈ لفظ جیب اور ارج ' اور تعریفات جرجانی صفحہ ۷ مطبوعۂ مصر سنہ ۱۳۰۶ ھ -

(۲) الجبروالمقابلہ خوارزمی ' مقدمہ انگریزی ص ۱۹۶ و ۱۹۷ سنہ ۱۸۳۱ ع (لندن) -

معرب ہے ' جس کا عربی میں مصدری استعمال ہندزہ اور ہندسہ ہے (۱) ' اور یہہ اصل میں انجینیرنگ کے معنی میں ہے ' بعد کو متاخرین کی غلطی سے فارسی اور اردو میں ہندسہ بولنے لگے ' اور اس سے رقم مراد لینے لگے ' ورنہ صحیح لفظ ہندسہ (زبر کے ساتھہ) نہیں ' بلکہ ہندسہ (زیر کے ساتھہ) ہے ' اسی لئے عربی میں مہندس انجینیر کو کہتے ہیں ' حساب اور رقم جاننے والے کو نہیں ۔

ہندو اور دو موجودہ تحقیقات

عربوں نے ہندی علم ہیئت کے جو مسئلے نقل کئے ہیں ان میں دو باتیں موجودہ تحقیقات کے عین مطابق ہیں ۔ برہمگپت نے سال کے ۳۶۵ دن ' ۶ گھنٹے ' ۱۲ منٹ ' اور ۹ سکنڈ قرار دئے ہیں ' اور موجودہ تحقیق سے ۳۶۵ دن ' ۶ گھنٹے ' ۹ منٹ ' ۹ $\frac{۲۳}{۱۰۰}$ سکنڈ ہیں ۔ اسی طرح زمین کی حرکت کا مسئلہ ہے ۔ آریہ بھٹ اور اس کے طرفدار زمین کی حرکت کے قائل تھے ' اور برہمگپت نے ان اعتراضات کے صحیح ہونے سے انکار کیا ہے ' جو اس مسئلہ میں آریہ بھٹ پر کئے جاتے ہیں ' اور بعینہ یہی نظریہ آج کل لوگوں میں مقبول ہے ۔

---

(۱) مفاتیح العلوم محمد خوارزمی ص ۲۰۲ (لیڈن) ۔

طب

تیسرا فن جو ہندوستان سے عربوں کو ملا وہ طب ہے۔ طب کی بعض کتابیں سریانی اور یونانی کے ذریعہ سے امویہ خاندان ہی کے زمانہ میں عربی میں منتقل ہو چکی تھیں (۱)، مگر عراق میں عباسیہ کے زمانۂ حکومت میں اس کو اور بھی ترقی ہوئی، اور اس کے آغاز کا واقعہ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے یہہ ہوا کہ ہارون الرشید کے علاج کے لئے ہندوستان سے منکہ یا مانک نام وید طلب کیا گیا۔ اس کے علاج سے خلیفہ کو صحت ہوئی۔ اس طرح ہندوستانی طب کی طرف سلطنت کی توجہ ہوئی، اور برامکہ نے اس میں خاطرخواہ حصہ لیا، چنانچہ برامکہ نے اپنے شفاخانہ کا افسر اعلیٰ ایک وید ہی کو مقرر کیا تھا (۲)، اسی پر انہوں نے بس نہ کی بلکہ یحییٰ بن خالد برمکی نے ایک کارندہ کو ہندوستان اس غرض سے بھیجا، کہ وہ وہاں جاکر ہندوستان کی جڑی بوٹیاں لائے (۳)، اور ایک وید کو سرکاری دارالترجمہ میں اس لئے مقرر کیا کہ وہ سنسکرت کی طبی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کرائے۔ (۴)

---

(۱) عیون الانبیاء فی طبقات الاطباء تذکرہ ماسر جویہ و مختصرالدول ابوالفرج ملطی، صفحہ ۱۹۲، (بیروت)۔
(۲) فہرست ابن ندیم ص ۲۴۵۔
(۳) ایضاً ص ۳۴۵۔
(۴) ایضاً ص ۲۴۵۔

اسی طرح خلیفہ موفق باللہ عباسی نے بھی تیسری صدی ہجری میں ہندوستان اس غرض سے آدمی بھیجے کہ وہ ہندوستان کی دواؤں کی تحقیقات کریں ' (۱) یہہ واقعہ زخاؤ نے انڈیا کے مقدمہ میں لکھا ہے ' عربی تاریخوں میں اس واقعہ پر خود میری نظر نہیں پڑی ہے ' البتہ ایک ضمنی تذکرہ میں یہہ ملا ہے کہ خلیفہ معتضد باللہ عباسی (سنہ ۲۷۹ ـ سنہ ۲۸۹ ھ) نے احمد بن خفی دیلمی کو جو علم حساب و اصطرلاب کا ماہر تھا ' چند باتوں کی تحقیقات کے لئے ہندوستان بھیجا تھا (۲) ' پھر یہہ بھی معلوم ہے کہ خلیفہ معتضدباللہ کے تعلقات اور ذرائع علم سندھ کے ساتھہ قائم تھے ' چنانچہ شوال سنہ ۲۸۰ ھ میں جب دیبل (سندھ کی بندرگاہ) میں بہت بڑا چندر گرہن لگا ' اور ساتھہ ہی زلزلہ آیا جس میں ڈیڑھہ لاکھہ آدمی دب کر مر گئے تھے ' تو پرچہ نویسوں نے فوراً دربار خلافت میں اس کی خبر دی ـ (۳)

طبی کتابوں کے ترجمے ـ

عربی زبان میں سنسکرت کی جن طبی کتابوں کے ترجمے ہوئے ان میں دو کتابیں بہت مشہور ہیں ' ایک

---

(۱) مقدمہ ترجمہ انگریزی انڈیا ـ زخاؤ ص ۳۰ ـ

(۲) سوانح حسین بن منصور حلاج از طبقات ابن باکویہ شیرازی مرتبہ مولوی مسیلان Louis Massignon پیرس ' سنہ ۱۹۱۴ ' صفحہ ۴۴ ـ

(۳) تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۳۸۰ ' (کلکتہ) ـ

شہرت کی کتاب جس کو عرب "سسرو" کہتے ہیں '
یہہ کتاب دس بابوں میں تھی - اس میں بیماریوں
کے علامات اور ان کے علاج و دوا کی تفصیل ہے - یحیی
بن خالد برمکی کے حکم سے منکہ نے اس کا ترجمہ کیا
تا کہ برامکہ کے شفاخانہ میں وہ ایک طبی دستورالعمل
کا کام دے - دوسری کتاب چرک کی کتاب ہے جو ہندوستان
میں طب کا بہت بڑا ماہر اور رشی گذرا ہے - یہہ کتاب پہلے
فارسی میں ترجمہ کی گئی ' پھر عبداللہ بن علی نے
اس کو فارسی سے عربی میں منتقل کیا - (۱)

تیسری کتاب کا نام ابن ندیم میں سندستاق ' اور
یعقوبی کی مطبوعہ متن میں سندھشان ' اور اسی کتاب
کے ایک اور نسخہ میں سندھستان ہے - اس کی اصل
سنسکرت میں شاید سدھستان یا سندیسن ہو ' ابن ندیم
نے عربی میں اس کے معنی "خلاصۂ کامیابی" ' اور
یعقوبی نے "صورت کامیابی" کے بتائے ہیں - میرے خیال
میں یعقوبی کا نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے - بہر حال
شفاخانۂ بغداد کے افسر اعلی ابن دھن نے اس کا ترجمہ
کیا تھا - (۲)

چوتھی کتاب کا نام یعقوبی نے ندان بتایا ہے - ابن
ندیم نے اس کا ذکر نہیں کیا - اس میں چار سو

---

(۱) ابن ندیم صفحہ ۳۰۳ -
(۲) ابن ندیم ص ۳۰۳ و یعقوبی اول ص ۱۰۵ -

چار بیماریوں کی صرف پہچان کا بیان ہے ' علاج کا نہیں - (۱)

ایک کتاب جڑی بوٹیوں کے مختلف ناموں کے بیان میں ترجمہ ہوئی ' جن میں سے ایک ایک جڑی کے دس دس نام بیان کئے گئے تھے - اس کو منکہ پنڈت نے سلیمان بن اسحاق کے لئے عربی میں ترجمہ کیا - (۲)

ایک اور کتاب جس میں ہندی اور یونانی طبیبیں کی دواؤں کے سرد و گرم ہونے ' دواؤں کی قوتوں ' اور سال کے موسموں کی تقسیم میں جو اختلافات ہیں ' ان کی تفصیل تھی ترجمہ ہوئی - (۳)

ابن ندیم نے طب ہندی کی ایک اور کتاب کا نام استانکر لکھا ہے ' جس کا ترجمہ ابن دھن نے کیا تھا -

نوکشدل (نوفشدل ؟) نام ایک وید کی دو کتابوں کے ترجمے کئے گئے ' ان میں سے ایک میں سو بیماریوں اور سو دواؤں کا ذکر تھا ' اور دوسری میں بیماریوں کے وہم اور اسباب کا بیان تھا -

---

(۱) یعقوبی اول صفحہ ۱۰۵ -
(۲) ابن ندیم ص ۳۰۳ و یعقوبی اول صفحہ ۱۰۵ -
(۳) یعقوبی اول ص ۱۰۵ -

ایک هندو پنڈته ؟(عورت) روسا نامی کی ایک کتاب کا ترجمه هوا جس میں خاص عورتوں کی بیماریوں کے علاج درج تھے -

ایک اور کتاب حامله عورتوں کے علاج میں '
ایک مختصر کتاب جڑی بوٹیوں کے حال میں '
ایک کتاب نشه کے بیان میں - (۱)

مسعودی نے طب کی ایک کتاب کا نام اور حال اس طرح لکھا هے که "راجه کورش کے لئے طب کی ایک بڑی کتاب لکھی گئی تھی ' جس میں بیماریوں کے اسباب اور دوا اور علاج اور دواؤں کی پہچان اور اس میں بوٹیوں کی شکل و صورت کی تصویر بنائی گئی تھی - (۲)

پی جانے والی چیزوں کے بیان میں ابن ندیم نے اطر کا ذکر کیا هے جو بہت ممکن هے که اتری نام ایک وید کی طرف منسوب هو ' ایک اور پنڈت کا نام ساوبرم ابن ندیم میں هے (۳) - اس کی اصل شاید ستهاورمن هو ' جس کی کتاب ستیا کا نام بیرونی نے لیا هے - (۴)

---

(۱) اوپر کی سات کتابوں کا ذکر ابن ندیم صفحه ۳۰۳ میں هے -
(۲) مسعودی جلد اول صفحه ۱۶۲ (پیرس) -
(۳) ابن ندیم صفحه ۳۰۵ -
(۴) زخاؤ کی کتاب الہند کا مقدمه صفحه ۳۳ -

کتابوں کے علاوہ سنسکرت اور ہندوستان کے اُن باقی ماندہ اثرات کا ذکر کرنا ہے، جو عربی طب میں اب تک موجود ہیں -

ان میں اُن اثرات کا ذکر نہیں جو ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں طب عربی پر پڑے، کہ وہ ایک الگ مضمون ہے، بلکہ اُن اثرات سے بحث ہے جو چوتھی صدی ہجری تک کی عربی طب پر موثر ہوئے ہیں - اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو وہ دوائیں ہیں جو ہندوستان سے عرب گئیں، اور برامکہ اور خلفاء نے ان کی تحقیقات کے لئے ہندوستان آدمی بھیجے - ان میں بہت سی دواؤں کے نام نہ صرف پیدایش کی جگہ کے لحاظ سے بلکہ زبان کے لحاظ سے بھی ہندی ہیں، اور کم از کم ایک دوا ایسی ہے جس کا نام ہندوستان کی نسبت سے خود پیغمبر اسلام علیہ‌السلام کے زمانہ میں عرب میں سنائی دیتا ہے، یعنی قسط ہندی (۱) اور زنجبیل (زرنجابیرا) یعنی سونٹھ کا لفظ خود قرآن میں ہے - اس قسم کی کچھ اور دواؤں کے نام تجارتی تعلقات کے باب میں ہم نے دے دئے ہیں -

عربی میں دو لفظ جن میں ایک دوا کا اور ایک غذا کا نام ہے سب سے زیادہ عجیب ہیں - دوا میں

(۱) صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۹، کتاب المرضی -

اطریفل جو اس قدر مشہور ہے اور ہر طبیب اور ہر مریض کی زبان پر ہے ' محمد خوارزمی نے چوتھی صدی میں لکھا ہے کہ یہہ "ہندی لفظ تری پھل ہے ' کہ یہہ تین پھلوں ہلیلہ ' بلیلہ ' اور آملہ سے بنتا ہے - (۱) "

ایک اور اسی قسم کی دوا کا نام انبجات ہے - خوارزمی کہتا ہے ' " کہ انبہ (آم) ہندوستان میں ایک پھل ہوتا ہے ' اس کو شہد ' لیموں ' اور ہلیلہ میں دے کر انبجات تیار کیا جاتا ہے ' غالباً اس کو گرانبہ ' یا آموں کا اچار یا مربوں کہنا چاہئے - لیکن ان سب سے زیادہ عجیب لفظ " بھطہ " ہے جس کی تفسیر خوارزمی نے یہہ بتائی ہے کہ " یہہ بیماروں کی غذا کی قسم ہے - یہہ لفظ سندھی ہے ' یہ دودھ اور گھی میں چاول کو پکاکر تیار ہوتا ہے " (۲) آپ سمجھے ؟ یہہ ہمارا ہندوستانی بھات ہے ' جو عربوں کے نزدیک بیماروں کے لئے ایک نرم اور ہلکی غذا ہوگی - اس کو اب کھیر سمجھئے یا فیرینی -

بیطاری

جانوروں کے علاج میں شاناق یا چانک پنڈت کی کتاب ترجمہ ہوئی - (۳)

---

(۱) مفاتیح العلوم خوارزمی ص ۱۸٦ -
(۲) ایضاً ص ۱۷۷ -
(۳) ایضاً ص ۱٦۷ -

نجوم ' جوتش ' جفر ' اور رمل

سب کو معلوم ھے کہ یہہ چیزیں ھندوستان سے کس قدر تعلق رکھتی ھیں - دولت عباسیہ کے دوسرے خلیفہ منصور ھی کے وقت سے جو سنہ ۱۳۷ ھ میں تخت نشین ھوا عربی میں ان چیزوں کا رواج ھوا - منصور کو ان باتوں سے بڑی دلچسپی تھی ' چنانچہ بغداد کا شہر جب اس نے بنوایا تو اس کی ھر چیز زائچہ کھینچ کھینچ کر تیار کی گئی ' دربار پر پہلے ایرانی منجموں کا قبضہ تھا ' پھر ھندو جوتشیوں نے اپنا عمل دخل جمایا - معلوم ھوتا ھے کہ منصور ھی کے زمانہ میں اس فن پر ھندی کتابیں عربی میں ترجمہ ھوئیں - ان جوتشی پنڈتوں میں سے عربوں میں سب سے مشہور نام کنکہ پنڈت کا ھے - ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ھے کہ یہہ ایک مشہور اور نامی طبیب تھا (۱) -

زخاؤ کی تحقیق کی بنا پر اس نام کی ھندی اصلیت کنکایا ھوگی کیونکہ اس نام کا مشہور طبیب ھندوستان میں پہلے گذر چکا ھے جس کا نام ھندوستانی دواؤں میں سند ھے (۲) -

---

(۱) عیون الانباء فی طبقات الاطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) -
(۲) مقدمہ انڈیا صفحہ ۳۲ -

ابن ندیم نے عربی میں اس پنڈت کی چار کتابوں کا ذکر کیا ہے (۱) -

۱ - کتاب المودار فی الاعمار ' (عمروں کے بیان میں کتاب) -

۲ - کتاب اسرارالموالید (پیدایشوں کے بھید) جاتک -

۳ - کتاب القرانات الکبیر (بڑے قران یا بڑے لگن کے بیان میں) -

۴ - کتاب القرانات الصغیر (چھوٹے لگن کے بیان میں) - ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے کہ یہہ کتاب طب میں ہے مگر ابن ندیم نے اس کو نجوم ھی میں ذکر کیا ہے - یہہ ممکن ہے کہ دونوں میں ہو کیونکہ پرانی طب میں نجوم کی بہت سی باتیں داخل ہوئیں - ابن ابی اصیبعہ (۲) نے اس کی دو کتابوں کا اور نام لیا ہے -

۵ - کتاب فی التوھم (مسمرزم کے بیان میں) -

۶ - کتاب فی احداث العالم والدور فی القران (دنیا کے واقعات اور ستاروں کے لگن میں چکر) - یہی مصنف مسلمان منجم ابومعشر بلخی سنہ ۲۷۲ ھ (سنہ ۸۸۶ ع) کے حوالہ سے

---

(۱) ص ۲۷۰ -

(۲) عیون الانباء فی طبقات الاطباء ج ۲ ص ۳۳ (مصر) -

نقل کرتا ہے کہ "یہہ کنکہ ہندوستان کے تمام پنڈتوں کے نزدیک جوتش میں سب سے بڑا ہے" -

عطارد بن محمد ایک مسلمان منجم نے جو غالباً دوسری صدی ہجری میں ہوا ہندی جفر میں ایک کتاب لکھی تھی (۱) - اس کے علاوہ ابن ندیم نے تین اور ہندو جوتشیوں کے نام لئے ہیں (۲) -

۱ - جودر ہندی - اس کی کتاب کا نام کتاب الموالید (پیدایشوں کی کتاب) ہے -

۲ - نہک یا نایک (نہق) ہندی - اس کی کتاب کا نام کتاب اسرارالمسائل (سوالوں کے بھید) ہے -

۳ - سنگھل ہندی (صنجہل!) - اس کی کتاب کا نام کتاب الموالید الکبیر (پیدایشوں کی بڑی کتاب) - سنگھل کا نام بیرونی نے بھی نجوم کے بیان میں لیا ہے (۳) -

ہندوستان کی کسی زبان سے ایک کتاب ہتھیلی کی لکیروں اور ہاتھوں کے دیکھہ کر حال بتانے کی عربی میں ترجمہ ہوئی (۴) -

---

(۱) ابن ندیم ص ۲۷۸ -

(۲) ایضاً ص ۲۷۱ -

(۳) کتاب الہند صفحہ ۷۶ -

(۴) ابن ندیم ص ۳۱۴ -

نیز ایک اور کتاب "زجرالهند" ہندی فال پر (۱) ہے -

سانپوں کا علم

ہندوستان کے لوگ سانپوں کے اقسام اور ان کے جھاڑ پھونک اور منتر میں مشہور ہیں، اور اس کا نام ان کے ہاں "سرپ ودیا" ہے - راے نامی ایک پنڈت کی کتاب اس فن میں ترجمہ ہوئی جس میں سانپوں کے اقسام اور ان کے زہروں کا بیان تھا (۲) - عربی میں ایک اور ہندی پنڈت کی کتاب کا ذکر ہے جو اسی فن پر تھی (۳) -

زہروں کا علم

ہندوستان کو اس فن میں بھی کمال تھا - زکریا قزوینی نے آثارالبلاد میں "ہند" کے ذکر میں "بیش" نام ایک جڑی کا، اور راجاؤں میں باہم اس کے ذریعہ ایک دوسرے کو دوستی کے پردہ میں مارنے کا عجیب قصہ لکھا ہے - یہہ بیش لفظ ہندی کا "بش" ہے جس کے معنی زہر کے ہیں - بہر حال بادشاہوں کو اپنی حفاظت اور

---

(۱) ابن ندیم ص ۳۱۴ -
(۲) ایضاً صفحہ ۳۰۳ -
(۳) عیون الانباء فی طبقات الاطباء ص ۳۳ (مصر) -

اپنی جان بچانے کے لئے اس علم سے واقفیت کی بڑی ضرورت رھتی تھی - عربی میں چانک یا شاناق پنڈت کی کتاب کا جو لڑائی پر ھے نام پہلے آچکا ھے، جس کا آخری باب "کھانا اور زھر تھا" تھا - معلوم ھوتا ھے کہ اس کے علاوہ خاص زھروں کے بیان میں بھی اس کی کوئی کتاب تھی جو ساتویں صدی ھجری (تیرھویں صدی عیسوی) تک عربی میں موجود تھی، کیونکہ ابن ابی اصیبعہ نے سنہ ۶۶۸ ھ (سنہ ۱۲۷۰ ع) نے اس کتاب کا پورا حال اس طرح لکھا ھے کہ "یہ کتاب پانچ بابوں میں ھے - منکہ یا مانک پنڈت نے یحیی بن خالد برمکی کے لئے فارسی میں ابوحاتم بلخی کی مدد سے ترجمہ کیا، پھر عباس بن سعید جوھری نے اس کا دوبارہ ترجمہ خلیفہ مامون الرشید (سنہ ۲۱۸ ھ) کے لئے کیا (۱)" - اسی زھروں کے فن پر مصنف کا نام لئے بغیر ایک کتاب کا ذکر جو ھندی سے عربی میں ترجمہ ھوئی ابن ندیم کی فہرست میں بھی موجود ھے (۲) -

موسیقی

جاحظ (سنہ ۲۵۵ ھ) کا بیان گذر چکا ھے، جس میں اس نے ھندوستان کی موسیقی کی تعریف کی ھے

---

(۱) عیون الانباء فی طبقات الاطباء صفحہ ۳۳ -

(۲) صفحہ ۳۱۷ -

اور خاص طور سے یکتارے کا ذکر کیا ہے - بغداد کی تصنیفات میں ہندی موسیقی* پر کسی کتاب کا نام نہیں ملتا لیکن اسپین کے ایک علمی مؤرخ قاضی صاعد اندلسی سنہ ۴۶۲ھ (سنہ ۱۰۷۰ ع) نے لکھا ہے کہ "موسیقی میں ہندوستان کی ایک کتاب نافر ہم تک پہنچی ہے جس کے لغوی معنی "دانائی کے پھل" کے ہیں اور جس میں راگوں اور سروں کا بیان ہے (۱) - عجب نہیں کہ یہہ فارسی کا "نوبر" (نیا پھل) نام ہو اور فارسی ترجمہ کے ذریعہ سے عربی میں یہہ کتاب منتقل ہوئی ہو لیکن میرے ایک ہندو دوست نافر کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ "ناد" ہوگا جو سنسکرت میں آواز کو کہتے ہیں -

مہابھارت

ہندوستان کی قدیم تاریخ میں ایک فارسی کتاب مجمل التواریخ پیرس لائبریری میں ہے جس میں بہت کچھہ مہابھارت کے قصے ہیں - اس کتاب کے مقدمہ میں ہے کہ اس کو سنسکرت (ہندوانی) زبان سے ابوصالح بن شعیب نے عربی میں ترجمہ کیا تھا پھر سنہ ۴۱۷ھ میں ابوالحسن علی جبلی نے جو کسی دیلمی امیر کے کتب خانہ کا مہتمم تھا اس کا عربی میں

---

(۱) طبقات الامم قاضی صاعد اندلسی صفحہ ۱۴ (بیروت) -

ترجمہ کیا - ایلیٹ صاحب نے اس کا کسی قدر خلاصہ دیا ہے - (۱)

سیاست جنگ اور راجنیت

اس فن میں ہندی زبان (سنسکرت یا پالی ؟) سے عربی میں دو ہندو فاضلوں کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں - ان میں سے ایک کا نام عرب شاناق بتاتے ہیں ' اور دوسرے کا یاکھر یا یاجھر - شاید پہلا نام چانک ہو اور دوسرا ویاگھر - چانک یا شاناک ہندی کی کتاب کا مضمون یہہ ہے : "لڑائی کا انتظام اور بادشاہ کو کیسے آدمی چننا چاہئیے ' اور سواروں کی ترتیب ' اور کھانا اور زہر" (۲) - اور یاجھر یا ویاگھر کی کتاب "تلواروں کی پہچان اور اس کی خوبیوں اور اس کے نشانات" میں ہے (۳) - سنسکرت سے ایک اور کتاب کا عربی میں ترجمہ ہوا جس کا عربی نام "ادب الملک" یعنی "سلطنت کے طریقے" ہے - اس کتاب کے عربی مترجم کا نام ابوصالح بن شعیب ہے - زمانہ کا پتہ نہیں ہے - اس وقت اس کا صرف فارسی ترجمہ موجود ہے - یہہ ترجمہ سنہ ۴۱۷ ھ میں ابوالحسن بن علی جبلی نے کیا

---

(۱) تاریخ ہند الیٹ جلد اول صفحہ ۱۰۰ -

(۲) ابن ندیم ص ۳۱۵ -

(۳) ایضاً -

تھا جو ایک دیلمی امیر کے کتب خانہ کا مہتمم تھا ' (۱)

کیمیا

پرانی کیمیا کی اصلیت جو کچھ ہو مگر اس فن میں ایک هندو فاضل کی کتاب کے ترجمہ کا پتہ ابن ندیم میں ملتا ھے ' (۲) . اور مشہور عرب کیمیا ساز جابر بن حیان کی ایک کتاب خاطف بھی اسی هندی نسبت کے ساتھہ مذکور ھے ' (۳) لیکن اس هندی فاضل کا نام بہت مشکوک ھے ۔

حدود منطق

فہرست ابن ندیم (سنہ ۳۷۷ ھ) میں ایک عربی کتاب کا جو هندی سے ترجمہ هوئی اس طرح ذکر ھے : " کتاب حدود منطق الهند " (۴) (هندوستان کی منطق کے حدود) لیکن یعقوبی (سنہ ۲۷۸ ھ) نے جو ابن ندیم سے سو برس پہلے گذرا ھے اس کتاب کا ذکر منطق و فلسفہ کی کتابوں کے ضمن میں اس نام سے کیا ھے " کتاب

---

(۱) البیت جلد اول صفحہ ۱۱۲ ۔
(۲) ابن ندیم صفحہ ۳۵۳ ۔
(۳) ایضاً صفحہ ۳۵۹ ۔
(۴) ایضاً ص ۳۰۵ ۔

"طوفانی علم حدودالمنطق" (۱) (طوفا (توپا) کی کتاب، منطق کے حدود کے علم میں) بحث یہہ ہے کہ اس منطق سے علم منطق کی اصطلاح مراد ہے، جس کو نیایہ (لاجک) کہتے ہیں، یا اس لفظ کے لغوی معنی مراد ہیں، یعنی بولنا اور کتاب محض قصہ کہانی ہو یا ادب و اخلاق میں ہو اور اس سے مقصود یہہ ہو کہ انسان کے بولنے کے حدود بتانے والی کتاب کہ کہاں بولنا اور کہاں نہ بولنا چاہئے اور کس طرح بولنا چاہئے - ابن ندیم نے اس کتاب کا ذکر اس عنوان کے نیچے کیا ہے: "اُن ہندی کتابوں کے نام جو قصہ کہانی اور افسانہ ہیں -" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ منطق میں نہ تھی -

معانی و بیان

جاحظ (سنہ ۲۵۵ ھ) نے اپنی کتاب البیان والتبیین میں لکھا ہے (۲) کہ "جس زمانہ میں یحیی بن خالد برمکی نے بہت سے ہندو پنڈتوں کو بلوایا تھا، معمر نے اُن میں سے ایک سے پوچھا کہ اہل ہند کے نزدیک بلاغت کس کو کہتے ہیں؟ اُس نے کہا میرے پاس اس مضمون پر ایک چھوٹا سا رسالہ ہے لیکن

---

(۱) یعقوبی ص ۱۰۵ -

(۲) کتاب البیان والتبیین جلد اول صفحہ ۳۰ (مصر) -

میں اس کا ترجمہ نہیں کرسکتا اور نہ یہہ فن میں جانتا ہوں — معمر کا بیان ہے کہ میں اس مختصر رسالہ کو لیے کر مترجموں کے پاس گیا! انہوں نے اس کا یہہ ترجمہ کیا — اس کے بعد جاحظ نے اس رسالہ کا خلاصہ ایک صفحہ میں دیا ہے جس میں یہہ بحث ہے کہ مقرر کو کیسا ہونا چاہئے اور کس وقت کے لئے کیسی تقریر مناسب ہے — "

منتر ' کرتب ' اور جادو

ہندوستان کا یہہ مشہور پرانا فن ہے اور اکثر عربی کتابوں میں جہاں ہندوستان کی خصوصیتوں کا ذکر ہے یہاں کے کرتبوں ' بازیگروں اور جادوگروں کا ذکر خاص طور سے کیا گیا ہے — ابن ندیم کہتا ہے " اہل ہند کو جادو اور منتر کا بہت اعتقاد ہے — " پھر کہتا ہے کہ " اہل ہند علم توہم میں خاص کمال رکھتے ہیں اور اس فن میں اُن کی کتابیں ہیں جن میں سے کچھہ کا عربی میں ترجمہ ہوا ہے — " علم توہم سے مقصود شاید وہی چیز ہے جس کو آج مسمرزم کہتے ہیں (۱) — یعقوبی نے اس کے یہہ معنی لکھے ہیں کہ " جیسا کہ خیال کر کے یقین دلایا جائے

(۱) الفہرست ص ۳۰۹ —

ویسا ہی ہو" (۱) - اور لکھا ہے کہ کیہن نام ایک راجہ اس کا موجد ہے -

ابن ندیم ایک ہندو مصنف کا ذکر کرتا ہے جس کا نام اڈیٹر سے بھی پڑھا نہیں گیا اور اسی طرح لکیر بنا کر اس نے چھوڑ دیا ہے - بظاہر "سہسہ ہندی" معلوم ہوتا ہے - پھر لکھتا ہے "یہہ پرانے لوگوں میں ہے اس کا طریقہ نیرنگ و نظربندی میں ہندوستان کا طریقہ ہے، اس کی ایک کتاب ہے جس میں توہم والوں (مسمرائزر ؟) کا طریقہ اختیار کیا ہے (۲) -

کہانی اور افسانے

اس ضمن میں ہندوستان کی کئی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں جن میں سے دو کے نام سندباد حکیم (پنڈت) کی کتاب ہے - اس کے دو نسخے ہیں، ایک چھوٹا، دوسرا بڑا - اس کتاب کے متعلق بعضوں کا خیال ہے کہ وہ ایرانیوں کی تصنیف ہے مگر ابن ندیم کہتا ہے کہ "صحیح یہہ ہے کہ یہہ ہندوستان کی تصنیف ہے" - یہہ ممکن ہے کہ بعض دوسری کتابوں کی طرح یہہ کتاب بھی پہلے فارسی میں ترجمہ ہوئی ہو اور پھر

---

(۱) یعقوبی ج ۱ ص ۹۷ -
(۲) ابن ندیم صفحہ ۳۱۲ -

فارسی سے عربی میں منتقل ہوئی ہو اور اس لئے لوگوں کو اس کے ایرانی ہونے کا دھوکا ہوا ہو ۔

الف لیلہ میں سندباد بری اور بحری کے نام دو قصے ہیں ، جن میں سے ایک میں سندباد نام ایک تاجر کے دریائی سفر کے اور دوسرے میں خشکی کے اسفر کے عجیب و غریب واقعات درج ہیں ۔ اس سندباد کے لفظ سے بعض صاحبوں کو یہہ شبہہ ہوا (۱) کہ وہ ہندی قصہ یہی ہے مگر یہہ صحیح نہیں ہے ، کیونکہ اول تو یہہ حکیم سندباد (۲) کے قصے اور الف لیلہ میں تاجر سندباد کے قصے ہیں ، دوسرے الف لیلہ کے سندباد کے سفر کے جو قصے ہیں وہ ہندو ذہنیت اور حالات کے قطعاً موافق نہیں ۔ پھر مسعودی (۳) نے اس واقعہ کے اجزا یہہ لکھے ہیں "سات وزیروں ، ایک گرو ، ایک لڑکا ، ایک رانی والی کہانی" ۔ یہہ الف لیلہ کے سندباد پر چسپاں نہیں ۔

ان کے علاوہ ہندی کی چند اور کہانیاں بھی عربوں نے اپنی زبان میں نقل کرائیں جن میں سے ایک

(۱) رسائل شبلی ص ۲۶۳ ، طبع اول مضمون تراجم ۔
(۲) فہرست ص ۳۰۵ سطر ۲ و ۲۰ و یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵ ۔
(۳) تاریخ مروج الذهب مسعودی ج ۱ ص ۱۶۲ (لیڈن) ۔

دیپک ہندی کی کہانی ہے ' جس میں ایک عورت اور مرد کا قصہ ہے - ایک حضرت آدم کے زمین میں آنے کی کہانی ہے (۱) - معلوم نہیں اس کہانی سے کون سی دیومالائی کہانی کی طرف اشارہ ہے - اسی طرح ایک راجہ کی کہانی ہے ' جس میں لڑنے اور تیرنے کا بیان ہے - ایک اور کہانی میں دو ہندیوں کا حال ہے جن میں سے ایک سخی داتا اور دوسرا کنجوس تھا ' دونوں کا سخاوت اور کنجوس پن میں مناظرہ اور راجہ کا پھر فیصلہ ہے (۲) - ایک اور کتاب تریاچرتر (عورتوں کے فریب) میں ترجمہ ہوئی - اس کے مصنف کا نام راجہ کوش لکھا ہے (۳) -

ایک اور کتاب علم الہند (حکم الہند ؟) کا بھی پتہ چلتا ہے جس کا پہلے نثر میں ترجمہ ہوا تھا پھر ابان شاعر (۴) نے اس کو نظم میں منتقل کیا - ہندوستان کے متعدد قصوں اور کہانیوں کے حوالہ اخوان الصفا کے رسائل میں ملتے ہیں -

---

(۱) فہرست ابن ندیم ص ۳۰۵ -

(۲) ایضاً ص ۳۱۶ -

(۳) تاریخ یعقوبی جلد اول صفحہ ۱۰۵ -

(۴) ابن ندیم صفحہ ۱۱۹ غالباً یہ کتاب وہی کلیلہ دمنہ ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے -

اخلاق و حکمت

پرانے حکیموں کا دستور تھا کہ وہ اخلاق، حکمت، اور دانائی کی باتیں قصوں کہانیوں اور تمثیلوں میں بیان کیا کرتے تھے اور کتوں، چوہوں، بلیوں، کووں کی زبانوں سے انسانوں کو سمجھاتے تھے - سنسکرت کی ایک خاص کتاب جس نے فارسی اور عربی میں اس حیثیت سے خاص شہرت حاصل کی (کلیلہ) دمنہ ہے، جس کا بیرونی کے بیان کے مطابق سنسکرت نام "پنچ تنتر" ہے - یہہ کتاب اسلام سے پہلے سنسکرت سے ایران کے ساسانی بادشاہوں کے زمانہ میں فارسی میں ترجمہ ہوئی، پھر عبداللہ بن مقفع نے دوسری صدی ہجری کے وسط میں عربی میں اس کو منتقل کیا - اس کتاب نے عربی میں اتنی شہرت حاصل کی اور سلطانوں اور امرا نے اس کی اتنی قدر کی کہ عربی سے فارسی میں، فارسی سے عربی میں، نظم سے نثر میں، اور نثر سے نظم میں، اس کی متعدد نقلیں ہوتی رہیں، اور مترجم، شاعر، اور نثار اس کے ترجمۂ نظم اور انشا میں اپنا جوہر دکھا دکھا کر مسلمان بادشاہوں سے گراں قدر انعام پاتے رہے - دوسری صدی کے آخر میں ابان نام عربی کے ایک شاعر نے جب اس کا عربی نظم میں ترجمہ کر کے ہارون الرشید کے وزیر جعفر برمکی کی خدمت میں پیش کیا تو اس نے اس کو ایک لاکھ درہم

انعام دیا (۱) - عربی زبان سے اس کتاب کے ترجمے دنیا بھر کی زبانوں میں ہوئے - یورپ ' ایشیا ' اور افریقہ کی کوئی مہذب زبان نہیں جس میں اس کا ترجمہ نہ ہوا - اس کتاب کے تراجم اور نسخوں کے الٹ پھیر کی خود ایک مستقل تاریخ ہے - اردو میں ڈاکٹر سید علی بلگرامی مرحوم نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس علی گڈھ منعقدہ سنہ ۱۸۹۱ ع میں اس پر ایک مفصل محققانہ لکچر دیا ہے - اس کے متعلق دوسرا مضمون راقم کا ہے جو علی گڈھ کے منتھلی میگزین میں شاید سنہ ۱۹۰۵ ع یا اس کے ایک آدھ سال آگے پیچھے شائع ہوا ہے -

اس کتاب کا مصنف بیدپا پنڈت اور جس راجہ کے لئے لکھی گئی اُس کا نام وابشلیم بتایا گیا ہے - بادشاہوں کو جن باتوں کی ضرورت ہے جانوروں کے قصوں اور کہانیوں کے ذریعہ سے دس بابوں میں اُن کی تعلیم دی گئی ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وابشلیم جس راجہ کا نام بتایا گیا ہے وہ گجرات کا راجہ تھا ' کیونکہ چوتھی صدی ہجری (دسویں صدی عیسوی) کے عرب سیاح ابن حوقل نے گجرات کے راجہ ولبھہ رائے کا نام لےکر لکھا ہے کہ " تمثیلوں والی کتاب (کتاب الامثال)

---

(۱) کتاب الوزراء والکتاب جہشیاری ' مطبوعہ ویانا (اسٹریا) سنہ ۱۹۲۶ ع صفحہ ۲۵۹ -

والا راجہ ‘‘ (۱) اور عربی میں تمثیلوں والی کتاب بھی کلیلہ دمنہ سمجھی جاتی ہے - یعقوبی نے لکھا ہے کہ راجہ وابشلیم کے عہد میں بیدپا پنڈت نے یہہ کتاب لکھی (۲) اور فرشتہ میں ہے کہ سلطان محمود کے حملۂ گجرات کے وقت گجرات کے معزول راجہ کے خاندان کا لقب وابشلیم تھا -

پروفیسر زخاؤ کی غلطی

انڈیا کے مقدمہ میں پروفیسر زخاؤ نے ابن ندیم کے حوالہ سے کتاب بیدپانی الحکمۃ (بیدپا کی کتاب دانائی میں) کا نام لیا ہے ' اور اس کی تحقیق یہہ کی ہے کہ بیدپا اصل میں ویدویاس ہے ' جو ویدانت کے بانی تھے - اس لئے دانائی کے فن میں بید پا کی کتاب سے مراد ویدانت ہے - پھر اس غلط قیاس پر ایک اور قیاس کھڑا کر لیا کہ مسلمانوں میں وحدت وجود کا فلسفہ اسی ویدویاس ویدانت کے ترجمہ سے آیا (۳) - ہم کو اس سے انکار نہیں کہ بعد کے مسلمان صوفیوں پر ویدانت کا اثر نہیں پڑا لیکن اس سے انکار ہے کہ اس قدیم عہد میں ویدانت سے عربوں اور مسلمانوں

---

(۱) سفرنامہ ابن حوقل ص ۲۲۷ -

(۲) جلد اول ص ۹۷ -

(۳) مقدمۂ انڈیا صفحہ ۳۳ -

کو کسی قسم کی واقفیت تھی - ابتدائی مسلمان صوفیوں کی وحدت وجود پر اسکندریا کے نیو افلاطونی فلسفہ کا اثر البتہ پڑا ہے - بہر حال اس مسئلہ کی تاریخ سے یہاں بحث نہیں ' بلکہ ابن ندیم کے اس فقرہ سے فاضل مستشرق کو جو دھوکا ہوا ہے اس کو دور کرنا مقصود ہے ' عربی میں حکمت ' دانائی ' عقلمندی ' اور تمثیلوں کے ذریعہ سے جو عقل اور نصیحت کی باتیں سمجھائی جاتی ہیں ان کو حکمت کہتے ہیں - بیدپا کی کتاب سے مراد یہی کلیلہ دمنہ والی کتاب ہے جس کا مصنف اس کے فارسی ترجمہ کے شروع میں بیدپا پنڈت بتایا گیا ہے (۱) ' اور جس کا موضوع قصوں اور تمثیلوں میں عقل اور حکمت کی باتیں سکھانا ہے - اسی لئے ابن ندیم نے بیدپا کی کتاب حکمت کا نام قصوں اور افسانوں کے ضمن میں لیا ہے فلسفہ کے ضمن میں نہیں لیا ہے -

بہر حال یہہ وہ اہم کتاب ہے جس کو ہندوستان کے دماغ نے پیدا کیا اور عربوں کی کوششوں نے اس کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا - بیرونی لکھتا ہے کہ عبداللہ بن مقفع جو مانی (مجوسی فرقہ) مذہب کا پیرو تھا اس نے اپنے خیال و اعتقاد کے مطابق اصل

---

(۱) یعقوبی جلد اول ص ۹۷ -

کتاب کے ترجمہ میں تحریفیں کی ہیں — میری دلی خواہش تھی کہ اس کی اصل کتاب پلچ تلتر سے صحیح اور ایماندارانہ ترجمہ کرنے کا مجھے موقع مل سکتا (۱) ' مگر معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی کو اس کا موقع نہ مل سکا — یہہ کتاب عربی میں عام ہے اور بچوں کے نصاب میں آج کل بھی کہیں کہیں داخل ہے —

ہندی حکمت و دانش کی دوسری کتاب "بوذاسف و بلوہر" ہے ' جس کی شہرت گو کلیہ دمنہ سے کم ہے مگر اس کی اہمیت اور بلندی اس سے کہیں بہت بڑھکر ہے — ابن ندیم نے اس کا ذکر ان ہندی افسانوں میں کیا ہے جو عربی میں ترجمہ ہوئے ہیں — اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ بوذاسف سے بدھہ مطلب ہے — پرانی فارسی میں دال کی جگہ ذال لکھتے تھے اس لئے بوداسف کی جگہ بوذاسف ہو گیا اخیر حرف سف بقول زخاؤ سنو ہے — بودھی ستو کا بوذاسف ہو گیا ہے ' کہ خاص قسم کے واؤ جیسے رومن کی V عربی میں ف ہو جاتی ہے ' اور بلوہر کی اصل زخاؤ صاحب "پروھیتر" سمجھتے ہیں جس کے معنی گرو کے ہیں — اس کتاب میں بدھہ کی پیدایش ' تربیت ' اور پھر ایک اتفاقی واقعہ سے اس کا دنیا سے بیزار ہونا اور اس کی خبر

(۱) کتاب الہند صفحہ ۷۶ (للتن) —

سن کر سراندیپ کے ایک جوگی (فقیر) کا سوداگر کے لباس میں اس کے پاس آنا اور تلمیح و اشارہ میں اور حکایتوں اور تمثیلوں میں شاگرد و استاد کا دنیا کے سربستہ رازوں اور کائنات کے لاینحل عقدوں پر تشفی بخش بات چیت اور سوال و جواب ہے - یہہ کتاب عربی زبان سے مختلف زبانوں میں پھیلی اور مذہبی حلقوں میں اس قدر پسند کی گئی کہ عیسائیوں نے اس کو اپنے ایک مقدس ولی کی طرف منسوب کر لیا - مسلمانوں کے ایک فرقہ نے اس کے بڑے حصہ کو لے کر اپنے ایک امام کی تصنیف بنایا - اخوان الصفا جو چوتھی صدی کی ایک نیم مذہبی اور نیم فلسفیانہ کتاب ہے اور جس کی اس حیثیت سے ایک خاص اہمیت ہے کہ ایک خاص نظام تخیل (یا اسکول آف تھاٹ) کے طریق پر یہہ کتاب چوتھی صدی میں ایک پوشیدہ انجمن نے رازدارانہ طریقہ پر لکھی تھی اور اسلام کے ایک خاص فرقہ کے نزدیک وہ ایک مذہبی صحیفہ کی حیثیت رکھتی ہے - اس کتاب میں بھی اس بوذاسف و بلوهر کی کتاب کے مختلف ابواب داخل ہیں - تیس برس ہوے کہ مولوی عبدالغنی صاحب وارثی بہاری مرحوم نے اس کا عربی سے نہایت سلیس اُردو میں ترجمہ کیا تھا - مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب اس کتاب کا یہہ اردو ترجمہ چھپا اور میرے نگراں عزیز کے پاس یہہ آئی تو اس وقت میں عربی کی معمولی کتابیں پڑھتا تھا - میں نے ان سے اس کتاب کے دیکھنے

کی خواہش ظاہر کی مگر انہوں نے یہہ کہکر دینے سے انکار کیا کہ تم اس کو پڑھکر دنیا سے بیزار ہو جاؤ گے اور لکھنا پڑھنا چھوڑ دو گے - اس فقرہ نے میرے شوق کو "ارتکاب جرم" پر آمادہ کر دیا - رات کو جب وہ سو گئے تو ان کی میز پر سے میں یہہ کتاب چپکے سے اٹھا لایا اور صبح ہوتے ہوتے اس کو ختم کر کے پھر میز پر جا کر رکھہ دیا - وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ میری نظر میں وہ کتاب دنیا کی ان چند کتابوں میں سے ہے جن کی تاثیر گنہگاروں کے دلوں میں بھی گھر کر لیتی ہے اس میں بعض ایسی موثر مثالیں بھی ہیں جو آج مسیح کے کلام میں ہم کو ملتی ہیں اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہہ موتی کس سمندر کی تہہ سے پہلے نکلے ہیں - "

خاتمہ پر ان دو مسلمان فاضلوں کا ذکر کرنا ہے جو سیر و سیاحت کی غرض سے نہیں بلکہ ہندوستان کے علم و فن کی گنگا سے سیراب ہونے کے لئے اس ملک میں آئے اور کامیاب واپس گئے -

تلوخی

ان میں پہلا شخص محمد بن اسمٰعیل تلوخی ہے - غالباً اس کا زمانہ تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کا ہوگا - یہہ نجوم اور ہیئت کا مشہور عالم

تھا - یہاں وہ اپنے فن کے متعلق بہت سے نادر معلومات لے کر واپس گیا (۱) -

افسوس ہے کہ اس فاضل کے حالات کا کچھہ زیادہ علم نہیں ' اور اگر اسپین کا ایک مسلمان مؤرخ قاضی صاعد اس کا ذکر نہ کرتا تو شاید اس کا نام بھی نہ معلوم ہوتا -

بیرونی

دوسرا فاضل مشہور حکیم و ریاضی داں خوارزم کا ابوریحان بیرونی ہے - اس فاضل کو دنیا کی مختلف قوموں کے خیالات ' معتقدات ' اور مسائل جاننے کا خاص شوق تھا ' چنانچہ اس کی تصانیف میں سے شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جس سے اس کے اس ذوق کا پتہ نہ چلتا ہو - اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ هندوستان سے پہلے بھی هندوستان اور اس کے علوم کے متعلق پہلے مصنفین کے ذریعہ سے بہت کچھہ واقف تھا - اس کے زمانہ تک عربی علوم اور مسلمانوں کی علمی تحقیقات درجۂ کمال کو پہنچ گئی تھی ' اور جن علوم کو انھوں نے هندوؤں ' ایرانیوں ' اور یونانیوں سے سیکھا تھا ان کو ترقی دے کر بہت کچھہ بڑھا دیا تھا ' بہت سے

---

(۱) طبقات الامم قاضی صاعد اندلسی ص ٥٦ بیروت ' و اخبار الحکما قفطی ص ۸٥ (مصر) -

غلط مسئلوں کی تصحیح اور ناقص باتوں کی تکمیل کر چکے تھے - اس لئے بیرونی کو جدت پسندی کے سوا هندوستان کے علوم کے سیکھنے کی کوئی اور وجه نه تھی -

بہر حال یہه صاف نہیں معلوم هوتا کہ وہ هندوستان کب آیا ، اور یہاں کتنے دن رہا اور کہاں کہاں پھرا مگر اتنا معلوم ہے کہ سنه ۴۰۸ ھ میں خوارزم سے غزنین آیا تھا اور سنه ۴۲۳ ھ میں غزنین میں اس نے کتاب الہند ختم کی - سلطان محمود اس سے تین سال پہلے سنه ۴۲۰ ھ میں وفات پاچکا تھا - اب اس کے هندوستان کے قیام کا زمانه سنه ۴۰۸ ھ سے سنه ۴۲۲ ھ تک معلوم هوتا هے جو بارہ تیرہ برس کا زمانه هے - فارسی میں حکما اور فلاسفه کی تاریخ میں ایک کتاب درةالاخبار هے جو علی بن زید بیہقی (المتوفی سنه ۵٦۵ ھ) کی عربی کتاب تتمه صوان الحکمة کا ترجمه هے - اس میں لکھا هے که "اس نے ۴۰ برس هندوستان میں گذارے" - اگر یہه مدت صحیح هو (۱) ، تو گویا هندوستان میں اس نے پہلا قدم سنه ۳۸۳ ھ میں رکھا جب غزنویوں کا وجود

---

(۱) یہه کتاب اورینٹل کالج میگزین لاهور بابت فروری سنه ۱۹۲۹ ع کے ضمیمه میں شائع هونی شروع هوئی هے - اصل کتاب میں صرف "دربلاد" هے ، مگر اڈیٹر نے اصل کتاب تتمة سے لے کر اس کے بعد "هند" کا لفظ بڑھا دیا هے -

بھی نہ تھا - مگر بیرونی کی زندگی کی مختلف تاریخوں کے ملانے سے اندازا پہلے اس کا ہندوستان آنا صحیح نہیں معلوم ہوتا - گو اس کا سفر ہندوستان میں پنجاب اور سندھ سے آگے نہیں بڑھا (۱) مگر ہندوستان کا جو جغرافیہ اس نے کتاب الہند میں لکھا ہے اس میں اس نے پورے ہندوستان کو ناپ دیا ہے اور اپنی دوسری کتاب قانون مسعودی میں جو اس کے چند سال بعد اس نے لکھی ہے اس میں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں کا طول بلد اور عرض بلد اس نے لکھا ہے -

بہر حال وہ ہندوستان میں اُس وقت داخل ہوا جب ہندوستان کی سرزمین سلطان محمود کے حملوں سے زیر و زبر ہو رہی تھی - مگر عین اُسی وقت علم و فن کا دوسرا سلطان تن تنہا نہایت اطمینان اور چین سے ہندوستان کی علمی فتوحات میں مصروف تھا، اور اسی سیاسی لڑائی بھڑائی اور خلفشار پر دل ہی دل میں چل رہا تھا - (۲) اس نے کتاب الہند لکھ کر جیسا کہ ڈاکٹر زخاؤ نے کہا ہے ایک طرف مسلمانوں کو یہ فخر بخشا کہ ان کے ایک فرد نے ایک ایسی کتاب لکھی جس نے یونانی سفیروں، اور چینی سیاحوں کے ہندوستان کے متعلق بیانات کو تقویم پارینہ بنا دیا، دوسری طرف

---

(۱) کتاب الہند ص ۱۱، (لندن) -

(۲) کتاب الہند بیرونی کا مقدمہ -

ہندوستان پر یہہ احسان کیا کہ اُس کے پرانے تمدن '
پرانے علوم ' اور پرانے خیالات کو دنیا میں قائم اور باقی
رکھا - اُس وقت کے ہندوستان کے علمی غرور کے متعلق
بیرونی کا یہہ فقرہ یاد رکھنے کے قابل ھے - لکھتا ھے
کہ "ہندؤوں کو اپنے سوا اوروں کی واقفیت کچھہ نہیں
ھے - اُن کو یہہ پختہ یقین ھے کہ دنیا میں اُن کے
دیس کے سوا کوئی اور دیس نہیں اور نہ اور کوئی
قوم اس دنیا میں بسنےوالی ھے اور نہ اُن کے سوا
کسی کے پاس علم ھے یہاں تک کہ جب اُن کو خراسان
اور فارس کے کسی عالم کا نام بتایا جاتا ھے تو اُس
بتانے والے کو جاھل و نادان سمجھتے ھیں" - پھر کہتا
ھے کہ "اگر یہہ لوگ دوسری قوموں سے ملیں جلیں
تو اُن کا یہہ خیال درست ہو سکتا ھے" - پھر کہتا ھے
کہ "اگلے ہندو پنڈت ایسے نہ تھے - وہ دوسری قوموں
سے بھی فائدہ اٹھانے میں کمی نہیں کرتے تھے ' چنانچہ
وراہ مہر کہتا ھے کہ 'یونانی اگر ناپاک اور ملیچھہ ھیں
تب بھی اُن کی عزت اُن کے علم کے سبب سے کرنی
چاھئیے ' - آگے چل کر بیرونی کہتا ھے کہ "جب تک
مجھے اُن کی زبان نہیں آتی تھی تو اُن کے سامنے
میں شاگردوں کی طرح بیٹھتا تھا لیکن جب اُن کی
کچھہ زبان آگئی اور میں نے ھیئت اور حساب میں
اُن کو مسائل اور دلائل اور تحقیقات بتانی شروع کیں
تو وہ حیرت میں آگئے اور خود مجھہ سے سیکھنے

لگے اور تعجب سے پوچھنے لگے کہ تم کس پنڈت کے شاگرد ہو؟ پھر جب میں نے اُن کی علمی حیثیت کی کمزوری دکھانی شروع کی تو وہ مجھے جادوگر یا غیب جاننے والا سمجھنے لگے اور ودیا ساگر کہنے لگے'' (۱) -

بیرونی کا بڑا کارنامہ یہہ ہے کہ اس نے ہندؤں اور مسلمانوں کے درمیان علمی سفارت کا کام انجام دیا - اس نے عربوں اور ایرانیوں کو ہندؤں کے علوم سے اور ہندؤں کو عربوں اور ایرانیوں کی تحقیقات سے آگاہ کیا - اس نے عربی جاننےوالوں کے لئے سنسکرت سے اور سنسکرت جاننے والوں کے لئے عربی سے کتابیں ترجمہ کیں اور اس طرح وہ قرض ادا کیا جو ہندوستان کا مدت سے عربی زبان کے علوم و فنون پر چلا آرہا تھا - اس نے ہندوستان کے متعلق تین قسم کی کتابیں لکھیں - ایک عربی سے سنسکرت میں' دوسری سنسکرت سے عربی میں اور تیسری ہندی علوم اور مسئلوں کی چھان‌بین اور جانچ پرتال میں -

اس کی وہ کتابیں جو اس نے ہندؤں کے لئے لکھیں یہہ ہیں :

(۱) ہندوستان کے جوتشیوں کے سوالات کے جواب -

---

(۱) کتاب الہند ص ۱۲ -

(۲) کشمیر کے پنڈتوں کے دس سوالوں کے جواب اور ان کے شبہوں کا حل -

(۳) اصطرلاب پر ایک رسالہ -

(۴) بطلیموس کی مجسطی کا ترجمہ -

(۵) اقلیدس کے مقالے -

(۶) ہیئت پر ایک کتاب -

اس کی دوسری قسم کی کتابیں جو عربی جاننے والوں کے لئے اس نے لکھی ہیں یہ ہیں :-

(۱) کتاب الہند ، ہندوؤں کے عقائد ، علوم اور تحقیقات کا خلاصہ -

(۲) برہم گپت کی پانی ساسی ذہانت کا عربی میں ترجمہ -

(۳) برہم گپت کی برہم سدھانت کا ترجمہ -

(۴) چندرگرہن اور سورج گرہن پر ہندی تحقیقات کا ترجمہ -

(۵) ہندوستان کی رقم (آنک) کے حساب و شمار میں -

(۶) حساب سکھانے میں ہندوستان کے نقوش کی کیفیت -

(۷) ہندی اربعہ متناسبہ (ترے راشک) کا ترجمہ -

(۸) سانکھیہ کا ترجمہ (فلسفہ) -

(۹) پتنجلی کا ترجمہ -

(۱۰) وراہ مہر کی کتاب لگھو جاتکم کا ترجمہ (ولادت کے بیان میں) -

(۱۱) وسو دیو کے دوبارہ دنیا میں آنے پر ایک رسالہ ، وغیرہ -

تیسری قسم کی کتابیں یہہ ہیں :-

(۱) سدھانت ، آریہ بھٹ ، اور کھنڈ یا کھنڈ - جو ہندی ہیئت کی کتابیں سنسکرت سے عربی میں ترجمہ ہوئی تھیں ان میں مصنفوں یا مترجموں سے جو غلطیاں ہوئیں ان کی تصحیح -

(۲) خاص سدھانت پر پانچ سو صفحوں کی ایک کتاب جس کا نام جوامع الموجود بخواطرالہنود ہے -

(۳) اس بیان میں ایک رسالہ [کہ اعداد کے لکھنے کا طریقہ باعتبار ہندی کے عربی میں زیادہ صحیح ہے -

(۴) ہندی اصول پر جوتش کے بعض اصول کی تصحیح (فی الارشاد الی تصحیح المبادی علی المموادارات) - قانون مسعودی کے پانچویں مقالہ میں بیرونی نے ہندوستان کے حسب

ذیل شہروں کا طول بلد اور عرض بلد بتایا ہے ـ لوھاور (لاھور) اوستان (اوستھان) جو کشمیر کا پایہ تخت تھا، نیپال (کہتا ہے کہ یہہ ھندوستان اور تبت کے بیچ میں ایک کمیں گاہ ہے)، ویہند (وادی سندھ میں ھندوستان کا خاص شہر تھا)، سیالکوٹ، مولتان، تیز (بلوچستان کا بندر)، سومنات (سومناتھہ)، نہلواله (نہرواله)، کھمبایت، دھار (مالوہ) اوزین (اجین)، بھروچ وسط ھندوستان میں کالنجر، ماھورہ (متھرا)، قنوج (کہتا ہے کہ قنوج کی سلطنت ملک کے بیچ کا حصہ ہے، اور بڑے بڑے راجاؤں کی راجدھانی رھا ہے، گنگا کے پچھم ہے)، ماری (یہہ سلطنت قنوج کی موجودہ راجدھانی ہے)، گوالیار کا قلعہ، لوہرانی، دیبل، (سندھ کا بندر)، کجوراھہ، اجودھہ (اجودھیا)، بانارس (بنارس، کہتا ہے کہ یہہ مقدس شہر ہے اور وھیں آج ھندوؤں کے علوم ہیں)، جزیرہ لنکا، جمکوٹ، تنجاور، سنگلدیپ، ملکری، (مہانگری ؟) ـ

ھندوستان میں بیرونی نے ایک اور عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے، یعنی زمین کا دور ناپنا ـ عربوں میں زمین کے دور کی پیمایش مامون الرشید نے تیسری صدی ھجری کے شروع میں کرائی تھی، جس پر اب دو سو برس گذر چکے تھے ـ بیرونی کو اس کی تحقیق کا بڑا شوق تھا، ایسے موقع کا میدان اس کو خوارزم یا افغانستان میں نہیں ملا ـ ھندوستان میں اس کو اتفاق سے ایسا میدان مل گیا، جس کے ایک طرف پہاڑ بھی تھا،

چنانچہ اس نے اسی میدان میں اپنے ھندسی قاعدہ کے مطابق زمین کے دور کی پیمایش کی (۱) -

علم ھیئت اور فلکیات کے متعلق ھندوستان اور سنسکرت کا پورا قرض مسلمانوں نے اکبر اور محمد شاہ کے زمانہ میں ادا کیا - اکبر نے زیچ الغ بیگی کا جو اسلامی فلکی تحقیقات اور تیموری رصد خانہ واقع مراغہ کے تازہ مشاھدات کا مجموعہ تھا ' سنسکرت میں ترجمہ کرایا (۲) اور محمد شاہ کے زمانہ میں راجہ جےسنگھ نے جب دھلی بنارس اور جےپور میں رصد خانے قائم کرائے ' تو عربی کی اونچی علم ھیئت کی کتابیں سنسکرت میں ترجمہ کرائیں (۳) -

سنجیدہ کھیل

علم اور فن کے ٹھوس اصطلاحات اور مضامین پر بحث سنتے سنتے شاید حاضرین کی طبیعتیں گھبرا گئی ھوں اس لئے خاتمہ میں کھیل کی بساط بچھاتا ھوں کہ آخر میں تھوڑی دیر کھیلنے والے اور سننے والے دونوں کے لئے تفریح رھے - دنیا کے دو کھیل مشہور ھیں یعنی شطرنج اور چوسر (نرد) دونوں ھی ھندوستان کے دماغ

---

(۱) قانون مسعودی - اسکا قلمی نسخہ علیگڈھہ مسلم یونیورسٹی کے کتبخانہ میں نظر سے گذرا -

(۲) آئین اکبری -

(۳) سبحۃ المرجان فی تاریخ ھندوستان آزاد بلگرامی -

کی ایجاد هیں - عرب مصنفوں میں سب سے بہتر اس مضمون پر یعقوبی نے لکھا ھے - اس نے بتایا ھے کہ یہہ محض کھیل نہیں هیں بلکہ حساب اور هیئت کے نازک مسئلوں پر اس کی بنیاد ھے پھر اس نے ان مسئلوں کی تشریح کی ھے کہ یہہ بساط در حقیقت انقلاب روزگار کا نقشہ ھے - اس کے خانے آسمانی بروج ۳۶۰ دن ' هر دن کے ۲۴ گھنٹے ' ۱۲ گھنٹوں کا دن ' اور ۱۳ گھنٹوں کی رات کا پورا نقشہ ' چوسر کی بساط ' چوسر کے نشانات اور چوسر کے کھیل میں ھے - اور شطرنج کی بنیاد کل ۶۴ خانوں ' پھر ۳۲ ' پھر ۱۶ ' پھر ۸ ' پھر ۴ پر ھے - لیکن ان حسابی داؤں پیچوں کے علاوہ اس نکتہ پر بہت کم غور کیا گیا ھے کہ یہہ دونوں کھیل هندوستان کے دو مذهبی یا فلسفیانہ مسلکوں یا اسکولوں کی تشریح هیں - چوسر اس ثبوت میں ھے کہ انسان محض مجبور ھے اور آسمان اور ستاروں کی گردشیں جو کچھہ چاهتی هیں وہ اُس سے کراتی هیں - دنیا کے میدان میں کوئی قدم خود اس کے ارادہ اور نیت سے نہیں اٹھتا بلکہ کوئی اور ھے جو اس سے جبراً یہہ قدم اُٹھواتا ھے - ع در دست دیگرے است سپید و سیاہ ما - اس کے برخلاف شطرنج اس بات کا ثبوت ھے کہ دنیا میں جو کچھہ ھے وہ انسان کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ ھے - اس کی هارجیت اور کامیابی یا ناکامی اسی کے دل و دماغ سمجھہ‌بوجھہ اور دوڑدھوپ پر ھے -

الغرض یہہ دونوں کھیل دنیا کے ناقابل فیصل مسائل کے عملی فیصلے ہیں - یعقوبی نے لکھا ہے کہ پہلے ایک پنڈت نے چوسر بناکر ایک راجہ کے نذر کیا تھا اور اس میں جبر کے مسئلہ کی اس کو تلقین کی تھی ' اس کے بعد دوسرے پنڈت نے شطرنج بناکر پیش کی ' جس میں اختیار کے مسئلہ کا ثبوت ہے - الغرض ان دونوں کھیلوں نے ثابت کر دیا کہ جس طرح انسان اپنی سنجیدہ منطقی اور فلسفیانہ دلیلوں سے جبر و اختیار کے مسئلہ کو حل نہیں کر سکا ہے اسی طرح عملی کھیلوں کی دلیلوں سے بھی وہ قدرت کے اس کھیل کا پتہ نہیں پا سکتا -

شطرنج کے موجد نے راجہ بارانی (دو روایتیں ہیں) سے جو انعام مانگا تھا وہ بھی حیرت‌انگیز حسابی کھیل ہے - موجد نے انعام یہہ مانگا کہ شطرنج کے پہلے خانہ میں ایک گیہوں کا دانہ رکھا جائے ' پھر ہر خانہ میں پہلے خانہ سے دو چند کیا جائے یہاں تک کہ سب خانے پورے ہو جائیں - بظاہر راجہ نے اس کو بہت معمولی انعام سمجھا مگر جب اس کا حساب لگایا گیا تو اتنی بڑی رقم ہو گئی کہ اس کا عطا کرنا راجہ کے بس میں نہ تھا - یعقوبی اور مسعودی نے اس کا پورا حساب لگا کر بتایا ہے (۱) - مگر اس کو یہاں نقل کرنا پھر

---

(۱) یہہ پورا حال یعقوبی ج ۱ ص ۹۹-۱۰۵ میں ہے - نیز دیکھو مسعودی ج ۱ ص ۱۶۰ (لیڈن) -

کھیل کی بساط کو حساب و ریاضی کی درسگاہ بنا دیا ہے -

یہہ دونوں کھیل پہلی ہی صدی ہجری میں ایران سے عرب پہنچ چکے تھے اور ان سب میں نرد یعنی چوسر بہت پہلے پہنچ چکا تھا ' کیونکہ اس کا ذکر احادیث میں موجود ہے اور شطرنج اس کے بعد دوسری صدی میں غالباً عباسی دور میں عرب تک پہنچی ہے ' کیونکہ اس کے متعلق دوسری صدی کے مجتہدین اسلام کی رائیں موجود ہیں - لفظ شطرنج کی نسبت اہل ایران کا دعویٰ ہے کہ یہہ ان کی ملکیت ہے اور اس کی اصل "ہشت رنج" ہے (۱) کہ اس میں ۸ خانے ہوتے ہیں - مگر یہہ ایرانیوں کی کھلی زبردستی ہے - شطرنج نام بھی ہندوستان کا مقبوضہ ہے ' اس کی اصل "چترنگ" (۲) (چار عضووالا) ہے ' پھر گو اس کے سب مہروں پر شاہ (بادشاہ) فرزین (وزیر) پیادہ کہہ کر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا ہے مگر دو چیزیں ایسی باقی ہیں جو ہندوستان کی ملکیت کی ناقابل نسخ دستاویز ہیں اور وہ ہاتھی اور رخ ہیں ہاتھی تو خیر ہندوستان کی نشانی ہی ہے مگر رخ نام سواری بھی جس کی ہندی رتھہ ہے ہندوستان سے باہر نہیں مل سکتی - اہل تحقیق کا بیان

---

(۱) یعقوبی جلد اول صفحہ ۱۰۱ (لیڈن) -

(۲) سواءالسبیل فی معرفة المولد والدخیل پروفیسر (اے ڈاکٹر) آرنلڈ -

ھے کہ چترنگ کھیل کا ذکر راماین وغیرہ میں موجود ھے (۱) - ایرانیوں کے علاوہ یونانیوں ' رومیوں ' مصریوں ' یا یلیوں غرض دوسری پرانی قوموں نے بھی اس کی ملکیت کا دعوی کیا مگر تحقیق کی عدالت میں ھندوستان کے سوا اور کسی کا دعوی مسلم نہ ھو سکا (۲) - اسی کے ساتھہ یہہ نکتہ بھی فراموش نہ کرو کہ خواہ ایران میں اس کا نام پہلے "ھشت رنج" ھو یا ھندوستان میں "چترنگ" ھو مگر عربوں نے اپنی زبان میں انھیں حرفوں کو الت پھیر کر جو نام رکھا وھی آج اس کا نام ایران میں بھی ھے اور ھندوستان میں بھی یعنی شطرنج -

(۱) دیکھو برٹش انسائکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ ' لفظ چس (Chess) -
(۲) ایضاً -

مذھبی تعلقات

ماخذ

اس مضمون کے معلومات کا ماخذ ان کتابوں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر گذر چکا چار اور نئے ھیں -

(۱) ھندوستانی مذاھب کی وہ روداد جو دوسری صدی ھجری میں یحییٰ بن خالد برمکی نے تیار کرائی تھی، جس کا خلاصہ ابن ندیم نے کتاب‌الفہرست میں شامل کر لیا ھے - یہی خلاصہ اس وقت دنیا میں موجود ھے -

(۲) بیت‌المقدس کے ایک فاضل عرب فلسفی و متکلم و مؤرخ مطہر بن طاھر مقدسی (سنہ ۳۳۵ ھ) کی یادگار تصنیف کتاب‌البدء والتاریخ جو سنہ 1899ع میں پیرس سے ۶ جلدوں میں شائع ھوئی ھے - اس میں ایک باب ھندوستان کے مذاھب کا بھی ھے -

(۳) تیسری چیز ابوالعباس ایران شہری کی کتاب الدیانات ھے جس کی اصل گو موجود نہیں مگر اس کے اقتباسات بیرونی کی کتاب الہند میں ھیں - اس میں زیادہ‌تر بودھوں کے حالات تھے -

(۴) اس کے بعد سب سے اهم عبدالکریم شهرستانی کی (سنه ۴۶۹ و ۵۴۹ ه) ملل و نحل هے ' جو کئی دفعه یورپ مصر اور بمبئی میں چھپ چکی هے -

متفرق مضامین عبدالقاهر بغدادی سنه ۴۲۹ ه (سنه ۱۰۳۷ ع) الفرق بین الفرق (اسلامی فرقوں کی تاریخ) مطبوعهٔ مصر ' اور مرتضی زیدی کی اس کتاب المعتزله سے لئے گئے هیں جس کو پروفیسر آرنلڈ نے حیدرآباد کے دائرةالمعارف میں چھپوایا تھا -

عرب اور ترک و افغان اور مغل فاتحوں میں فرق

اس سے پہلے که هم آگے بڑھیں ایک نکته کی طرف اشاره کرنا ضروری هے چونکه هندوستان میں جو ترک و افغان و مغل فاتح آئے وه مسلمان تھے اس لئے ان کی تمام کارروائیوں کا ذمهدار اسلام سمجھا جاتا هے حالانکه اس حقیقت سے هم سب کو واقف هونا چاهئے تھا که ترک فاتح جو هندوستان آئے خاص خاص افسروں یا عهده داروں کو چھوڑ کر قوم کی مجموعی حیثیت سے وه اسلام کے نمایندے نه تھے اور نه ان کے اصول سلطنت کو اسلام کی طرز حکومت اور اصول فرمانروائی سے کوئی مناسبت تھی ان کے ترک افسر زیاده تر نومسلم غلام تھے جن کو اسلام کی صلح و جنگ کے قوانین سے شاید واقفیت بھی نه تھی -

غزنویہ سلطنت جس ملک میں آکر قائم ہوئی وہ اسلامی حدود سلطنت کا سب سے آخری گوشہ تھا - وہاں اسلام نے ابھی پورا قدم بھی نہیں جمایا تھا - سلطان محمود کی فوج میں جو سپاھی بھرتی ہوکر آئے وہ غزنی خلجی ترکوں اور افغانوں کے مختلف قبائل تھے - ہندو بھی اس کی فوج میں داخل تھے (۱) - ترک قبائل کا یہہ حال تھا کہ وہ بیشتر مسلمان نہ تھے - وہ غلاموں کی حیثیت سے ہزارھا کی تعداد میں فروخت ہوتے تھے اور سلاطین اور امراء ان کو خرید کر اور مسلمان بناکر فوج میں بھرتی کرتے تھے یا وہ خود لوٹ مار کے شوق میں وسط ایشیا سے نکل کر اسلامی ممالک میں آتے تھے اور مسلمان ہوکر مختلف بادشاہوں اور امیروں کی فوج میں بھرتی ہوتے تھے اور آگے چل کر بڑے بڑے افسر ہو جاتے تھے، یہاں تک کہ بادشاہ بن جاتے تھے - الپ تگین اور سبکتگین جو اس غزنوی سلطنت کے بانی تھے اسی قسم کے ترک غلام تھے - سلطان غوری کے جانشین ایلتمش وغیرہ بھی ایسے ہی تھے - سلجوقی ترک جو چند برسوں کے بعد عظیم‌الشان سلجوقی سلطنت کے بانی ہوئے اسی زمانہ میں اسلامی ملک میں آکر مسلمان ہوئے - یہی حال سلطان محمود کی فوج کا بھی تھا - ترکستان اور ماوراءالنہر کے ترک رضاکار (۲) اس کی فوج میں داخل

---

(۱) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۵ بریل (لیڈن) سنہ ۱۸۶۲ ع -

(۲) تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۹ و ۳۲ نولکشور -

هو گئے تھے جو زیادہ‌تر (۱) اسی زمانہ میں مسلمان هوئے تھے -

مغل ابھی تک مسلمان هی نہیں هوئے تھے - وہ ساتویں صدی هجری تک کافر سمجھے جاتے تھے - علاؤالدین خلجی (المتوفی سنہ ۷۱۶ ھ) تک فوج میں مغل مسلمان کرکے نوکر رکھے جاتے تھے ' چنانچہ علاؤالدین خلجی کے حکم سے دهلی میں بیک وقت چودہ پندرہ هزار نومسلم مغل سپاهی قتل کئے گئے - (۲)

افغانوں کے بڑے بڑے شہروں میں گو اسلام تھا مگر خود افغان اب تک مسلمان نہ تھے ' کافر هی سمجھے جاتے تھے ' (۳) گو خاص کابل کے بادشاہ نے تیسری صدی کے شروع میں یعنی غزنویوں سے سو برس پہلے اسلام کا اظہار کیا تھا ' (۴) لیکن افغانوں کے اکثر قبائل محمود غزنوی هی کے زمانہ میں مسلمان هونے شروع هوئے تھے - (۵)

ان کے علاوہ غوری قبائل چوتھی صدی کے وسط تک یعنی غزنویوں کی پیدایش کے بعد تک مسلمان نہیں

---

(۱) تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۴ نولکشور -

(۲) فرشتہ ج اول ص ۱۲۰ نولکشور -

(۳) کامل ابن اثیر جلد ۹ ص ۲۱۸ -

(۴) فتوح‌البلدان بلاذری ص ۴۰۲ (لیڈن) -

(۵) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۲۱۸ (لیڈن) -

ہوئے تھے ' (۱) - پھر سلطان محمود سے پہلے اس وقت تک ان اطراف میں نہ اسلامی درسگاہیں تھیں نہ اسلامی تعلیمات کا رواج ہوا تھا ' اور نہ مسلمان علماء پھیلے تھے - ان اسباب سے ان قوموں کے اُس وقت کے طور طریق ' اصول جنگ ' اور طرز عمل کو اسلام نہیں کہا جا سکتا -

برخلاف اس کے وہ عرب فاتح جو ایک صدی کے اندر اندر ایک طرف شام کی سرحد عبور کر کے مصر اور شمالی افریقہ کے راستہ سے اسپین تک پہنچ چکے تھے ' اور دوسری طرف عراق کے راستہ سے خراسان تک و ایران و ترکستان کو طے کر کے ایک سمت میں کاشغر اور دوسری سمت میں سندھ تک فتح کرچکے تھے ' وہ لوگ تھے جن میں اسلام کی تعلیمات زندہ تھیں - اسلام کا قانون جنگ عمل میں تھا - کہیں کہیں افسروں میں بعض ایسے بزرگوار بھی تھے جنھوں نے پیغمبر اسلام کی صحبت اٹھائی تھی ' اور ایسے تو بکثرت تھے جنھوں نے صحابہ کا فیض پایا تھا - اس لئے ان کے طور طریق ' اصول حکومت اور طرز سلطنت خیبر سے آنے والی قوموں سے بالکل مختلف تھے -

سنہ ۹۳ ع میں قتیبہ نے سمرقند فتح کیا - اس زمانہ میں ان اطراف کے رہنےوالے بودھہ مت کے پیرو

---

(۱) سفر نامۂ ابن حوقل ص ۳٦۳ و کامل ابن‌اثیر جلد ۹ ص ۱۵٦ (لیڈن) ؟ و تاریخ بیہقی مطبوعہ کلکتہ ص ۱۲۷ -

تھے - قتیبہ نے کسی وجہ سے (شاید مالی دقت سے) مجبور ہو کر ان کے بتوں کو جلا کر ان سے سونا چاندی کا تھوک نکالنا ضروری سمجھا تو یہہ نہیں کہا کہ ان کو زبردستی توڑ کر جلادیا ہو بلکہ صفائی کے ساتھہ خود صلح کے شرائط میں اس نے یہہ ایک دفعہ طے کرا لی تھی کہ یہہ بت مسلمانوں کے قبضۂ تصرف میں آئیں گے - چنانچہ فریق ثانی نے اس کو منظور کیا لیکن جب جلانے کا وقت آیا تو ترک بادشاہ نے کہا کہ آپ کا میں احسان‌مند ہوں، اس لئے میں آپ‌کو متنبہ کرتا ہوں کہ آپ ان کو نہ جلائیں کیونکہ ان میں بعض ایسے بت ہیں کہ یہہ جلائے گئے تو آپ کی تباہی یقینی ہے - قتیبہ نے کہا اگر ایسا ہے تو میں خود اپنے ہاتھہ سے ان کو جلاؤنگا - چنانچہ خود اپنے ہاتھہ سے ان میں آگ لگائی لیکن جب اس‌کا کوئی برا نتیجہ ظاہر نہ ہوا تو بہت سے ترک بت‌پرستی سے بدعقیدہ ہوکر مسلمان ہو گئے - (۱)

عربوں نے خلفاے راشدین اور صحابۂ کرام کے زمانہ میں دوران جنگ کے اتفاقی واقعات کو چھوڑکر جن قوموں سے معاہدہ کیا یا صلح کی ان کی عبادت‌گاہوں کو تہیس

(۱) یہہ مفصل واقعہ تاریخ طبری ج ۸ ص ۱۲۳۶ (لیڈن)، اور کامل ابن‌اثیر ج ۴ ص ۴۰۴ (لیڈن) میں ہے، اور اخیر ٹکڑا فتوح‌البلدان بلاذری (لیڈن) ص ۴۲۱ میں ہے -

بھی لگنے نہ دی - ایران کے آتش کدے ویسے ہی روشن رہے - فلسطین و شام اور مصر و عراق کے گرجے جو بتوں اور مجسموں سے پٹے پڑے تھے ویسے ہی ناقوسوں کی آوازوں سے گونجتے رہے حالانکہ یہہ نومسلم ترک فاتح ان سے زیادہ دین و مذہب کے پرجوش غازی اور شریعت کے سچے پیروکار نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے -

عرب اگر غیر مسلموں سے جزیہ لیتے تھے تو اس کے علاوہ کوئی اور محصول پیداوار کے خراج کے سوا ان سے نہیں وصول کرتے تھے ، لیکن ترک ، افغان ، اور مغل جو دیند‌اری کے جذبہ میں آکر غیرمسلم رعایا سے جزیہ وصول کرتے تھے وہ اس کے ساتھہ اس سے دہ چند دوسرے محصول اور ٹیکس اپنی مسلمان اور غیر مسلمان رعایا سے لیتے تھے - لیکن اسلام کے اصول سلطنت میں جس کو عربوں نے قائم رکھا ، اور جس پر وہ مدت تک عمل پیرا رہے صرف دو ہی قسم کے محصول تھے ، مسلمانوں سے زکواۃ اور عشر (پیداوار کا دسواں) اور غیر مسلمانوں سے جزیہ اور خراج -

اصل یہہ ہے کہ اسلام نے دنیا کی تمام قوموں کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا : (۱) مسلمان ، (۲) اہل کتاب ، (یعنی وہ قومیں جو کسی ایسی آسمانی تعلیم کی پیرو ہیں جس کا ذکر قرآن میں ہے) ، (۳) مشابہ اہل کتاب (یعنی وہ قومیں جو کسی آسمانی تعلیم کی پیروی کی مدعی تو ہیں مگر قرآن میں ان کا نام نہیں آیا ہے ، اس لئیے ان کے اہل کتاب ہونے کا

یقین نہیں ' مگر گمان ضرور ہے) اور (۴) کفار — یہہ وہ قومیں ہیں جو کسی آسمانی تعلیم کی پیرو نہیں — اسلام نے اپنی اسلامی حکومت میں مسلمانوں کا درجہ قومیت اور وطنیت کے امتیاز کے بغیر تمام حقوق میں یکساں قرار دیا ہے — اهل کتاب کے لئے یہہ ہے کہ جزیہ ادا کرنے کے بعد وہ تمام حقوق میں مسلمانوں کے برابر ہیں ' ان کا ذبح کیا ہوا جانور کھایا جا سکتا ہے ' ان کی لڑکیوں سے مسلمان نکاح کر سکتے ہیں ' ان کے جان و مال و مذهب اور عبادتگاهوں کی حفاظت کی سلطنت ذمہ دار ہے — مشابہ اهل کتاب بھی سوا اس کے کہ مسلمان ان کا ذبیحہ نہ کھائیں گے ' اور نہ ان کی لڑکیوں سے نکاح کر سکتے ہیں ' اور تمام ملکی حقوق میں وہ اهل کتاب بلکہ خود مسلمانوں کے برابر ہیں — اس بنا پر جب کسی غیر قوم میں اسلام کی سلطنت قائم هو تو سب سے پہلا فرض یہہ ہے کہ یہہ دیکھا جائے کہ وہ قوم ان چار قسموں میں سے کس قسم کے اندر ہے — مگر افسوس ہے کہ اس کا فیصلہ خیبروالی قومیں اخیر تک نہ کرسکیں — ایک طرف تو ان کو هندوؤں سے جزیہ لینے پر اصرار تھا ' جو صرف اهل کتاب اور مشابہ اهل کتاب سے قبول کیا جا سکتا ہے اور دوسری طرف ان کے معبدوں اور ان کے مراسم کی حفاظت کا وعدہ نہیں کیا جاتا جو جزیہ لینے کے بعد ضروری ہے — انتہا یہ ہے کہ سلطان علاؤالدین خلجی (سنہ ۶۹۶ ھ) تک یہہ فیصلہ نہ هو سکا تھا

کہ هندوؤں کا شمار کس طبقہ میں ہے (۱) ' اور یہہ ساری ابتری اسی ذو عملی کا نتیجہ تھی لیکن عربوں نے سندھہ میں قدم رکھنے کے ساتھہ ایک ملت بھی اس کے فیصلہ میں توقف نہیں کیا کہ ان اقسام میں سے هندوؤں کا مرتبہ اسلامی حکومت میں کیا ہے ؟

عرب فاتحوں کے نزدیک هندو مشابہ اهل کتاب تھے

سندھہ کو فتح کرتے هوئے جب عرب سپہ سالار محمد بن قاسم سندھہ کے مشہور شہر الرور (الور) پہنچا تو شہر والوں نے کئی مہینہ تک حملہ آوروں کا پرزور مقابلہ کیا ' پھر صلح کی ' اور اس میں دو شرطیں پیش کیں ' اول یہہ کہ "شہر کا کوئی آدمی قتل نہ کیا جائے ' دوسرے یہہ کہ ان کے بت خانوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے" — محمد بن قاسم نے جس وقت ان شرطوں کو قبول کیا تو یہہ الفاظ کہے :—

مالبد الا ککنائس النصاری والیهود و بیوت
نیران المجوس (بلاذری ص ۴۳۹)

(ترجمہ) هندوستان کا بتخانہ بھی عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاهوں اور مجوس کے آتشکدوں هی کی طرح ہے —

---

(۱) تاریخ فیروز شاهی ضیاے برنی ص ۲۹۰ و ۲۹۱ (کلکتہ) و تاریخ فرشتہ ص ۱۱۰ (نولکشور) —

سندھ کی سب سے قدیم عربی تاریخ کے فارسی ترجمہ چچ نامہ میں یہہ واقعہ اس طرح مذکور ہے :-

"محمد بن قاسم نے برہمن آباد (سندھ) کے لوگوں کی درخواست قبول کی اور ان کو اجازت دی کہ سندھ کی اس اسلامی سلطنت میں اسی حیثیت میں رہیں جس حیثیت میں عراق اور شام کے یہودی عیسائی اور پارسی رہتے ہیں" - (۱)

ایک عرب فاتح کی زبان کی یہہ وہ اہم تصریح ہے کہ اس نے ہندوؤں کو وہی حیثیت دی جو بظن غالب کسی آسمانی تعلیم کے پیرووں کی اسلامی قانون میں ہے' اور ان کے بت خانوں کو بھی وہی درجہ دیا جو اہل کتاب یا مشابہ اہل کتاب کے معبدوں اور عبادت گاہوں کا اسلام میں ہے - سندھ کے فتوحات کی تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ عرب فاتحوں نے اپنے شرائط کا پوری طرح لحاظ رکھا - ایک بودھ مت کے پیرو نے ایک موقع پر ایک ہندو راجہ کو مشورہ دیا :-

"ہم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ محمد قاسم کے پاس حجاج کا فرمان ہے

---

(۱) چچ نامہ تاریخ الیٹ ' جلد اول ص ۱۸۶ -

کہ جو اماں چاہے اس کو اماں دو ،
اس لئے ہم کو یقین ہے کہ آپ اس کو
مناسب سمجھیں گے کہ ہم اس سے صلح
کرلیں کیونکہ عرب ایماندار اور اپنے
معاہدوں کے پابند ہیں ۔ " (۱)

دیبل سندھ کا پہلا مقام جہاں عربوں نے حملہ کیا وہاں سب سے بلند عمارت بودھوں کا بت خانہ تھا ۔ محمد قاسم نے قلعہ‌والوں کو شہر کا دروازہ کھولنے پر مجبور کرنے کے لئے بت‌خانہ کے بلند منارہ پر جو سب سے اونچا اور باہر سے نظر آتا تھا توپ کا گولہ پھینکا ، لیکن جب شہر کا پھاٹک کھل گیا تو اس بت‌خانہ کو برباد نہیں کیا ۔ چنانچہ بودھوں کے فنا ہوجانے کے بعد بھی تیسری صدی ہجری تک یہہ عمارت موجود تھی ۔ خلیفہ معتصم (سنہ ۲۱۸ ۔ ۲۲۷ ھ) کے زمانہ میں اس کا ایک حصہ جیل‌خانے کے کام میں لایا گیا ۔ (۲) محمد قاسم نے خود اس شہر میں اپنی مسجد الگ بنائی (۳) ۔ اسی طرح جب نیروں فتح کیا تو مندر کے سامنے اپنی مسجد الگ قائم کی ۔ (۴)

---

(۱) چچ نامہ الیٹ جلد اول ص ۱۵۹ ۔
(۲) بلاذری ص ۴۳۷ ۔
(۳) ایضاً ۔
(۴) چچ نامہ الیٹ ص ۱۵۸ ۔

ملتان کا بت خانہ

اسی طرح ملتان کا عظیم الشان بت خانہ شہر کے فتح ہونے کے بعد بھی صحیح و سالم رہا بلکہ عربوں کی تین سو برس کی حکومت میں بھی وہ بعینہ قائم رہا، اور تین صدیوں تک برابر وہ عرب سیاحوں کی دلچسپیوں کا مرکز رہا - اخیر شخص جس نے اس کا حال بیان کیا ہے (بشاری) وہ سنہ ۳۷۵ ھ کے قریب میں اس کو دیکھ گیا ہے - اہل عرب نے اس بت خانہ کے وجود سے سیاسی اور مالی دونوں فائدے اٹھائے - سیاسی یہہ کہ جب کوئی راجہ ملتان پر حملہ کی تیاری کرتا تو عرب امیر اس کو یہہ کہہ کر ڈرا دیتا کہ اگر تم نے ادھر کا قصد کیا تو ہم اس مندر کو خاک میں ملا دیں گے - یہہ سن کر حملہ آور رک جاتے اور مالی فائدہ یہہ اٹھایا کہ تمام ہندوستان سے لوگ اس مندر کے جاترے کو آتے تھے اور وہاں جاکر نذرہ پیش کیا کرتے تھے - عرب امیر اس رقم کو خزانہ میں داخل کرتے تھے، اور اسی سے اس مندر کے مصارف اور یہاں کے پجاریوں کی تنخواہیں ادا کرتے تھے - (۱)

عرب سیاحوں نے ملتان کے اس بت خانہ کی پوری کیفیت بیان کی ہے - اس مندر میں افراط سے سونا

---

(۱) معجم البلدان یاقوت بحوالۂ اصطخری جلد ۸ ص ۲۰۱ (مصر) -

چاندی تھی - دو دو سو اشرفیوں کا عود یہاں جلانے کو بھیجتے تھے ' جن کو پجاری عرب تاجروں کے ہاتھہ بیچ ڈالتے تھے (۱) - یہہ مجسمہ خود بھی اتنا ہی قیمتی تھا - اس کی دونوں آنکھوں کی جگہ پر بیش‌قیمت پتھر جڑے تھے ' سر پر سونے کا تاج تھا (۲) - الغرض سنہ ۳۷۵ ھ کے قریب تک بت‌خانہ عرب امیروں کے زیر حکومت قائم و باقی بلکہ پوری رونق پر تھا ' مگر جب ابو ریحان بیرونی سنہ ۴۰۰ ھ کے بعد یہاں آیا ہے تو اس نے اس کو بت‌خانہ کے بجائے جامع مسجد پایا - اس تغیر کی وجہ اس نے یہہ لکھی ہے : -

> "محمد بن قاسم نے جب ملتان فتح کیا تو اس کی آبادی اور دولت مندی کا سبب اسی بت‌خانہ کو پایا - تو اس نے اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا اور اس کے گلے میں گائے کی هڈی (۳) باندھہ کر یہہ ثابت کیا کہ وہ اس کو کسی عقیدت کی وجہ سے

---

(۱) سفر نامہ ابوزید سیرافی ص ۱۳۰ -

(۲) سفر نامہ بشاری مقدسی معروف بہ احسن‌التقاسیم ص ۴۸۳ ' (لیدن) -

(۳) یہہ واقعہ فتوحات سندھہ کی کتابوں میں کہیں مذکور نہیں - معلوم نہیں بیرونی نے کہاں سے لیا -

نہیں چھوڑ رہا ہے - اور اس نے مسلمانوں
کے لئے جامع مسجد الگ بنائی' پھر
جب ملتان پر قرمطی لوگ (شیعہ
مسلمانوں کا ایک گمراہ فرقہ) حکمران
ہو گئے تو جلم بن شیبان نے اس
بت خانہ کو توڑ دیا اور پجاریوں کو
قتل کر دیا' اس کی عمارت کو جو
اینٹ کی تھی اور اونچی جگہ پر تھی
جامع مسجد بنا دیا اور پہلی (محمد
بن قاسم والی) جامع مسجد میں قفل
لگا دیا کہ وہ بنی اُمیہ کی یادگار تھی
اور ان سے ان کو دشمنی تھی - پھر جب
سلطان محمود نے ملتان فتح کر کے
قرمطیوں کو مٹا دیا تو جامع مسجد
کو بند کر کے پھر (محمد بن قاسم والی)
اصلی جامع مسجد کھلوا دی اور اب وہ
بت خانہ کی جگہ صرف میدان ہے" - (۱)

اسی سلسلے میں بلاذری نے جو تیسری صدی کے اخیر میں تھا یہہ عجیب بات لکھی ہے کہ لوگ اس بت کو حضرت ایوب کا مجسمہ گمان کرتے تھے (صفحہ ۴۴) :-

---

(۱) کتاب الہند بیرونی ص ۵۶ -

حقوق اور اعزاز

سندھ کے فتح ہونے کے بعد برھمنوں کا ایک وفد محمد قاسم کے پاس آیا - محمد قاسم نے اس کی عزت کی برھمنوں نے اس کے سامنے اپنا یہہ مطالبہ پیش کیا کہ ہندو دستور کے مطابق ھمارا قومی درجہ دوسری ذاتوں سے اونچا رکھا جائے - محمد قاسم نے تحقیق کے بعد ان کے اس مطالبہ کو منظور کیا اور ان کو تمام عہدوں پر سرفراز کیا - برھمنوں نے اس کا خاص شکریہ ادا کیا اور گاؤں گاؤں پھر کر اپنے حاکموں کے گن گائے اور جو ان کو حقوق ملے تھے اس کی ھر جگہ جاکر تعریفیں کیں - (۱)

جزیہ

عرب امیر نے تمام اعلان کرا دیا کہ جو چاھے مسلمان ھو کر ھمارا بھائی بن جائے اور جو چاھے جزیہ دےکر اپنے مذھب پر قائم رھے - چنانچہ بعضوں نے اسلام قبول کر لیا اور بعض اپنے پرانے مذھب پر قائم رھے -

چچ نامہ میں ھے :-

> "ان میں جو مسلمان ھو گئے تھے وہ غلامی اور جزیہ وغیرہ سے آزاد رھے ' اور جو

---

(۱) چچ نامہ الیٹ ص ۱۸۲ - ۱۸۳ -

اپنے مذہب پر قائم رہے ان کے تین درجے
قائم کئے گئے - اعلی طبقہ یعنی دولت
مندوں سے ۴۸ درم ' متوسط لوگوں سے
۲۴ درم ' اور نیچے طبقہ سے ۱۲ درم لئے
گئے - جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا
وہ اس سے معاف کئے گئے اور جو لوگ
اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے انہوں نے
جزیہ دیا ' لیکن ان کی زمینیں اور
جائدادیں ان سے نہیں لی گئیں بلکہ
علی حالہا انہیں کے قبضہ میں رہنے
دی گئیں - (۱)

موجودہ حساب سے ایک درم زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین آنہ کے برابر ہے - اس لحاظ سے یہہ محصول دولت مندوں سے دس روپئے ' متوسطوں سے پانچ روپئے ' اور غریبوں سے ڈھائی روپئے سالانہ کے حساب سے وصول ہوا ہوگا ' اور حسب قاعدہ عورتیں ' بچے ' بوڑھے ' مذہبی عہدہ دار اور پجاری اور معذور لوگ جو کماتے نہیں ' اس سے مستثنی رہے ہونگے - اور مسلمانوں سے جزیہ کے بجائے ڈھائی روپیہ سیکڑہ زکواۃ ' اور زمین کی پیداوار میں مسلمانوں سے دسواں حصہ اور غیر مسلمان سے مقررہ خراج وصول کیا

---

(۱) چچ نامہ الیٹ ص ۱۸۲ -

گیا ہوگا - اِس کے علاوہ اہل عرب کی سلطنت میں کوئی اور ٹکس نہ تھا -

ہندو اور مسجد

عربوں کی اس رواداری کا اثر ہندوؤں پر بہت اچھا پڑا - چنانچہ دوسری صدی ہجری میں ایک مقام پر سے جب عربوں کی حکومت اتھہ گئی اور ہندو قابض ہو گئے تو انھوں نے مسلمانوں کی مسجد کو ہاتھہ نہیں لگایا - مسلمان اس میں برابر نماز پڑھتے ' جمعہ ادا کرتے ' اور جمعہ میں بدستور اپنے خلیفہ کا نام لیتے رہے - (۱)

اسؔ کے علاوہ چوتھی صدی ہجری کے عرب سیاح اصطخری اور ابن حوقل بیان کرتے ہیں کہ کھمبایت سے صیمور تک کے علاقے گو مختلف راجاؤں کی عملداری میں ہیں مگر ہر شہر میں ہر جگہ مسلمان آباد ہیں اور ان کی مسجدیں ہیں جہاں مسلمان باجماعت نماز پڑھتے ہیں - ہندو راجاؤں کے عہد میں شہر کھمبایت کی جامع مسجد کے توڑنے اور بننے کا دلچسپ قصہ آگے آتا ہے -

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۶ (لیڈن) -

ہندو مذہب کی تحقیقات

اس باہمی میل جول کا اثر یہہ ہوا کہ عربوں کو ہندوؤں کے مذاہب کی تحقیقات کا شوق پیدا ہوا ' چنانچہ یحیئ برمکی نے جس کی وزارت کا زمانہ سنہ ۱۷۰ ھ سے سنہ ۱۹۰ ھ تک ہے ایک شخص کو ہندوستان خاص طور سے اس لئے بھیجا کہ وہ یہاں کی دوائیں اور یہاں کے مذہبوں کا حال لکھہ کر لائے - اس وقت بغداد کا یہہ عالم تھا کہ دنیا کے تمام مذہبوں اور عقیدوں کا وہ اکھاڑہ بنا ہوا تھا - عباسی خلفاء اور ان کے بعض فلسفہ پسند امراء کے دربار مذہبی مجلسوں اور مناظروں سے گرم رہتے تھے ' اور دن اور وقت مقرر تھے جن میں ایسی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں اور ہر مذہب والے کو اجازت تھی کہ وہ اپنے مذہب کی دلیلیں پیش کرے اور اسلام پر اعتراضات کرے اور جوابات سنے - ان مجلسوں اور مناظروں میں مسلمان متکلمین سب سے پیش پیش رہتے تھے اور برامکہ کا خاندان خاص طور سے ان لوگوں کی سرپرستی کرتا تھا - عجب نہیں کہ اسی وجہ سے یہہ ضرورت پیش آئی ہو کہ ہندوستان کے مذہبوں سے بھی واقفیت حاصل کی جائے -

جو شخص اس غرض سے ہندوستان بھیجا گیا تھا اس کی بعینہ روداد غالباً محفوظ نہیں ہے ' مگر ابن ندیم جس نے اپنی کتاب اس واقعہ کے ۷۰ ' ۸۰ برس بعد

لکھی ہے - وہ ایک تحریر کا حوالہ دیتا ہے جو مشہور عرب فلاسفر یعقوب بن اسحاق کندی کے ہاتھہ کی لکھی تھی اور اس پر سنہ ۲۴۹ ھ کی تاریخ پڑی ہوئی تھی - اس میں یحیٰی برمکی کے ایک شخص کو ہندوستان کے مذاہب کی تحقیق کی غرض سے ہندوستان بھیجے جانے کی خبر درج تھی اور اس پر " ہندوستان کے مذاہب اور اعتقادات " کا سرنامہ اور اس کے نیچے مختصر حالات لکھے ہوئے تھے - اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہہ اسی شخص کی روداد کا خلاصہ ہے -

اس تحریر میں پہلے گجرات کے راجہ ولبھہ رائے کے دارالسلطنۃ مہانگر کے بت خانہ کا حال لکھا ہے کہ اس میں سونے ' چاندی ' لوہے ' پیتل ' ہاتھی دانت ' اور ہر قسم کے بیش قیمت پتھروں اور جواہرات کے بیس ہزار بت ہیں ' اور اس میں سونے کا ایک بت ۱۲ ہاتھہ اونچا ہے اور وہ سونے کے تخت پر بیٹھا ہے - یہہ تخت ایک سونے کے گنبد نما کمرے میں ہے ' یہہ کمرہ سپید موتیوں ' اور سرخ ' سبز ' زرد اور آسمانی رنگ کے جواہرات سے مرصع ہے - سال میں ایک دفعہ اس کا میلہ ہوتا ہے - راجہ خود پیادہ وہاں جاتا اور آتا ہے - اس کے آگے سال میں ایک دن قربانی کی جاتی ہے اور لوگ اپنی جان بھی اس پر قربان کرتے ہیں ' پھر مولستان (ملتان) کے بت کا حال لکھا ہے ' پھر دوسرے بتوں کا احوال ہے -

اس کے بعد ہندوستان کے چند فرقوں اور ان کے بتوں کا حال بیان کیا ہے -

۱ - سب سے پہلے فرقہ کا نام مہاکالیہ بتایا ہے ' جو مہا کالی کو پوجتے ہیں ' جس کے چار ہاتھ ہوتے ہیں ' آسمانی رنگ ہوتا ہے ' سر پر بہت بال ہوتے ہیں ' دانت نکلے ہوتے ہیں ' پیٹ کھلا ہوتا ہے ' پیٹھ پر ہاتھی کی کھال پڑی ہوتی ہے جس سے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں - ایک ہاتھ میں اژدھا ' دوسرے میں ڈنڈا ' تیسرے میں ایک انسان کا سر ' چوتھا ہاتھ اوپر اٹھا ہوا - اس کے دونوں کانوں میں دو سانپ ' اور اس کے بدن میں دو اژدھے لپٹے ہوے ' سر پر کھوپڑیوں کی ہڈیوں کا تاج ' اور انہیں ہڈیوں کا گلے میں مالا -

۲ - دوسرا فرقہ الدنیکتیہ ' الادتبکتیہ (ادت بھکتی) یعنی سورج (آدت) پوجنے والے - اس کی صورت یہ ہے کہ ایک گاڑی ہے جس میں چار گھوڑے جتے ہیں ' اس کے اوپر ایک بت ہے - وہ اس کو سجدہ کرتے ہیں ' اس کے گرد گھومتے ہیں ' بخور جلاتے ہیں ' باجہ بجاتے ہیں ' اس پر بہت سی جائدادیں وقف ہیں ' بہت سے پجاری ہیں جو اس بت خانہ اور جائداد کا انتظام کرتے ہیں ' بیمار ہر طرف سے یہاں آتے ہیں ' اور اپنے خیال میں وہ یہاں سے اچھے ہوکر جاتے ہیں -

۳ - تیسرا چندر بھکتیہ (چندر بھکتی) - یہہ چاند کے پجاری ہیں - اس کے بت کی گاڑی چار بطوں پر چلتی ہے ، بت کے ہاتھہ ایک بہت بڑا لال ہوتا ہے جس کو چندر کیت کہتے ہیں - چودھویں رات کو جو چاند کے پورے کمال پر پہنچنے کا وقت ہے برت رکھتے ہیں اور اس رات کو اس کی پوجا کرتے ہیں اور کھانا ، شراب ، اور دودھہ اس دیوتا کے پاس لاتے ہیں - چاند کی پہلی اور چودھویں کو چھتوں پر چڑھکر اس کو دیکھتے ہیں اور منتر اور دعا پڑھتے ہیں -

۴ - چوتھا فرقہ بکرنتنیہ (۱) نام ہے ، جو اپنے کو زنجیروں میں جکڑے رہتے ہیں ، سر اور ڈاڑھی کے بال منڈاتے ہیں ، ایک لنگوٹی کے سوا تمام بدن ننگا رکھتے ہیں ، جو ان کے فرقہ میں آتا ہے اس کو کہتے ہیں پہلے سب کچھہ دان کردو -

۵ - پانچواں فرقہ گنگایاترہ (گنگا جاتری) - اس عقیدہ کے لوگ تمام ہندوستان میں پھیلے ہیں - ان کے ہاں یہہ ہے کہ جو گناہ بھی انسان کرے گنگا آکر اسنان کرنے سے وہ سب دھل جاتا ہے -

---

(۱) اس لفظ کی اصلیت اور اس فرقہ کا کچھہ حال آگے آئے گا - زیر لفظ "بھکشو" دوسری کتابوں میں بکر نتیہ کی جگہ بیکر جیں کا لفظ ہے - بزرگ بن شہریار نے ان کا نام بیکور بتایا ہے (ص ۱۵۵) - بیرونی نے ان کو مہادیو کے پجاری کہا ہے - دیکھو کتاب الہند ص ۵۸ -

۶ - چھٹے راجپوتیہ (راجپوت) هیں ' جن کا دهرم راجاؤں کی مدد هے - وہ سمجھتے هیں کہ راجہ کے لئے کام آجانا بھگتی هے -

۷ - ایک اور فرقہ هے جو اپنے بال بڑھاتا هے اور ان کو بٹ کر چہروں پر جٹا بنا کر ڈالتا هے - هر طرف بال بکھرے هوتے هیں ' وہ شراب نہیں پیتے ' ایک پہاڑ پر جاڑے کو جاتے هیں ' عورتوں کو دیکھکر بھاگتے هیں ' آبادی میں نہیں آتے - (۱)

ابن ندیم کے هم‌عصر یا قریب زمانہ (سنہ ۳۷۵ ھ) کے بیت‌المقدس کے ایک عرب متکلم مطہر (۲) کی کتاب البدء والتاریخ کا بیان زیادہ مفصل هے -

> "هندوستان میں نو سو فرقے هیں ' لیکن ان میں صرف ننانوے کا حال معلوم هے ' اور یہہ سب پینتالیس مذهب کے اندر هیں ' اور یہہ بھی چار اصول کے اندر محدود هیں ' اور ان کی اصل موٹی تقسیم دو هے ' سمنی (بودھ) اوربر همنی -

---

(۱) کتاب‌الفہرست ابن ندیم ص ۳۴۵ - ۳۴۹ -

(۲) حاجي خلیفہ نے اس کتاب کا مصنف ابو زید احمد بن سہل بلخي کو قرار دیا هے - پیرس اڈیشن کے اڈیٹر نے چار جلدوں پر تو بلخی کا نام لکھا هے ' پھر گذشتہ بیان کي تصحیح کر کے مطہر بن طاهر نام لکھا هے -

سمنی یا تو خدا کے قائل نہیں یا ایسے
خدا کے جو بے اختیار ہے - برہمنی
مذہب والوں میں تین فرقہ ہیں -
ایک توحید اور سزا اور جزا کا قائل
ہے ' مگر رسالت کا نہیں - دوسرا
تناسخ کے اصول پر جزا و سزا کو مانتا
ہے ' لیکن نہ توحید کا قائل ہے اور نہ
رسالت کا '' - (۳)

اس کے بعد مصنف نے اہل ہند کی علمی حیثیت کا مختصر بیان کیا ہے ' پھر مقدمات میں دعووں کی شہادت کے ان پرانے طریقوں کا ذکر کیا ہے جو پرانے ہندوستان میں جاری تھے' مثلا گرم لوہے کو چھو لینا وغیرہ - اس کے بعد کہتا ہے :-

'' مسلمان ان کے نزدیک ناپاک ہیں '
وہ ان کو اور جس چیز کو وہ چھو دیں
اس کو نہیں چھوتے ' اور گائے ان کے
نزدیک ماں کی طرح معزز و محترم
ہے ' اس کی جان لینے کی سزا ان کے
یہاں قتل ہے ' اور غیر عورت سے ہمبستری

---

(۳) جلد ۴ ص ۹ - ۱۹ (پیرس) ' تیسرے فرقہ کا ذکر چھوٹ گیا ہے -

کرنا ' بے بیوی والوں کے لئے ان کے ہاں
جائز ہے تاکہ نسل کم نہ ہو (۱) اور
بیوی والا اگر برا کام کرے تو اس کی
سزا قتل ہے' اور جب ان میں سے کوئی
مسلمانوں کے ہاتھہ پڑ کر پھر ان کے
یہاں واپس جاتا ہے تو اس کو مارتے
نہیں بلکہ اس کے بدن کے تمام بال
مونڈ کر اس کو پراشچت کرتے ہیں '
(اور اس کا وہی طریقہ لکھا ہے جو اب
بھی ہندوستان میں جاری ہے یعنی
گائے کی چند چیزوں کو ملاکر پلانا) '
قرابت میں وہ نکاح نہیں کرتے - برہمنوں
کے نزدیک شراب حرام ہے اور ذبیحہ
بھی '' -

اس کے بعد ہندو دیوتاؤں اور ان کی مختلف پوجا کرنے والوں کی تفصیل دی ہے اور ہر دیوتا کی صورت بتائی ہے ' پھر مہادیو ' کالی ' اور مہاکالی ' اور لنگ پوجا وغیرہ کا حال لکھا ہے ' اور اس کے بعد دو نئے فرقوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک کا نام جل بھکتیہ (جل بھکت) ہے جو پانی کی پوجا کرتے ہیں' اور دوسرے کا نام اگنی ہوطریہ (اگنی ہوتری)

---

(۱) شاید نیوگ کے مسئلہ کا بیان ہو -

بتایا ہے جو آگ کی پوجا کرتے ہیں - رشیوں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہہ وہ لوگ ہیں جو مراقبہ اور دھیان کر کے اپنے ظاہری حواس کو بیکار کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جس قدر وہ مادیت سے الگ ہوں گے اتنی ہی روحانیت ان میں پیدا ہوگی - یہ ہمیشہ اپنی آنکھیں بند رکھتے ہیں - اخیر میں جوگیوں کا اور اپنی جان بلدان دینے والوں کا حال لکھا ہے -

برہمنوں کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ گاے پوجتے ہیں، اور گنگا سے پار جانا حرام سمجھتے ہیں' اور کسی دوسرے کو اپنے دھرم میں لینا ان کے یہاں جائز نہیں" - اخیر میں یہہ مصنف کہتا ہے : -

> "قیامت اور رسالت پر ان میں سے جس کا یقین نہیں وہ بھی جزا و سزا کو آواگون اور تناسخ کی صورت میں مانتا ہے' اور بت پرستی کا عذر یہہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالے تو ادراک' علم' اور حس' ہر ایک سے اوپر ہے' اور حواس کی گرفت سے باہر ہے' اسی لئے ایک درمیانی واسطہ کی ضرورت ہے -"

اس کے بعد مذاہب عالم کے مشہور محقق عبدالکریم شہرستانی کا نام آتا ہے' جس کا زمانہ سنہ ۴۶۹ھ سے سنہ ۵۴۹ھ تک ہے - اس نے مطہر مقدسی کے

بیان کو زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے' اور ایک نئے فرقہ برگسبگیہ (برکش بھکت) کا ذکر کیا ہے جو درختوں کی پوجا کرتا ہے - (۱)

ابو ریحان بیرونی نے کتاب الہند کے گیارھویں باب میں ہندوؤں کے تمام مذاہب بیان کئے ہیں' اور اس میں سب دیوتاؤں کی صورتیں اور کیفیتیں لکھی ہیں اور خود بت پرستی یا مورتی پوجا کے فلسفہ پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ "یہہ مورتی پوجا صرف ہندوستان کے عوام اور جاہلوں کا دھرم ہے' ورنہ پڑھے لکھے ہندو ایسا نہیں سمجھتے" - پھر گیتا کے چند فقرے نقل کئے ہیں جن میں سے ایک یہہ ہے کہ "بہت سے لوگ مجھکو چھوڑ کر دوسروں کو پوجتے ہیں' تو میں ان سے بے پروا ہوں" - پھر کرشن جی کی ایک تقریر نقل کی ہے جس میں ارجن کو خطاب کر کے چاند اور سورج وغیرہ کی پوجا کرنے والوں سے اپنی بیزاری ظاہر کی ہے -

اس کے بعد سات سمندر پار اسپین کے ملک کے رہنے والے ایک عرب مصنف قاضی صاعد (المتوفی سنہ ۴۶۲ ھ (سنہ ۱۰۷۰ع) کا "ایمان بالغیب" ملاحظہ ہو - وہ اپنی کتاب طبقات الامم میں جس میں تمام دنیا کی متمدن قوموں کے علوم کی تاریخ بیان کی ہے' لکھتے ہیں :-

---

(۱) ملل و نحل جلد دوم' اخیر باب -

"ہندو قوم تمام قوموں کے نزدیک ہر زمانہ میں حکمت کی کان اور دانائی اور عقلمندی کا سر چشمہ رہی ہے...... ان کا علم الہی اللہ تعالیٰ کی توحید اور شرک سے پاکی ہے، ان کے مختلف فرقے ہیں، بعض برہمن ہیں، بعض ستارہ پرست ہیں، بعض عالم کے حدوث اور بعض اس کی ازلیت کے قائل ہیں، نبوت و رسالت نہیں مانتے، اور حیوانات کو ذبح کرنا اور ان کو تکلیف دینا برا سمجھتے ہیں، (اس کے بعد مصنف نے اسپین سے ہندوستان کی دوری کا عذر کرکے اس کے زیادہ حالات نہ جاننے پر افسوس کیا ہے، اور ہندوستان سے عربی کے ذریعہ اسپین تک جو علوم و فنون اور مسائل پہنچے ہیں ان کی تفصیل کی ہے۔" (۱)

عرب سیاحوں نے ہندوستان کے جو مذہبی حالات بیان کئے ہیں ان میں زیادہ‌تر ملتان اور سندھ کے بعض بت‌خانوں کی کیفیت ہے، مثلاً یہ کہ ملتان کا مشہور بت لکڑی کا تھا، اس کے جسم پر سرخ کھال لپٹی تھی،

---

(۱) طبقات‌الامم ص ۱۱ – ۱۵ (بیروت) ۔

س کی دو آنکھوں کی جگہ پر دو لال تھے ' اور سر پر سونے کا تاج تھا (۱) - بیرونی نے بتایا ھے کہ یہہ سورج دیوتا کی مورتی تھی ' اور اسی لئے اس کا نام آدت (سورج) تھا - (۲)

دوسری چیز جس کا ان عرب سیاحوں نے بڑی کراھت کے ساتھہ ذکر کیا ھے وہ ان مندروں کا حال ھے جن میں دیو داسیوں کے رکھنے کا دستور تھا - اس قسم کے مندروں کا ذکر جنوبی ھند کے سیاحوں نے زیادہ کیا ھے ' (۳) مگر مقدسی جو سنہ ۳۷۵ ھ میں ھندوستان آیا تھا اس قسم کے مندر کا سندھہ میں بھی ذکر کرتا ھے (۴) -

تیسری چیز جس کا ان سیاحوں نے بکثرت ذکر کیا ھے وہ اپنی جان بلدان کرنے والوں کا ذکر ھے ' اور ایسا ایسا حال لکھا ھے جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ھوتے ھیں - گنگا میں ڈوب کر جان دینا تو معمولی ھے ' ستی ھونے والی عورتوں کا ذکر بھی اس کے مقابلہ میں کم درجہ ھے -

---

(۱) دیکھو احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۳ و آثارالبلاد قزوینی ص ۸۱ وغیرہ کتب جغرافیہ -

(۲) کتاب‌الہند ص ۵۶ ' (لندن) -

(۳) سفر نامۂ سلیمان تاجر و ابوزید سیرافی ص ۱۳۰ (پیرس) -

(۴) احسن‌التقاسیم ص ۴۸۳ -

ابو زید سیرافی کہتا ھے کہ "ان لوگوں کو تناسخ اور آواگون پر اتنا یقین ھے کہ اپنے کو آگ میں زندہ جلا دینا معمولی بات ھے – کوئی جب اپنے کو جلانا چاھتا ھے، تو راجہ سے اجازت لیتا ھے، پھر بازاروں میں پھرتا ھے، دوسری طرف آگ خوب بھڑکائی جاتی ھے، اور جھانجھہ بجائی جاتی ھے، اس کے رشتہ دار، اس کے چاروں طرف جمع رھتے ھیں، پھر پھولوں کا ایک تاج بنا کر جس میں شعلے رھتے ھیں اس کے سرپر رکھتے ھیں، سر کی کھال جلنی شروع ھوتی ھے، اور وہ اسی طرح کھڑا رھتا ھے اور آھستہ آھستہ جل کر چتا میں کود پڑتا ھے" – ایک اور منظر یہہ ھے کہ ایک شخص خنجر سے خود اپنا سینہ آپ چاک کرکے ھاتھہ ڈال کر اپنا دل اندر سے نکال لیتا ھے اور یہہ تمام کام پورے اطمینان کے ساتھہ ادا کرتا ھے – (۱)

سب سے دردناک منظر کا نقشہ ابن الفقیہ نے کھینچا ھے کہ "ملتان کے ایک مندر میں ایک شخص آیا جو اپنے سر اور انگلیوں پر تیل میں بھیگی ھوئی روئی لپیٹے ھوئے تھا، وھاں آکر اس نے ان میں آگ لگا دی، وہ یہہ بتیاں بھی جلتی ھوئی اس کے بدن تک پہنچ گئیں، اور وہ اسی اطمینان اور سنجیدگی کے ساتھہ جل کر خاک ھو گیا" – (۲)

---

(۱) سفرنامہ ابو زید صفحہ ۱۱۵ – ۱۱۸ –

(۲) آثار البلاد قزوینی ص ۸۱ –

برھمن اور سملی ' ابراھیم اور خضر

مطہر مقدسی (سنہ ۳۳۵ ھ) نے تمام ھندو فرقوں کو دو حصوں میں منقسم کیا ھے - ایک کا نام برھملیہ اور دوسرے کا نام سملیہ بتایا ھے - لیکن عجیب بات یہہ ھے کہ بعض عرب مصنفوں کو لفظ برھمن کی مشابہت سے اتنا حسن ظن پیدا ھوا کہ انھوں نے یہہ فرض کر لیا کہ برھمن درحقیقت حضرت ابراھیم کے پیرو ھیں - اسی لئے ان کو برھمن کہتے ھیں - لیکن شہرستانی نے اس غلطی کو دور کیا اور بتایا کہ یہہ برھم کی طرف نسبت ھے ' ابراھیم کی طرف نہیں - برھملوں کا حریف فریق سملیہ در اصل عربی میں بودھوں کا نام ھے - (اس تحقیق پر آیندہ مفصل بحث آتی ھے -) بدھ کے متعلق اس کے پیرووں کا جو یہہ عقیدہ ھے کہ وہ وقتاً فوقتاً انسانوں میں اکثر ظاھر ھوا کئے ھیں ' اس سبب سے بعض نیک نیت لوگوں نے یہہ تطبیق دی کہ یہی بدھ ھیں جن کو مسلمان خضر کہتے ھیں - (۱)

دو قوموں کے درمیان اس وقت تطبیق کی ضرورت پیش آتی ھے جب ان کے درمیان کسی قسم کا سمجھوتہ ور اتحاد پیدا ھوتا ھے - یہہ دونوں مثالیں ان دونوں قوموں کے اسی دور کی یادگار ھیں -

---

(۱) دیکھو ملل و نحل شہرستانی -

پیغمبر اسلام کا ایک ادب شناس ہندو راجہ

سنہ ۱۴۷ ھ میں جب منصور عباسی کے زمانہ میں حوصلہ مند سادات علوی نے حکومت کے تھام کا ارادہ کیا تو سندھ میں بھی اس کا سامان ہوا ' مگر پانسہ الٹ گیا اور علویوں کو کامیابی نہ ہوئی اس وقت ان کو ایک جائے پناہ کی تلاش ہوئی ' ہند کا مسلمان والی جو سادات کا ہمدرد تھا اس نے ان سے کہا آپ لوگ گھبرائیں نہیں ' یہاں ایک راجہ ہے جو رسول اللہ صلعم کی بڑی عزت کرتا ہے ' آپ لوگ اس کے ہاں چلے جائیں ' چنانچہ وہ چلے گئے - راجہ نے بڑے تزک و احتشام سے ان کا استقبال کیا اور وہ بڑے آرام سے وہاں رہنے لگے - (۱)

سمنیہ

ابھی اوپر کی سطروں میں سمنیہ فرقہ کا ذکر ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ عربوں میں یہہ بودھہ مت والوں کا نام تھا - میں اس تحقیق کے نتیجہ اور اس کے دلائل تک ایک مدت کے جمع معلومات کے بعد پہنچا ہوں -

سب سے پہلے اس فرقہ کا نام عبدالقادر بغدادی جس نے سنہ ۴۲۹ ھ (سنہ ۱۰۳۷ ع) میں وفات پائی ہے اس کی کتاب الفرق بین الفرق میں اس تقریب سے نظر آیا

(۱) کامل ابن اثیر واقعات سنہ ۱۴۷ ھ -

کہ اسلام کے عقل پرست فرقہ معتزلہ کے ایک بڑے امام نظام پر اس نے یہہ غلط الزام لگایا ھے کہ اس نے نبوت کے انکار کا مسئلہ برھملوں سے اور یہہ مسئلہ کہ حق و باطل میں تمیز محال ھے، کیونکہ ھر طرف دلیلیں قوی اور پرزور ھوتی ھیں، اس نے "سملیہ" سے سیکھا، پھر مرتضی زیدي کی کتاب المعتزلہ میں پڑھا کہ "ھارون الرشید کو ھندوستان کے سملیہ نے اسلام پر یہہ اعتراض کہلا بھیجا" – اس فقرہ نے یہہ توجہ دلائی کہ اس فرقہ کا تعلق ھندوستان سے ھے – اس کے بعد سندھہ کے حالات کی تحقیق میں سملیہ کا نام باربار ملا، اور الیٹ صاحب کو دیکھا کہ پروفیسر مولر وغیرہ کے حوالہ سے کہتے ھیں کہ ان سے مراد "بودھہ مت والے" اور اس لفظ کی سنسکرت اصل "سرمن" ھے جس کے معنی ایک مذھبی فقیر کے ھیں – الیٹ صاحب یہہ بھی کہتے ھیں کہ یونانی سیاحوں اور مؤرخوں نے بھی ان کو سرامینس، سرمیلیا، اور سیمونی کے الفاظ سے یاد کیا ھے (۱) – الیٹ صاحب کے اس بیان سے تھوڑا پتہ آگے چلا، مگر اس کے بعد ابن ندیم کی کتاب الفہرست نے اس معمے کو بالکل حل کر دیا اور اس سے مجھکو پوری تشفی ھو گئی اور یہہ بھی معلوم ھو گیا کہ یونانیوں میں یہہ نام کیوں کر آیا –

---

(۱) انڈیا، الیٹ ج ۱ ص ۵۰۶ –

سمنیہ کی تحقیق

حمزہ اصفہانی جس نے اپنی کتاب تاریخ ملوک الارض (زمین کے بادشاہوں کی تاریخ) سنہ ۳۵۰ ھ میں تقریباً لکھی ہے اور جو ایران اور خراسان کی تاریخ کی سند ہے، وہ اپنی کتاب کے مقدمہ میں (۱) لکھتا ہے :-

"دنیا میں پہلے صرف دو ہی فرقے تھے، ایک "سمنیین" اور دوسرے کلدانیین (کالڈیا والے) - سمنیین پورب کے ملکوں میں تھے، اور ان کے کچھ باقی افراد اب بھی ہندوستان کے گوشوں میں اور چین میں ہیں اور خراسان والے ان کو "شمنان" جمع کی حالت میں اور شمن واحد کی حالت میں کہتے ہیں" -

اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ عربوں نے بودھوں کا یہ نام خراسانیوں سے سنا اور وہی ان میں رائج ہوا - اصفہانی کے بیان کے ساتھ ابن ندیم (سنہ ۳۷۵ ھ) کا یہ پرمعلومات بیان ملاؤ -

"میں نے ایک خراسانی کے ہاتھ کی تحریر پڑھی جس نے خراسان کی پرانی اور پھر نئے زمانہ میں جو اس کی

---

(۱) تاریخ ملوک الارض ص ۷، مطبوعہ کاویانی (برلن) -

کیفیت ہے، اس کے حالات لکھے تھے -
یہہ رسالہ دستور کی طرح تھا، اس میں
لکھا تھا کہ سملیہ کے پیغمبر کا نام
بوذاسف تھا، اور پرانے زمانہ میں اور
اسلام سے پہلے ماوراءالنہر (ترپلز او کیشپلا)
کے لوگ اسی مذہب کے پیرو تھے، اور
سملیہ کا لفظ سملہ کی طرف نسبت ہے -
یہہ لوگ تمام زمین والوں اور تمام دوسرے
مذہب والوں سے زیادہ سخی ہوتے ہیں -
اور یہہ اس وجہ سے کہ ان کے پیغمبر
بوذاسف نے ان کو یہہ بتایا ہے کہ سب
سے بڑا گناہ جو ناجائز ہے، اور جس کا
انسان کو کبھی نہ اعتقاد رکھنا چاہئے،
اور نہ عمل کرنا چاہئے، یہہ ہے کہ کوئی
اپنی زبان سے "نہیں" نکالے - تو ان کا
اسی نصیحت پر عمل ہے، اور نہیں کہنا
ان کے نزدیک شیطان کا کام ہے، اور ان کا
مذہب شیطان کو دور کرنا ہے - (۱)

یہہ حرف حرف بودھہ مت کی تصویر ہے، اور گذر چکا ہے کہ بوذاسف کی اصل "بودھی ستو" ہے، اور یہہ بھی معلوم ہے کہ اسلام سے پہلے ایشیاے وسطی کا

---

(۱) الفہرست ابن ندیم ص ۳۴۵ -

مذہب بودھ ہی تھا اس بیان کے بعد اس میں کوئی شبہہ نہیں رہ جاتا کہ سمنیہ اور بودھ ایک چیز ہیں -

سمنیہ کے اصول

عبدالقادر بغدادی سنہ ۴۲۹ ھ (سنہ ۱۰۳۷ ع) نے سمنیہ کے ایک اصول کا ضمناً تذکرہ کیا ہے ' جس کو عربی اصطلاح میں " تکا فئو ادلہ " کہتے ہیں جو ایک طرح سے لا اور یہ (اگناسٹک) فرقہ کے اصول کے قریب قریب ہے اور اس کے معنی یہہ ہیں کہ دنیا میں حق اور باطل اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ ہر شے کے نفیاً یا اثباتاً ہاں اور نہیں دو رخ ہو سکتے ہیں ' اور دونوں میں سے کسی کو نہ غلط کہہ سکتے ہیں اور نہ صحیح کہہ سکتے ہیں - اس میں شک نہیں کہ یہہ اصول بدھ کی بعض تعلیمات میں ہیں ' لیکن یہہ اصول سب سے زیادہ جینیوں کے ہاں نمایاں ہیں -

بودھ کا دوسرا اصول جس پر اس کے مت کی بنا ہے وہ دنیا یا زندگی کے دکھ ' برائی یا مصیبت سے چھٹکارا ہے - اسی برائی دکھ اور مصیبت کو ابن ندیم نے شیطان کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جو بدیوں کا مرکز ہے ' اور یہہ کہا ہے کہ " سمنیہ کا مذہب شیطان کو دور کرنا ہے " یعنی بدیوں اور دکھوں سے نجات پانا ہے -

شہرستانی نے جو پانچویں صدی ہجری کے اخیر (گیارھویں صدی عیسوی) میں تھا، سمنیہ کے بجائے بد کا لفظ استعمال کیا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس مذہب سے پوری واقفیت تھی - وہ کہتا ہے کہ "بد (بدھ) سے مراد وہ وجود ہے، جس کا ظہور نہ تو پیدایش سے ہوتا ہے اور نہ وہ بیاہ شادی رچاتا ہے، نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ بوڑھا ہوتا ہے، اور نہ مرتا ہے - یہہ گویا نروان کے بعد درجہ کا ذکر ہے - اس کے بعد اس نے گوتم بدھہ کی تعلیمات کا ذکر کیا ہے کہ وہ دس گناہوں سے بچے، اور دس اخلاقی فرائض کو ادا کرے - ان میں سے ہر ایک کو بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ مجھے جہاں تک ان کے اصول کا علم ہے ان میں عالم کی ازلیت اور تناسخ کے قاعدے سے جزا و سزا بھگتنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے - (۱)

مطہر بن طاہر نے کسی عربی جغرافیہ کی کتاب المسالک سے (ابن خردازبہ والی نہیں، مگر جس کی تصنیف کی تاریخ یقیناً تیسری صدی کا آخر یا چوتھی صدی کا شروع ہوگا) اور ابن ندیم نے کندی کے علاوہ کسی اور کی تحریر سے یہ بالکل صحیح نقل کیا ہے کہ "سمنیہ میں دو فرقے ہیں، ایک وہ جو یہہ یقین کرتا ہے کہ بدھہ

---

(۱) ملل و نحل شہرستانی، مذاہب ہند -

خدا کا پیغمبر تھا ' اور دوسرے کا اعتقاد ہے کہ بدھ خود خدا تھا جو اس اوتار میں دنیا میں ظاہر ہوا " (۱) - یہ تعبیر حقیقت میں اس اختلاف کی ہے کہ بودھ مت میں خدا کا وجود ہے یا نہیں ؟ اس مت کا ایک فرقہ خدا کے نام سے کسی وجود کا قائل نہیں اور دوسرا قائل ہے ' اور حقیقت یہ ہے کہ خود بدھ نے اس مسئلہ کو بالکل گلجلک رکھا ہے - محمد خوارزمی چوتھی صدی ہجری کے اخیر میں کہتا ہے کہ " سملیہ بت پرست ہیں ' اور قدم عالم ' تناسخ کے ' اور اس کے قائل ہیں کہ زمین ہمیشہ نیچے کو جا رہی ہے - ان کے پیغمبر کا نام بوذاسف ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوا ' اور یہ لوگ ہندوستان اور چین میں ہیں - کلدانی بھی اپنے کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں " - (۲)

مشہور متبحر عرب مؤرخ اور سیاح مسعودی (سنہ ۳۳۳ ھ) چین کے حال میں لکھتا ہے :-

> " ان کا مذہب پہلے لوگوں کا مذہب ہے ' اور یہ ایک فرقہ ہے جس کا نام سملیہ ہے ' جن کی پوجا کا طریقہ وہی ہے جو اسلام سے پہلے قریش کا تھا - بتوں کو پوجتے ہیں ' اور دعاؤں میں

---

(۱) ابن ندیم ص ۳۴۷ و کتاب البدءوالتاریخ جلد ۴ ص ۱۹ -

(۲) مفاتیح العلوم خوارزمی ' ص ۳۶ ' (لیڈن) -

ان کی طرف متوجہ کرتے ھیں – ان میں
جو سمجھدار ھیں وہ یہہ سمجھتے
ھیں کہ اس مورت کی حیثیت محض
قبلہ کی ھے ' اور اصل نماز خدا کی
ھے ' اور جو نادان ھیں وہ ان بتوں کو
خدا کا درجہ دیتے ھیں اور اُن کو
پوجتے ھیں " – (۱)

بدھہ کی صورت

دنیا کے تمام رھنماؤں میں غالباً بدھہ ھی کی ایسی ذات ھے جس کی شکل و صورت اس کے مجسمہ اور مورتی کی بدولت ھزاروں سال گذر جانے کے باوجود دنیا کے سامنے ھے ' اور عجائب‌خانوں کے ذریعہ سے تو اب دنیا کے گوشہ گوشہ میں موجود ھے – اھل عرب بھی بدھہ کی اس شکل و صورت سے واقف تھے – ابن ندیم نے ان لفظوں میں اس کی تصویر کھینچی ھے (۲) : –

" ایک شخص ایک تخت پر بیٹھا '
چہرہ پر بال نہیں ' ٹھڈی نیچے جھکی
کسی قدر مسکراھٹ ' انگلیاں بند اور
کچھہ کھلی " –

(۱) تاریخ مسعودی (مروج الذھب) جلد اول ص ۲۹۸ (لیڈن) –
(۲) ابن ندیم ص ۳۴۷ –

بدھ کی ایک مورتی بغداد بھی گئی تھی - ابن ندیم نے اس کو دیکھا تھا اور اس پر ایک کتبہ بھی تھا - (۱)

بودھ مت کی وسعت

اہل عرب کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ بودھ مت کن کن ملکوں میں پھیلا تھا - ابھی ابن ندیم کا بیان گذر چکا ہے کہ خراسان اور ماوراءالنہر یعنی ایشیاے وسطی کا مذہب اسلام سے پہلے بودھ تھا ' اسی طرح انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ چین میں بھی یہی مذہب ہے ' اور وہ ہندوستان سے گیا ہے - اکثر عرب سیاحوں نے اس کا ذکر کیا ہے - سب سے پہلا عرب سیاح جس کا سفرنامہ ہمارے پاس ہے ' یعنی سلیمان تاجر سنہ ۲۳۷ ھ (سنہ ۸۳۷ ع) وہ اپنے سفرنامہ میں کہتا ہے :-

> "چین کے مذہب کی اصل ہندوستان سے ہے ' اور وہ کہتے ہیں کہ یہ بدھ کی مورتیاں ہندوستان ہی نے ہمارے لئے بنائی ہیں - ان دونوں ملکوں کے لوگ آواگون (تناسخ) کے مسئلہ میں ایک ہیں ' اور دوسری معمولی باتوں میں ان میں اختلاف ہے" - (۲)

---

(۱) ابن ندیم ص ۱۹ -

(۲) سفرنامہ سلیمان تاجر مطبوعہ پیرس سنہ ۱۸۱۱ع صفحہ ۵۷ -

اسی طرح جلوبی هندوستان اور جزائر میں وہ اس مذهب کے اثرات پاتے تھے -

بهکشو

چنانچه ابو زید سیرافي ' جس نے تیسری صدی کے آخر میں جلوبي هندوستان ' جزائر ' اور چین کا حال لکها هے ' وہ بودهه فقیروں کا ذکر کرتا هے ' اور ان کا نام بیکرجي لکهتا هے ' جو شاید بهکشو کي خرابی هے ' کیونکه لفظ کی صورت کے علاوہ معنی کی صورت بهی انهیں پر پوري اترتی هے - سیرافی کهتا هے :-

" هندوستان میں ایک گروہ هے جس کا نام ' بیکر جیین ' هے - یهه ننگے هوتے هیں ' ان کے بالوں کی لٹیں اتنی بڑی هوتی هیں که وہ پهیل کر ستر چهپا لیتي هیں ' ان کے ناخن بهت بڑے هوتے هیں ' وہ ان کو کتاتے نهیں چاهے توت جائیں ' یهه همیشه شهر به شهر پهرا کرتے هیں ' ان میں سے هر ایک کی گردن میں آدمي کی ایک کهوپڑی تاگے میں بندهی هوئی پڑي رهتی هے ' جب ان کو زیادہ بهوک لگتی هے تو وہ کسی کے دروازے پر کهڑے هو جاتے هیں ' مکان والا جلدی سے پکے هوے چاول لے کر خوش خوش آتا

ہے اور ان کو پیش کرتا ہے ـ وہ اسی
کھوپڑی میں لے کر ان کو کھا لیتے ہیں ـ
جب ان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو شہر
سے واپس چلے جاتے ہیں ، پھر صرف
بھوک کے وقت وہ نکلتے ہیں ـ (۱)

بزرگ بن شہریار ناخدا نے سنہ ۳۰۰ ھ میں سراندیپ سے گذرتے ہوئے اس قسم کے فقیروں کو دیکھا تھا ـ اس نے بھی ان کی یہی تصویر کھینچی ہے اور ان کا نام بیکور بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہہ گرمی میں بالکل ننگے رہتے ہیں اور صرف چار انگل کی لنگوٹی باندھتے ہیں اور جاڑوں میں چٹائی اوڑھتے ہیں ، اور مختلف رنگ کے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک کپڑا سی لیتے ہیں ، اسی کو پہنتے ہیں ، بدن پر مردوں کی جلی ہوئی ہڈی کی راکھہ ملتے ہیں ، اور گلے میں انسان کی کھوپڑی لٹکاتے ہیں ، اور عبرت اور خاکساری کے لئے اسی میں کھاتے ہیں (۲) ـ

لیکن بیرونی نے اس قسم کے فقیروں کو مہادیو کے پجاری کہا ہے ، ان کی صورت بھی ان سے ملتی جلتی

---

(۱) سفرنامہ ابوزید سیرافی ص ۱۲۷ و ۱۲۸ ـ
(۲) عجائب الہند بزرگ بن شہریار صفحہ ۱۵۵ (لیڈن) ـ

تھی ' وہ بھی گلے میں رنگ مالا ڈال کر جنگل جنگل پھرتے تھے - (۱)

جوگی

جوگیوں اور تارک الدنیا فقیروں کے حالات بھی ان کتابوں میں لکھے ہیں ' مگر ان میں سب سے زیادہ عجیب وہ واقعہ ہے جس کو سلیمان تاجر نے نویں صدی عیسوی کے بیچ میں اپنے مشاہدہ سے لکھا ہے - کہتا ہے :-

" ہندوستان میں ایسے لوگ ہیں جو ہمیشہ پہاڑوں اور جنگلوں میں پھرا کرتے ہیں ' اور لوگوں سے بہت کم ملتے ہیں ' بھوک لگتی ہے تو گھانس پات یا جنگل کے پھل کھا لیتے ہیں ...... ان میں بعض ننگ دھڑنگ ہوتے ہیں ' چیتے کی کھال کا کوئی ٹکڑا البتہ ان پر پڑا رہتا ہے - میں نے اسی طرح ایک شخص کو دھوپ میں بیٹھا دیکھا - ۱۶ برس کے بعد جب پھر میرا ادھر سے گذر ہوا تو میں نے اس کو اسی طرح اور اسی حال میں پایا ' مجھے تعجب ہوتا تھا کہ دھوپ

---

(۱) کتاب الہند ص ۵۸ -

کی تمازت سے اس کی آنکھ کیوں نہ
بہہ گئی " - (۱)

سندھ اور اسلام

سندھ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات خراسان ، ترکستان اور افغانستان سے شروع ہوتے ہیں ، اور رفتہ رفتہ وہ ہندوستان تک بڑھتے چلے آتے ہیں - چنانچہ بلخ کے نوبہار (نوبہار) کے متولی برمکیوں سے لے کر ان ملکوں کے معمولی بودھوں نے بھی اسلام قبول کرنے میں کچھ زیادہ پس و پیش نہیں کیا - یہی صورت ہم کو سندھ میں نظر آتی ہے - پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) کے خاتمہ پر یعنی سندھ کی فتح کی چند ہی سال کے بعد جب بنو امیہ کے دیندار اور برگزیدہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے سندھ کے لوگوں کو اسلام کا دعوت نامہ بھیجا تو بہت سے راجاؤں نے اسلام قبول کر لیا - (۲)

اسی طرح ملیبار ، مالدیپ ، اور بعض دوسرے جزیروں میں بھی ہم کو اسی قسم کے حالات ملتے ہیں - ہم نے اس قسم کے واقعات اپنے ایک سلسلہ مضمون میں جس کا عنوان "ہندوستان میں اسلام" ہے مفصل بیان کئے ہیں ، اس لئے یہاں ان کے دہرانے کی حاجت نہیں -

---

(۱) سفرنامہ سلیمان تاجر ص ۵۰ ، ۵۱ -
(۲) فتوح البلدان بلاذری ، فتح سندھ -

سملیہ اور "حصریہ"

کہیں اوپر ایک واقعہ یہہ گذرا ہے کہ مشہور فلاسفر اور متکلم نظام معتزلی ' جو دوسری صدی ہجری کے آخر (آٹھویں صدی عیسوی) میں تھا اور خلیفہ مامون الرشید کا استاد تھا ' اس پر اس کے دشمنوں نے جو غلط الزام لگائے تھے ' ان میں ایک یہہ تھا کہ اس نے جوانی میں مجوسیوں اور سملیوں کی صحبت اُٹھائی تھی ' اور "تکافو ادلہ" کا مسئلہ اس نے سملیوں سے سیکھا تھا ' اور فلاں مسئلہ فلاں سے فلاں مسئلہ فلاں سے اس کی فہرست دی گئی ہے — بہر حال یہ عبارت کتابوں میں یکساں درج ہے — لیکن صرف ایک لفظ میں ہر جگہہ نئی تحریف ہے ' سب سے قدیم کتاب جس میں یہ عبارت مجھکو ملی ہے ' اور وہ عبدالقادر بغدادی (المتوفی سنہ ۴۲۹ ھ سنہ ۱۰۳۷ ع) کی کتاب الفرق بین الفرق ہے — اس کتاب میں یہ لفظ "سمنیہ" (سملیہ) لکھا ہے لیکن ایک اور مستند محدث و مؤرخ سمعانی المتوفی سنہ ۵۶۲ ھ نے اس پوری عبارت کو نقل کیا ہے مگر "سملیہ" کی جگہہ پر "حصریہ" لکھا ہے ' جیسا کہ ان کی کتاب الانساب کے اس قدیم نسخہ میں ہے ' جس کو گب میموریل لندن نے سنہ ۱۹۱۲ ع میں زنکوگراف کے ذریعہ سے بعینہ چھاپا ہے — "حصریہ" نام کسی فرقہ کا وجود نہیں معلوم ' غالباً اسی لئے کسی نے اس کو "دھریہ" کردیا ہے جیسا کہ مولنا شبلی کی علم الکلام کی منقولہ عبارت میں

ہے ۔ مگر یہ صریحی تحریف ہے ۔ اس لفظ سملیہ اور حصریہ کے اختلاف پر میں دیر تک غور کرتا رہا ، اور آخر بحمداللہ ایک توجیہ پر پہنچ کر مجھے بالکل اطمینان ہو گیا ۔ حقیقت میں سمعانی کے نسخہ میں "حصریہ" نہیں بلکہ ح اور ص سے دو نقطے کاتبوں نے اڑا دئے ہیں ۔ یہ لفظ "خضریہ" ہے ۔ اس توجیہ تک پہنچنے میں جس درمیانی واسطہ نے مدد دی وہ امام سمعانی کے ہمعصر فلسفی و محدث شہرستانی کا یہ خیال تھا کہ "بدھ کی جو کیفیت بیان کی جاتی ہے ، اگر وہ صحیح ہے تو وہ اس خضر سے ملتا جلتا ہے جس کے وجود کا دعویٰ مسلمان ملحد اور مسسوالزر کیا کرتے ہیں" (۱) ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بدھ کو "خضر" فرض کرکے بودھ مت کے پیروؤں کا نام لوگوں نے "خضریہ" رکھ لیا تھا ، اور سمعانی نے نظام کے حال میں اسی فرقہ کا نام "خضریہ" لکھ دیا ۔ اس بنا پر بغدادی کا "سملیہ" اور سمعانی کا خضریہ کہنا ایک ہے ۔

محمرہ

بودھوں کا ایک تیسرا نام عربی کتابوں میں محمرۃ بھی ہے ، یعنی "سرخ کپڑے پہننے والے" (۲) جس سے مقصود

---

(۱) ملل و نحل شہرستانی جلد ۳ ص ۲۳۲ بر حاشیہ ملل و نحل ابن حزم ۔

(۲) کتاب الہند بیرونی ص ۱۹۱ ۔

شاید گروا رنگ ہو یا زعفرانی - یہ رنگ ان کے مذہبی پیشواؤں کی پہچان تھی -

بدھ اور بت

اس موقع پر ایک اور لفظ کی طرف اشارہ کرنا ہے، اور وہ لفظ بت ہے، جس سے بت پرست اور بت خانہ بنے ہیں - اس کو عام طور سے ایک فارسی لفظ سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ لفظ "بدھ" سے "بد" اور "بد" سے "بت" بنا ہے - چونکہ بدھ کی مورتی کی پوجا ہوتی تھی اس لئے "بد" کے معنی ہی فارسی میں بت ہو گئے - اسی لئے عربی میں اس بت کو "بد" کہتے ہیں اور اس کی جمع "بدوہ" آتی ہے - (۱)

سسلی کا بت ہندوستان میں

عربوں کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ بتوں اور مجسموں کے گاہک زیادہ تر ہندوستان کے لوگ ہیں، اسی لئے یہ بات تعجب سے سنی جائےگی کہ امیر معاویہ نے (سنہ ۴۶ ھ میں) جب سسلی (اٹلی) پر حملہ کیا تو وہاں سے ان کو سونے کے اسٹیچو اور مجسمے ہاتھ آئے، انہوں نے چاہا کہ نفس سونے کی مالیت کے

---

(۱) دیکھو فہرست ابن ندیم ص ۳۴۷ و سفرنامۂ سلیمان ص ۵۵ و ۵۷ و کتاب البدء والتاریخ ص ۱۹ و ملل و نحل شہرستانی ص ۲۴۰ -

علاوہ ان مجسموں اور استیچوؤں کی ساخت اور صنعت کی قیمت بھی وصول ہو – چنانچہ انہوں نے ہندوستان بھیج کر ان کو فروخت کرنا چاہا – بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے اس تجویز سے اختلاف کیا اور اس پر عمل نہ ہوا، (۱) لیکن بیرونی کا بیان ہے کہ وہ یہاں لائے گئے اور بیچے گئے (۲) – غالباً بیرونی کے اس بیان کا ماخذ واقدی کی روایت ہو جس کو بلاذری نے (۳) بھی فتوح البلدان میں نقل کیا ہے –

عرب و ہند کے یہ مذہبی تعلقات بہر حال رنگ لائے، اور ایک دوسرے سے متاثر ہونے کا موقع بہم پہنچا، اور اتنا تو ضرور ہوا کہ دونوں کو ایک دوسرے کے مذہب سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہوئی – میرا نظریہ یہہ ہے کہ اس زمانہ کے ہندوستان کا غالب مذہب بودھہ تھا، اور وہی عربوں کے مذہب سے زیادہ متاثر ہوئے – یہ اثر سب سے پہلے ان راستوں میں نظر آتا ہے جو عربوں کے تجارتی گذرگاہ تھے، یعنی کارومنڈل (معبر) ملیبار اور کولم سے لے کر کچھہ اور گجرات تک اور ادھر سندھہ سے لے کر کشمیر تک –

---

(۱) اماری سسلی، بحوالۂ نہایۃالارب ص ۲۲۶ –
(۲) کتاب الہند بیرونی ص ۶۰ –
(۳) فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۵، (لیڈن) –

اور جنوبی هندوستان اور هندوستان کے جنوبی جزیروں سے عربوں کے تعلقات سب سے زیادہ رهے اور اُس کا سبب تجارت کے علاوہ سراندیپ کے ایک روایتی نقش قدم کی زیارت کی کشش بھی تھی –

عرب و هند کا ایک متحدہ مقدس مقام

مشہور هے کہ سراندیپ ' سیلون یا لنکا جو کہو ' اس کے ایک پہاڑ کی چٹان پر پاؤں کا ایک نشان هے ' خدا جانے کب سے اس پاؤں کا نشان لوگوں کی عقیدتوں کا مرکز هے ' مگر سب سے عجیب بات یہہ هے کہ ایسے نقش قدم مسلمان عربوں ' بودھوں ' اور عام هندؤوں و تیلوں کی دلی عقیدتوں کا متحدہ مرکز تھا اور یہہ وہ چیز هے جس کی دوسری مثال مذهب کی دنیا میں پیش نہیں کی جا سکتی – مسلمان اس کو حضرت آدم کا نقش قدم سمجھتے هیں اور اس کی عزت کرتے هیں ' بودھہ اُس کو شاکیہ مونی کے قدم کا نشان اور هندو شیو کے پاؤں کا نشان سمجھتے هیں اور اس کی تعظیم بجا لاتے هیں – دور دور سے لوگ اُس کے جاترے کو جاتے هیں – مسلمان عرب سیاحوں اور عراق کے درویشوں میں اس کی زیارت کا بڑا شوق تھا – تقریباً بحری سفر کے هر عرب سیاح نے اس کا ذکر کیا هے اور اس کی زیارت کا شوق اس کو وهاں کھینچ لایا هے ' اور آخر یہی چیز اس جزیرہ میں مسلمان درویشوں کی بکثرت آمد و رفت کا ذریعہ بن گئی

اور ان کی اس آمد و رفت کی کثرت کے سبب سے اسلام کے قدم وھاں جم گئے - ابن بطوطہ کے زمانہ میں یہاں کا راجہ ھندو تھا مگر نقش آدم کے پہاڑ کے پاس خواجہ خضر کا غار بھی دکھائی دیتا تھا - کہیں بابا طاھر کا غار ملتا تھا - چیلاؤ (سالایم) میں ھاتھی بکثرت تھے ' مگر ایک شیرازی بزرگ شیخ عبداللہ خفیف (المتوفی سنہ ۳۳۱ ھ) کی دعا کی برکت سے یہہ کسی کو نہیں ستاتے - اسی لئے اس وقت سے جب سے ان بزرگ کی یہہ کرامت ظاھر ھوئی وھاں کے بت پرست بھی مسلمانوں کا ادب کرتے ھیں - ان کو اپنے گھروں میں ٹھہراتے ھیں اور اپنے بال بچوں میں ان کو رھنے دیتے ھیں اور وہ اب تک (ابن بطوطہ کے زمانہ تک) شیخ عبداللہ خفیف کے نام کا ادب کرتے ھیں -

ھندوستان میں اسلام

بہر حال ان مختلف تجارتی ' معاشرتی اور سیاسي تعلقات کا یہہ نتیجہ ھوا کہ سندھ ' گجرات ' کارو منڈل ' ملیبار ' مالدیپ ' سراندیپ اور جاوہ میں اسلام نے اپنے قدم آھستہ آھستہ بڑھانے شروع کئے - ان جزیروں میں ایک طرف ھندؤں اور دوسري طرف چینیوں کے اثر سے بودھ مت پھیلا ھوا تھا مگر صدی بصدی کے جغرافیوں اور سفرناموں کی کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ھوتا ھے کہ لڑائی بھڑائی کے بغیر پورے امن اور چین کے ساتھہ

اسلام کے اثرات یہاں بڑھتے جاتے ہیں اور دونوں قوموں کے لئے ایک دوسرے سے واقفیت کا موقع بہم پہنچتا جاتا ہے - اس دور کے چند متفرق واقعات پر اس بیان کا خاتمہ ہے -

پنجاب یا سرحد کے ایک راجہ کا اسلام

بلاذری جو تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کے اخیر کا مؤرخ ہے بیان کرتا ہے کہ کشمیر، کابل اور ملتان کے بیچ میں ایک شہر عسیفان (اسیوان) (۱) نام تھا، راجہ کا ایک لاڈلا بیٹا بہت سخت بیمار ہوا، راجہ نے مندر کے پجاریوں کو بلا کر کہا کہ اس کی سلامتی کی دعا مانگی جائے، پجاریوں نے دوسرے دن آکر کہا کہ دعا مانگی گئی اور دیوتاؤں نے اُس کے جیتے رہنے دئے جانے کا وعدہ کر لیا ہے - اتفاق یہہ کہ وہ لڑکا اس کے تھوڑی ہی دیر کے بعد مر گیا - راجہ کو بڑا سخت صدمہ ہوا، اسی وقت جا کر مندر ڈھا دیا، پجاریوں کی گردنیں مار دیں، پھر شہر میں جو مسلمان سوداگر تھے ان کو بلواکر ان کے مذہب کا حال دریافت کیا - انھوں نے اسلام کے عقائد بیان کئے، راجہ مسلمان

---

(۱) امیر خسرو نے خزاین الفتوح میں سیوان نام ایک قلعہ کا جو دھلی سے سو فرسنگ کی مسافت پر تھا اور سنہ ۷۰۸ میں سیتل چند اس کا راجہ تھا ذکر کیا ھے -

هو گیا (۱) – بلاذری کہتا هے که "یہه واقعه خلیفه معتصم باللہ کے زمانه میں پیش آیا" – معتصم باللہ کا زمانه سنه ۲۱۸ ھ سے سنه ۲۲۷ ھ تک هے –

عربوں اور هندؤوں میں مذهبی مناظره

یہه تعلقات اس حد تک بڑهه چکے تھے که عرب مسلمانوں اور هندؤوں میں بلکه بودهوں میں دوستانه مذهبی مناظرے هوتے تھے – معتصم کے باپ هارون الرشید (دوسری صدی هجری کا اخیر) کے زمانه کا واقعه هے که هندوستان کے کسی راجه نے هاروں رشید کو کہلا بهیجا که "آپ اپنے مذهب کے کسی عالم کو میرے پاس بهیج دیجئے، جو مجهکو اسلام سے آگاه کرے اور میرے سامنے میرے ایک پنڈت سے بحث کرے" – دوسری روایت یہه هے که سندهه کے کسی راجه کے یہاں ایک بودهه مذهب کا فاضل پنڈت تها، اس نے راجه کو آماده کیا تها اور اس نے کہلا بهیجا تها که مجهه سے یہه کہا گیا هے که "تلوار کے سوا آپ کے پاس آپ کے مذهب کی سچائی کی کوئی دلیل نہیں هے – اگر آپ کو اپنے دهرم کی سچائی کا یقین هو تو اپنے هاں کے کسی عالم کو بهیجئے جو میرے ایک پنڈت سے آکر بحث کرے – خلیفه نے ایک مقدس محدث عالم کو اس کام کے لئے

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۶ –

بھیج دیا ' پنڈت نے جب عقلی اعتراضات شروع کئے
تو ملا نے جواب میں حدیثیں پیش کرنی شروع کیں
پنڈت نے کہا یہہ تو ان کے لئے سند ھیں جو تمھارے
مذھب کو مانتے ھوں ایک روایت میں ھے کہ پنڈت نے
پوچھا کہ تمھارا خدا اگر ھر چیز پر قدرت رکھتا ھے
تو کیا اپنی جیسی کسی ھستی کے بنانے پر بھی اس کو
قدرت ھے ؟ ان بھولے بھالے عالم صاحب نے کہا اس قسم
کی باتوں کا جواب دینا ھمارا کام نہیں ھے - یہ علم کلام
والوں کا کام ھے - راجہ نے ان عالم صاحب کو واپس کیا
اور ھاروں رشید کو کہلا بھیجا کہ پہلے تو بزرگوں کے
کہنے سے مجھے معلوم ھوا اور اب اپنی آنکھوں سے
دیکھہ کر یقین ھو گیا کہ آپ کے پاس آپ کے مذھب
کی سچائی کی کوئی دلیل نہیں - خلیفہ نے کلام والوں
کو بلواکر یہہ مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا اس جماعت
کے ایک کمسن بچہ نے اتھہ کر کہا دد امیرالمؤمنین !
یہہ اعتراض لغو ھے ' اللہ تو وہ ھے جس کو نہ کسی نے
بنایا ' نہ پیدا کیا ' وہ مخلوق نہو - اب اگر وہ اپنے ھی
جیسے کسی دوسرے کو پیدا کرےگا تو وہ اس جیسا تو
ھو نہیں سکتا ' کہ وہ بہر حال اس کا مخلوق ھی ھوگا -
پھر یہہ کہ بعینہ خدا کی طرح کسی دوسری ھستی کا
ھو سکنا خدا کی توھین ھے اور خدا اپنی توھین
و تحقیر پر جو محال ھے قدرت نہیں رکھتا - یہہ سوال
کرنا ایسا ھی ھے جیسے کوئی کہے کہ خدا جاھل ھو سکتا

ہے؟ خدا مر سکتا ہے؟ خدا کھا سکتا ہے؟ یا پی سکتا ہے؟ یا سو سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے خدا کچھہ نہیں کر سکتا ہے، کہ یہہ سب اس کی ذات کی شان کے خلاف ہے - یہہ جواب سب نے پسند کیا، اور خلیفہ نے چاہا کہ اس پنڈت کے مقابلہ کے لئے اسی لڑکے کو ہندوستان بھیجا جائے، مگر تجربہ‌کاروں نے عرض کی کہ حضور یہہ بہرحال بچہ ہے، ایک جواب بن آیا تو ضرور نہیں کہ سب جواب بن آئیں - چنانچہ ایک دوسرے مشہور متکلم کو خلیفہ نے چن کر ہندوستان بھیجا - ایک روایت میں ہے کہ وہ بودھہ اس متکلم سے کبھی مناظرہ کر چکا تھا اور شکست کھا چکا تھا، اور دوسری روایت میں ہے کہ اس نے راستہ ہی میں ایک آدمی کو بھیج کر پتہ چلایا کہ یہ صرف مذہبی ملا ہے یا عقلیات سے بھی واقف ہے - جب اس کو معلوم ہوا کہ وہ عقلیات کا بڑا فاضل ہے تو پھر دونوں روایتوں میں ہے کہ اس پنڈت نے اس کے مقابلہ میں اپنے کو کمزور پاکر اس سے پہلے کہ وہ مسلمان مناظر راجہ کے دربار میں پہنچے راستہ ہی میں اس کو زہر دلوا دیا - (۱)

---

(۱) کتاب‌المنیۃ والامل فی شرح کتاب‌الملل والنحل لاحمد بن یحیی المرتضی، باب ذکرالمعتزلۃ مطبوعہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۱۶ ھ ص ۳۱ و ۳۲ -

اس قصہ کے تمام اجزا صحیح ہوں یا نہ ہوں مگر بہرحال اس سے اتنا ثابت ہے کہ ان دونوں قوموں کے مذہبی تعلقات اور روابط نے اس حد تک ترقی کی تھی -

ایک مناظر راجہ

مؤرخ مسعودی جو سنہ ۳۰۳ھ میں ہندوستان آیا تھا کھمبایت کے حال میں لکھتا ہے کہ :-

> "میں جب سنہ ۳۰۲ھ میں یہاں آیا تو یہاں کا حاکم ایک بانیا (بنیا) تھا جو برھمنی مذہب رکھتا تھا اور وہ مہانگر کے راجہ ولبھہ رائے کا ماتحت تھا - اس کو مناظرہ کا بہت شوق تھا - اس کے شہر میں باھر سے جو نئے مسلمان یا اور مذہب کے لوگ آتے تھے، وہ ان سے بحث و مناظرہ کرتا تھا" (۱) -

بودھوں سے ایک اور مناظرہ

بودھہ مت کے پیرو حواس ظاھری کے علاوہ کسی اور ذریعہ علم کے قائل نہ تھے، چنانچہ بصرہ جو اس زمانہ میں (دوسری صدی کا وسط) مختلف مذہب و

---

(۱) مروج الذهب مسعودی جلد اول ص ۲۵۴ (لیڈن)

ملت کے لوگوں کا مرکز تھا ، وہاں واصل بن عطاء ، جہم بن صفوان ، اور بودھوں سے اس مسئلہ میں مناظرہ ہوا - آخر واصل نے اپنی دلیلوں سے ان کو قائل کر دیا (۱) -

ایک مسلمان کا بت پرست ہو جانا

سنہ ۳۷۰ھ کا ایک عرب سیاح جو بیت المقدس کا رہنے والا تھا وہ سندھ کے بت خانوں کے تذکرہ میں کہتا ہے کہ "دھبروا میں پتھر کی دو عجیب و غریب مورتیں ہیں - وہ دیکھنے میں سونے اور چاندی کی معلوم ہوتی ہیں - کہتے ہیں یہاں آکر جو دعا لوگ مانگتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے - اس کے پاس ایک سبز رنگ کے پانی کا چشمہ ہے جو بالکل زنگار معلوم ہوتا ہے ، زخموں کے لئے بہت مفید ہے - یہاں کے پجاریوں کا خرچ دیوداسیوں کے ذریعہ پورا ہوتا ہے ، بڑے بڑے لوگ یہاں اپنی لڑکیاں لا کر چڑھاتے ہیں - میں نے ایک مسلمان کو دیکھا جو ان دونوں مورتیوں کی پوجا کرنے لگا تھا ، پھر بعد کو نیشاپور جاکر وہ مسلمان ہو گیا - یہ دونوں مورتیں طلسماتی ہیں ، کوئی ان کو ہاتھ سے چھو نہیں سکتا - (۲)

---

(۱) شرح کتاب الملل والنحل مرتضی زیدی مطبوعہ حیدرآباد واصل بن عطاء کا حال -

(۲) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم بشاری ص ۴۸۳ -

قرآن پاک کا پہلا ھندی ترجمہ آج سے ایک ھزار برس پہلے

قرآن پاک کا ترجمہ لوگ آج ھندی میں کرنے لگے ھیں ' مگر یہہ سن کر کتنا اچنبھا ھوگا کہ آج تقریباً ایک ھزار برس پہلے قرآن پاک کا ھندي میں یا سندھی میں ایک ھندو راجہ کے حکم سے کہا گیا تھا - سنہ ۲۷۰ ھ میں الرا (الور واقع سندھ ؟) کے راجہ مہروگ نے جس کا راج کشمیر بالا (کشمیر) اور کشمیر زیریں (پنجاب) کے بیچ میں ھے ' اور جو ھندوستان کے بڑے راجاؤں میں ھے ' اس نے منصورہ (واقع سندھ) کے امیر عبداللہ بن عمر کو لکھہ بھیجا کہ کسي ایسے شخص کو میرے پاس بھیجئے جو ھندی میں ھم کو اسلام کا مذھب سمجھا سکے - منصورہ میں عراق کا ایک مسلمان تھا جو بہت تیز طبیعت ' سمجھدار ' اور شاعر تھا ' اور چونکہ ھندوستان میں پلا تھا اس لئے یہاں کی مختلف زبانیں وہ جانتا تھا - امیر نے اس سے راجہ کی خواھش کا ذکر کیا ' وہ تیار ھوا ' اس نے ان کی زبان میں ایک قصیدہ لکھہ کر راجہ کو بھیجا ' راجہ نے اس قصیدہ کو سنا تو بہت پسند کیا ' اور اس کو سفر خرچ بھیج کر اپنے پاس بلوایا - وہ راجہ کے دربار میں تین برس رھا اور اس کی خواھش سے اس نے قرآن کا ھندی زبان میں

ترجمہ کیا – راجہ روزانہ ترجمہ سنتا تھا اور اس سے بے حد متاثر ہوتا تھا – (۱)

ایک گجراتی راجہ کا بے مثال مذہبی انصاف

چھٹی صدی ہجری کے آخیر میں جب سلطان غوری کے بعد دہلی میں شمس الدین ایلتمش اور سندھ میں ناصرالدین قباچہ حکومت کرتے تھے، محمد عوفی نام ایک فاضل بخارا سے چل کر ہندوستان آیا تھا اور اس نے غالباً سندھ کے کسی ساحل منصورہ یا دیبل سے نکل کر خلیج فارس، سواحل عرب، اور ہندوستان کی مختلف بندرگاہوں کی سیاحت کی تھی، چنانچہ اس سلسلہ میں وہ کھمبایت بھی پہنچا تھا، اس کی دو کتابیں اس وقت باقی ہیں، ایک فارسی شاعروں کا تذکرہ جس کا نام لباب الالباب ہے، جو ناصرالدین قباچہ کے وزیر کے نام لکھی ہے، اور وہ دو جلدوں میں گب سیریز لندن سے شائع ہو چکی ہے، دوسری کتاب اس سے زیادہ بڑی ہے، اس کا نام جامع الحکایات ولامع الروایات ہے – اس میں مصنف نے کچھ اپنے کانوں سنے، اور اپنی آنکھوں دیکھے، اور کچھ دوسری کتابوں میں پڑھے ہوئے واقعوں اور قصوں کو مختلف عنوانوں میں ذکر کیا ہے –

---

(۱) عجائب الہند ص ۴ (لیڈن) –

یہہ کتاب سلیمان شمس‌الدین ایلتمش کے وزیر قوام‌الدین جنیدی کے نام سے لکھی ھے اور اب تک حلیۂ طبع سے محروم ھے - اس کا ایک قلمی نسخہ دارالمصنفین کے کتب خانہ میں بھی موجود ھے -

محمد عوفی نے اس کتاب کے دوسرے باب "در ذکر ملوک طوائف و احوال ایشاں" میں ایک عجیب و غریب قصہ لکھا ھے جس سے معلوم ھوتا ھے کہ ھندو مسلمانوں کے تعلقات اس ملک میں عربوں کے عہد میں کیسے تھے' اور ھندو راجہ اپنی مسلمان رعایا کے ساتھہ کس طرح انصاف سے پیش آتے تھے - محمد عوفی کا یہہ سفر سنہ ۶۲۵ ھ سے پہلے ھوا تھا' اور جو واقعہ اس نے بیان کیا ھے وہ یقیناً اس سے پہلے کا ھے' اور یہہ وہ زمانہ ھے جب گجرات کی طرف صرف ایک سلطان محمود اور دو سو برس کے بعد قطب الدین ایبک کے سرسری دھاووں کے سوا وھاں کسی اسلامی حکومت کا نام و نشان بھی نہ تھا -

محمد عوفی کہتا ھے کہ "مجھے ایک دفعہ کھمبایت جانے کا اتفاق ھوا' جو سمندر کے کنارے ایک شہر ھے' اور وھاں دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت آباد ھے جو مسافروں کی خوب خاطر تواضع کرتی ھے' اور یہہ شہر نہر والہ (احمدآباد گجرات کے قریب) کی سلطنت میں ھے' اور یہاں کچھہ مسلمانوں اور کچھہ ان کے

مخالفوں کی آبادی ہے - میں جس زمانہ میں یہاں آیا ایک قصہ سنا جو نوشیروان کے اوپر والے قصہ سے ملتا جلتا ہے اور وہ یہہ ہے کہ راجہ جاٹک کے راج کے زمانہ میں یہاں ایک مسجد تھی جس میں منارہ تھا ' اس پر چڑھکر مسلمان اذان دیتے تھے ' پارسیوں نے ہندوؤں کو بھڑکا کر مسلمانوں سے لڑا دیا ' ہندوؤں نے منارہ توڑ دیا اور مسجد کو مع اسی (۸۰) مسلمانوں کے شہید کرڈالا - مسجد کا امام و خطیب جس کا نام علی تھا یہاں سے بھاگ کر نہروالہ چلا گیا ' وہاں جاکر راجہ کے درباریوں اور افسروں سے مل کر فریاد کی ' مگر کسی نے توجہ نہ کی ' امام نے یہہ حال دیکھکر تدبیر یہہ کی کہ ہندی (غالباً گجراتی) میں پورا واقعہ ایک قصیدہ میں نظم کیا ' اور خبر رکھی کہ راجہ شکار کو کب جاتا ہے - جب شکار کا دن آیا امام وہ قصیدہ لے کر راستہ میں ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گیا ' جب راجہ ادھر سے گذرا امام فریادی بن کر سامنے آ گیا اور دھائی دی اور عرض کی کہ اس کا یہہ قصیدہ سن لیا جائے - راجہ نے ہاتھی روک کر اس کی مظلوم عرض داشت سنی اور بہت متاثر ہوا ' اور قصیدہ کو اس کے ہاتھہ سے لے کر ایک افسر کے سپرد کردیا ' کہ فرصت کے وقت مجھے یہہ پھر دکھایا جائے - راجہ اسی وقت شکار سے واپس آ گیا ' اور وزیر کو بلواکر کہا کہ میں تین دن تک محل میں رہوں گا اور آرام کروں گا ' ان تین دنوں کے اندر کسی کام کے لئے مجھے تکلیف

نہ دینا ؛ سب کام تم بطور خود انجام دینا - یہہ کہہ کر راجہ محل میں چلا گیا اور رات کو ایک تیز سانڈنی پر بیٹھہ کر تن تنہا کھمبایت کی طرف روانہ ہو گیا - نہروالہ سے کھمبایت ۴۰ فرسنگ ہے ' مگر راجہ نے ایک دن رات میں اس راستہ کو طے کیا اور وہاں بھیس بدل کر ایک سوداگر کی صورت میں اترا ؛ اور گلی کوچہ بازار میں ہر جگہ پھر کر تحقیق کی ؛ اور راستہ چلتوں کی باتیں سنیں - ہر ایک کی زبان سے یہی سنا کہ بیچارے مسلمانوں کو بے گناہ مارا گیا ؛ اور ان پر بڑا ظلم ہوا - راجہ ہر طرح واقعہ کی تحقیق کر کے ایک لوٹے میں سمندر کا پانی بھر کر اور اس کا منہہ بند کر کے اپنے ساتھہ لیا ؛ اور پھر اسی طرح چوبیس گھنٹے میں سانڈنی پر اپنی راجدھانی کو واپس آ گیا ؛ صبح کو راجہ نے دربار منعقد کیا ؛ مقدمات سنے ' اور اسی کے ساتھہ مسجد کے اس امام کو یاد کیا - جب وہ دربار میں حاضر ہوا تو راجہ نے اس کو حکم دیا کہ تم اپنی عرضداشت پڑھکر سناؤ - امام نے جب اس کو پڑھا تو ہندو درباریوں نے کہا یہہ مقدمہ جھوٹا ہے اور یہہ دعوی سرے سے غلط ہے - راجہ نے آبدار کے ہاتھہ سے وہ لوٹا منگوایا اور سب کو تھوڑا تھوڑا اس کا پانی پلایا ' جس نے پیا وہ اس کو گھونٹ نہ سکا اور کہا یہہ تو سمندر کا کھاری پانی ہے - راجہ نے کہا مجھکو چونکہ اس معاملہ میں کسی دوسرے پر بھروسہ نہ تھا کہ دد اختلاف دین

درمیان ہوں " کہ یہہ مذہبی اختلاف کا معاملہ تھا اس لئے میں نے خود جاکر اس کی تفتیش کی ' اور مجھہ پر ثابت ہو گیا کہ یہہ مسلمان بے شک مظلوم ہیں اور ان پر ظلم ہوا ہے - میرے راج میں کسی جماعت پر جو میرے سایہ میں ہو ایسا ظلم نہیں کیا جا سکتا - اس کے بعد حکم دیا کہ برهمنوں اور پارسیوں میں سے جو اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں دو دو کو سزا دی جاے اور مسلمانوں کو ایک لاکھہ بالوترا (گجراتی سکہ) تاوان دلوایا ' تاکہ اس سے وہ مسجد اور منارہ دوبارہ بنوا لیں اور امام کو خلعت اور انعام دیا ' چنانچہ وہ مسجد دوبارہ بنی ' اور یہہ انعامات اس میں یادگار کے طور پر رکھے گئے ' چنانچہ ہر سال عید کے دن ان کو نکال کر سب کو دکھایا جاتا ہے -

محمد عوفی کہتا ہے کہ " آج تک (سنہ ٦٢٥ ھ) یہہ چیزیں وہاں رکھی ہیں ' اور وہ پرانی مسجد اور منارہ بھی باقی تھا ' مگر کچھہ دن ہوئے بالو (بابالا) کی فوج نے گجرات پر حملہ کیا تو اس مسجد کو ویران کردیا - آخر سعید بن شرف (کسی عرب تاجر) نے اپنے سرمایہ سے اس کو دوبارہ بنوایا ہے - اور اس کے چاروں طرف چار سنہرے گنبد بنوائے ہیں - اور اسلام کی یہہ یادگار اس ہندو ملک میں آج تک قائم ہے " -

مسلمانوں میں وحدۃ الوجود

وحدۃ الوجود کا مسئلہ کسی نہ کسی شکل میں ہر قوم میں موجود تھا' بعض یونانی فلاسفر ایک معنی میں اس کے قائل تھے - اسکندریہ کا نو افلاطونی فرقہ اس کا معتقد تھا' پرانے یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی یہہ خیال موجود تھا' ہندو ویدانت کی پوری عمارت اسی تخیل پر قائم ہے - اور بعض مسلمان صوفیوں میں بھی اس کی پرجوش تلقین پائی جاتی ہے گوکہ وحدۃ الوجود کے اندر خود بہت سے مختلف معنی ہیں' اور اس ایک وحدت کی بھی بکثرت تشریحیں کی گئی ہیں' یہاں تک کہ ایک تشریح کے مطابق وہ "حلول" کا مرادف اور ہم معنی بن گیا ہے -

بہر حال یہاں اصل مسئلہ سے غرض نہیں' بلکہ اس کی تاریخی حیثیت سے بحث ہے - یہہ سوال اکثر اُٹھا ہے کہ مسلمان صوفیوں میں یہہ تخیل کہاں سے آیا؟ جہاں تک ہم سے تحقیق ہو سکی ہے' ہمارے پاس کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جس سے یہہ ثابت ہوسکے کہ ہندو ویدانت کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا ہے' حالانکہ اسلام میں اس تخیل کا آغاز تیسری صدی کے آخر سے یعنی حسین بن منصور حلاج کے زمانہ سے ہے - اور اس کا کمال پانچویں صدی ہجری میں محیی الدین بن عربی کے زمانہ میں نظر آتا ہے - اس میں تو کوئی شک نہیں

کہ هندوستان میں آنے کے بعد هندو ویدانتیوں کے تخیل سے مسلمان صوفیوں پر اثر پڑا ھے (۱) - مگر اسلامی تصوف میں اس تخیل کا اثر اس سے پہلے معلوم ہوتا ھے ' خصوصاً جب یہہ واقعہ ھے کہ مسلمانوں میں محیی الدین ابن عربی ھی سب سے پہلے شخص ھیں جنہوں نے اس عقیدہ کی سب سے پرجوش حمایت کی ھے ' اور وہ اسپین کے باشندے تھے ' اور کبھی هندو فلسفی سے ان کو دو چار ہونے کا موقع نہیں ملا ' اس لئے یہہ سمجھا جاتا ھے کہ وہ هندو ویدانت سے نہیں بلکہ نو افلاطونی فلسفہ سے متاثر ہوئے تھے -

لیکن جہاں تک حسین بن منصور حلاج کا تعلق ھے یہہ کہا جا سکتا ھے کہ وہ جس وحدةالوجود کا مدعی تھا وہ معتبر محتاط مسلمان صوفیوں کا وحدةالوجود نہیں ' بلکہ وہ حلول یعنی ایک قسم سے هندؤں کے اوتار کے مسئلہ کا قائل تھا - اس کی تفصیل اس کے پرانے تذکرہ نویسوں نے پوری طرح کی ھے ' اور خود اس

---

(۱) چاالپچہ غالباً آٹھویں صدی هجری میں بنگال کے ایک نو مسلم پنڈت اور ایک صوفی عالم نے مل کر سنسکرت کی کتاب امرت کنڈ کا عربی میں ترجمہ " عین الحیواۃ " کے نام سے کیا ' پھر اس سے فارسی میں ' اور اب فارسی سے اردو میں اس کا ترجمہ ہوا ھے ' اور دارا نے اپنے زمانہ میں سر اکبر کے نام سے جوگ بششت کا ترجمہ فارسی میں کیا -

کی تصنیف کتاب الطواسین سے بھی ثابت ہے - اس کے بعد یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ہندوستان کے جادو، منتر، اور کرتب کو سیکھنے یا جیسا کہ بعض کہتے ہیں، کہ اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے ہندوستان آیا تھا، اس لئے عجب نہیں کہ وہ یہیں سے اپنا مسئلہ وحدۃالوجود عراق لے گیا ہو (ا) -

ہندؤوں میں وحدت تنزیہی

اس کے بر خلاف قیاسات اس ثبوت میں بھی ہیں کہ ہندؤوں میں وحدت تنزیہی کا تخیل اور بت پرستی کے خلاف جذبہ اسلام کا نتیجہ ہے - یہ مضمون خود بڑی وسعت رکھتا ہے اور وہ کسی دوسری بحث کے ضمیمہ کے طور پر ادا نہیں ہو سکتا -

---

(ا) حلاج کی کتاب الطواسین فرانس کے صوفی مستشرق لوئی مسیلان (Louis Massignan) نے سنہ ۱۹۱۳ء میں پیرس سے شائع کی ہے، اور اسی کے ساتھ ایک مستقل جلد میں حلاج کے حالات کے متعلق قدیم بیانات کو بھی یکجا کردیا ہے، حلاج کے ہندوستان آنے کا واقعہ اسی کتاب میں ابن باکویہ صوفی شیرازی کی کتاب کے اقتباسات میں مذکور ہے - دیکھو صفحہ ۳۱ و ۳۳ (مطبوعہ پیرس) -

خاتمہ

ان چند صفحوں میں عرب و ہند کے مذہبی تعلقات کا جو آئینہ تیار کیا گیا ہے خوب غور کر کے دیکھو کہ ان دونوں قوموں نے باوجود شدید مذہب‌پرست ہونے کے کہیں اس شیشہ میں بال آنے دیا ہے؟ کیا جو پہلے گذر چکا وہ آئندہ نہیں ہو سکتا؟

هندوستان میں مسلمان

(فتوحات سے پہلے)

ماخذ

علاوہ ان کتابوں کے جن کا ذکر اوپر گذر چکا ذیل کے معلومات کے لئے سندھ کی فارسی تاریخوں سے بھی فائدہ اتھایا گیا ہے - افسوس ہے کہ یہہ کتابیں اب تک چھپی نہیں ہیں ' مختلف کتب خانوں میں قلمی موجود ہیں ' البتہ الیت صاحب نے اپنی تاریخ کی پہلی جلد میں ان کے ضروری اقتباسات دے دئے ہیں ' اور وہی میرے پیش نظر ہیں ' ان کتابوں کے نام یہہ ہیں -

۱ - چچ نامہ

یہہ تاریخ السندوالهند کے نام سے عربی زبان میں سندھ کی سب سے پرانی تاریخ تھی - محمد علی بن حامد بن ابوبکر کوفی نے ناصرالدین قباچہ کے عہد میں سنہ ۶۱۳ ھ (۱۲۱۶ ع) میں اوچ (سندھ) میں بیتھہ کر فارسی میں ترجمہ کیا - اس کی اصل عربی نہیں ملتی ' مگر صرف محمد بن قاسم کی موت اور راجہ داہر کی لڑکی کی قید کا واقعہ اس میں افسانہ ہے ' باقی اکثر باتیں اس میں ایسی ہیں جن کی پرانی عربی تاریخوں سے تائید ہوتی ہے -

۲ - تاریخ معصومی

یہہ میر محمد معصوم کی تاریخ سندھہ ہے، اکبر کے زمانہ میں سنہ ۱۰۱۱ ھ میں لکھی گئی -

۳ - تاریخ طاہری

میر طاہر بن سید حسن قندھاری نے سندھہ کے قیام کے زمانہ میں سنہ ۱۰۳۰ ھ (۱۶۲۴ ع) میں سندھہ کی یہہ تاریخ لکھی -

۴ - بیگ لارنامہ

یہہ کتاب شاہ قاسم خاں بن سید قاسم بیگ لار کے نام سے سنہ ۱۰۱۷ ھ سے سنہ ۱۰۳۶ ھ تک میں لکھی گئی -

۵ - تحفةالکرام

یہہ سب سے آخری کتاب ہے، علی شیر نے سنہ ۱۱۸۱ ھ (۱۷۶۷ ع) میں لکھی ہے -

اس خطبہ میں جن معلومات کو مرتب کیا گیا ہے ان کے متعلق اردو کی دو کتابیں بھی خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں -

۱ - تاریخ سندھہ - مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی نے سنہ ۱۹۰۹ ع میں الیٹ کی تاریخ سندھہ جلد اول کے معلومات اور ماخذوں سے اور بعض اپنی ذاتی تحقیقات سے اسلامی سندھہ کی نہایت مبسوط تاریخ دو جلدوں میں

لکھی ھے ' تمام ضروری معلومات ان میں فراھم ھیں ' مگر یہ کتاب نئی ترتیب کی محتاج ھے ' ساتھہ ھی مولنا نے الیٹ پر اس میں بے حد بھروسہ کیا ھے ' اور مشکلات کے حل میں بعض ایسے قیاسات سے کام لیا ھے جو میرے نزدیک صحیح نہیں جیسا کہ آگے معلوم ہوگا - کتابوں کے حوالوں میں نہ صفحوں کا حوالہ دیا ھے اور نہ جلد اور باب کا اشارہ کیا ھے ' اس لئے اس کے واقعات کی تصدیق و تطبیق سخت مشکل ھے -

۲ - دوسری قابل ذکر اردو کتاب پیر زادہ محمد حسین صاحب دھلوی ' ایم ' اے ' مرحوم کے ابن بطوطہ کے سفرنامہ دوسری جلد متعلقہ ھند کا اردو ترجمہ ھے - اس میں اصل چیز ابن بطوطہ کے بیان کردہ مقامات اور اشخاص پر مترجم کے حواشی ھیں ' جو انگریزی ترجمہ اور ذاتی تلاش پر مبنی ھیں -

ھمارے اسکولوں اور کالجوں میں ھندوستان کی جو تاریخ پڑھائی جاتی ھے وہ بالکل ایک خاص مقصد کو سامنے رکھکر پڑھائی جاتی ھے ' اور اسی مقصد کو سامنے رکھکر تاریخ ھند کی کتابیں انگریزی میں تصنیف کی جاتی ھیں - ان کتابوں میں قدیم ھندوستان کی تاریخ کو کہنا چاھئے کہ گویا وہ سکندر اور اس کے جانشینوں کی تاریخ کا ایک ٹکڑا ھے - اسی حملہ سے ھندوستان کی کایا پلٹ ھوئی ' اس کو علم و فن کی

دولت ملی، تاریخ کی دنیا میں اس نے زندگی پائی - سکندر کے حملہ اور سفر کے ایک ایک راستہ کا پتہ لگانا، بگڑے ہوئے یونانی ناموں کو درست کرنا، اور ان کے اُلٹے پلٹے بیانوں کو مرتب اور منظم کرکے پیش کرنا ہندوستان کی پرانی تاریخ ہے - یہی مؤرخ جب اسلام اور ہندوستان کے تاریخ کا آغاز کریں‌گے تو چند سطروں میں وحشی عربوں کا اور پھر (نعوذ باللہ) ایک خونخوار پیغمبر کا اور اس کے جانشینوں کے بےپناہ حملوں کا ذکر کرکے صفحہ دو صفحہ میں عرب سے سیدھے غزنی پہنچ جائیں گے - یہاں محمود کی فوج ہندوستان پر جہاد کرنے کے لئے تیار ملتی ہے اور اس کو لیکر وہ فوراً پنجاب، سندھ، اور گجرات پہنچ جاتے، اور لوٹ مار کرکے اس کو واپس لے جاتے ہیں، پھر ڈیڑھ سو برس کے بعد شہاب الدین غوری کو ہندوستان لاتے ہیں اور اس کے بعد سے قرون وسطی کی تاریخ ہند کا سلسلہ آگے چلاتے ہیں - سوال یہہ ہے کہ اس دوری اور بعد مسافت کے باوجود تو یونان کی سرحد ہندوستان سے آکر مل جاتی ہے - لیکن اس قرب اور نزدیکی کے ہوتے بھی کیا ہندوستان اور افغانستان سے ایک طرف اور مکران اور سندھ سے دوسری طرف کوئی سرحد نہیں ملتی تھی ؟ اور ان ملکوں میں آپس میں صلح و جنگ، اور لڑائی اور میل کے تعلقات نہ تھے ؟ اور ان کا سلسلہ ان سرحدی قبیلوں کے مسلمان ہونے سے پہلے قائم تھا یا نہیں ؟ آخر ان کی تحقیق

اور تفتیش اور ان کی ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو باہم جوڑنا اور ملانا اور ان سے نتیجہ نکالنا ضروری ہے یا نہیں ؟

ان کتابوں کے پڑھنے اور ان تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود غزنوی تک ایک بھی مسلمان ملیچھ کا قدم اس پاک اور پوتر بھومی پر نہیں پڑا تھا ' اور مسلمانوں اور ہندؤوں میں آپس میں کسی قسم کا تعلق تھا ' نہ جان پہچان تھی ' نہ آمد و رفت تھی ' حالانکہ گذشتہ صفحوں کے پڑھنے والوں کو یہہ اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان دونوں قوموں کے درمیان کتنے متعدد اور مختلف پہلوؤں کے تعلقات قائم تھے -

ہندوستان اور درۂ خیبر پار کے ملکوں کے درمیان ہمیشہ سے صلح و جنگ کے متواتر تعلقات قائم تھے - اسلام سے پہلے ان ملکوں کی کیفیت یہہ تھی کہ جب کبھی کابل شاہ کو قوت حاصل ہوئی اس نے ویہنداور اور پشاور تک قبضہ کر لیا ' اور جب راے لوھاور کو موقع ملا کابل و قندھار تک اپنی سرحد قائم کر لی - یہی حال سندھ کی طرف تھا - کبھی شہنشاہ ایران نے مکران سے دریاے سندھ تک قبضہ کر لیا ' اور کبھی سندھ کے راجہ نے بلوچستان و مکران لے کر ایران کی سرحد سے سرحد ملا دی - یہی کیفیت ساتویں صدی عیسوی تک تھی - جب ادھر اسلامی فتوحات نے قدم بڑھانا اور ان ملکوں کے قبیلوں اور قوموں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا

ادھر سب سے پہلی اسلام کی سلطنت سامانیہ حکومت ھے ' جس نے بخارا کو اپنا دارالحکومت بنایا - لیکن اس کے زمانہ میں بھی کابل سے آگے توجہ نہ کی جا سکی - اس کے بعد صفاریہ حکومت جو چند روزہ قائم ہوئی تھی اس نے کابل و قندھار سے آگے اپنی نظر بڑھائی - خلافت عباسیہ نے سندھ کی برائے نام حکومت بھی اسی کے سپرد کر دی تھی - اس کے بعد سامانیہ حکومت کے حدود سے ہٹ کر اس کے ایک ترک افسر الپ تگین نے اس لئے تاکہ وہ اپنے آقا کے فوجی حملہ اور سزا سے محفوظ رہے اس دور دست علاقہ کو اپنی کوششوں کی جولانگاہ اور غزنین کو اپنی خودمختار حکومت کا مرکز بنایا - یہہ چوتھی صدی ہجری کے بیچ کا واقعہ ھے - اسی حکومت غزنین کا دوسرا کہو یا تیسرا تاجدار سلطان محمود غزنوی ھے - اس نے اپنی ۳۳ برس کی حکومت میں غزنین کی چاروں طرف کے ملکوں اور حکومتوں کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں اپنے بے پناہ حملوں سے مجبور کر کے اپنی چھوٹی سی موروثی حکومت میں داخل کر کے ایک عظیم‌الشان سلطنت کی بنیاد ڈال دی - اس نے غزنین کی ایک طرف کا شغر کی اسلامی ایلخانی حکومت کو ' دوسری طرف خود اپنے آقا سامانیوں کی حکومت کو ' تیسری طرف دیلمیوں کی حکومت کو ' طبرستان کی حکومت آل زیار کو ' مشرق کی سمت میں غوریوں کی سرزمین کو جو اب تک نہ تو

مسلمان تھے اور نہ کبھی کسی سلطنت کے ماتحت رہے تھے۔ اور اس کے بعد مشرقی سمت میں ملتان اور سندھ کے عرب امیروں کو، پھر لاہور اور ہندوستان کے بعض راجاؤں کو زیر و زبر کر کے غزنین کی سلطنت قائم کی۔ ان میں سے ہندوستان اور غور کے سوا باقی کل خالص مسلمانوں کی سلطنتیں تھیں۔

چونکہ اس بیان کی تفصیلات میرے مضمون کے دائرہ سے باہر ہیں اس لئے صرف سلسلہ کے لئے یہہ چند سطریں لکھہ کر تاریخ ہند کے علمبرداروں کی توجہ ادھر ملتفت کرتا ہوں کہ وہ محمود سے پہلے کے افغانستان اور ہندوستان کے تعلقات پر تلاش و محنت سے مواد فراہم کریں اور کسی نئے نتیجہ سے با خبر کریں۔

اوپر کی تفصیل سے یہہ اندازہ ہوگا کہ افغانی کوہستان کے دروں سے مسلمانوں کی ہندوستانی راجاؤں کے ساتھہ قوت آزمائی محض مذہبی جذبہ کا نتیجہ نہ تھی، بلکہ صدیوں کی قومی لڑائیوں کے سلسلہ کی یہہ ایک کڑی ہے۔

بہر حال یہہ تو شمالی ہندوستان کا حال تھا لیکن جنوبی ہندوستان کی کیفیت دوسری تھی۔ سنہ ۴۱۶ھ (سنہ ۱۰۲۴ ع) میں محمود غزنوی سنہ ۵۷۴ھ (سنہ ۱۱۷۸ ع) میں شہاب الدین غوری اور سنہ ۵۹۲ھ (سنہ ۱۱۹۶ ع) میں

قطب الدین ایبک گجرات پر دھاوے کرکے بادل کی طرح آئے اور آندھی کی طرح نکل گئے - البتہ اس کے سو برس بعد باگھیلہ راجہ اور اس کے وزیر مادھو کی باھمی رنجش اور آزردگی اور مادھو کی دعوت نے سب سے پہلے علاءالدین خلجی کو سنہ ۶۹۷ ھ (سنہ ۱۲۹۷ ع) میں گجرات کا حاکم بنا دیا - علاءالدین خلجی نے گجرات سے لے کر سمندر کے کنارے کنارے کارومنڈل تک کا علاقہ فتح کیا - مگر فتوحات کا یہہ سلسلہ اس جہاز کی طرح تھا جو اپنے زور میں سمندر کے سینہ کو چاک کرکے آگے بڑھتا جاتا ہے لیکن جیسے ھی وہ ایک قدم آگے بڑھتا ہے پیچھے پانی سمٹ کر ایسا ھو جاتا ہے کہ پانی کی سطح میں اس غیر معمولی شگاف کا نشان بھی نہیں ملتا - یہہ گویا خلجی سپہ سالار کی ایک فوجی سیر و سیاحت تھی - اس سے زیادہ کچھہ نہیں - سنہ ۷۰۹ ھ (سنہ ۱۳۰۹ ع) میں اس کے ایک افسر ملک کافور نے کرناٹک فتح کر لیا - لیکن اس کے بعد سنہ ۷۲۷ ھ (سنہ ۱۳۲۳ ع) میں دکن کی سمت میں بیجانگر کی عظیم الشان ھندو سلطنت قائم ھو گئی، جو صدیوں تک جنوبی ھند کو شمالی ھند کے مسلمان حملہ آوروں سے بچاتی رھی، اور ملک کافور کے فتوحات کے سلسلہ میں معبر (کارومنڈل) میں جو ایک چھوٹی سی اسلامی حکومت قائم ھو گئی تھی، وہ بھی چالیس برس بعد مٹ کر بیجانگر کے دائرۂ حکومت میں داخل ھو گئی -

مگر اس لڑائی بھڑائی جنگ و جدل فوج کشی اور حملہ آوری کے حدود سے دور اور الگ ان مسلمان عربوں اور عراقیوں کی آبادیاں تھیں، جو خشکی کی راہ اُتر سے دکھن نہیں آئے تھے، بلکہ سمندر کے کناروں سے چل کر ان علاقوں میں آباد ہوئے تھے، اور آتے جاتے رہتے تھے -

یہہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ شمالی ہند سے پہلے جنوبی ہند میں مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم ہوئیں، اور اس کا سلسلہ در حقیقت تجارتی آمد و رفت سے وابستہ ہے - اس علاقہ میں نہ صرف یہہ کہ باہر سے مسلمان آکر آباد ہوئے بلکہ خود ملک کے باشندوں نے بھی اسلام قبول کرنا شروع کردیا تھا، اس اثر اور نتیجہ کے پیدا ہونے کے متعلق مختلف روایتیں مشہور ہیں، اور تاریخ کی کتابوں اور سفرناموں میں لکھی ہوئی ہیں، ان کا مشترک مضمون یہہ ہے کہ یہہ اثر دوطرفہ کششوں کا نتیجہ تھا، ایک تو عرب تاجروں کی آمد و رفت اور دوسرے سرانديپ کے نقش قدم کی زیارت کو آنے والے صوفیوں اور درویشوں کی کرامت -

مسلمانوں کا پہلا مرکز سرندیپ

فرشتہ نے لکھا ہے کہ "چونکہ اسلام کے پہلے ہی سے عرب ان جزیروں میں تاجرانہ آتے تھے اور یہاں کے لوگ عرب جایا کرتے تھے، اس لئے سرانديپ کے راجہ

کو اسلام اور مسلمانوں کا حال سب سے پہلے معلوم ہوا ' اور صحابۂ کرام ہی کے زمانہ میں سنہ ۴۰ ھ میں (ساتویں صدی عیسوی کے شروع ہی میں) وہ مسلمان ہو گیا ' (۱) – فرشتہ نے اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا ہے ' مگر ایک قدیم العہد تصنیف عجائب الہند سے جو تقریباً سنہ ۳۰۰ ھ میں لکھی گئی ہے ' اس روایت کی پوری تصدیق ہوتی ہے – بزرگ بن شہریار ناخدا جو ان جزیروں کا جہاز راں تھا ' سراندیپ کے بیان میں لکھتا ہے :-

> "ہندوستان کے پجاریوں ' سناسیوں ' اور جوگیوں کی کئی قسمیں ہیں ' ان میں سے ایک "بیکور" (۲) ہوتے ہیں ' جن کی اصل سراندیپ سے ہے – یہہ مسلمانوں سے بہت محبت کرتے ہیں اور ان کی طرف بہت میلان رکھتے ہیں ' وہ گرمی کے موسم میں ننگے رہتے ہیں ' صرف چار انگل کی لنگوٹی کمر میں ایک ڈوری لگا کر باندھ لیتے ہیں اور جاڑوں میں

---

(۱) فرشتہ جلد دوم مقالہ ہشتم صفحہ ۳۱۱ – نولکشور –

(۲) غالباً یہی لفظ ہے جو کتاب البدء والتاریخ اور سلیمان تاجر کے سفرنامہ وغیرہ میں کہیں بیکر جین ' اور کہیں بیکر تنیں کے نام سے ملتا ہے –

گھاس کی چٹائی اوڑھ لیتے ہیں ' اور
ان میں سے بعض ایک ایسا کپڑا پہنتے
ہیں جس کو مختلف رنگوں کے چھوٹے
چھوٹے ٹکڑوں سے جوڑ کر سی لیتے ہیں '
اور بدن پر مردوں کی جلی ہوئی
ہڈیوں کی راکھ مل لیتے ہیں ' اور سر
اور ڈاڑھی مونچھ کے بال منڈاتے ہیں '
اور دوسرے بال بڑھاتے ہیں ' گلے میں
انسان کی ایک کھوپڑی لٹکائے رہتے ہیں '
اور عبرت اور خاکساری کے لئے اُسی میں
کھاتے ہیں -"

اس تصویر سے اور اس گروہ کے متعلق دوسرے عرب سیاحوں کے بیانات سے اس تسلیم میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہہ لوگ بودھہ مذہب کے پیرو ہوںگے -

ہمارا نا خدا پھر اپنی کہانی شروع کرتا ہے :-

" سراندیپ اور اس کے آس پاس والوں
کو پیغمبر اسلام کی بعثت کا حال. جب
معلوم ہوا تو انھوں نے اپنے میں سے
ایک سمجھدار آدمی کو تحقیق حال کے
لئے عرب روانہ کیا - وہ رکتے رکاتے جب
مدینہ پہنچا تو رسول اللہ صلعم وفات
پا چکے تھے ' ابوبکر صدیق کی خلافت

بھی ختم ہو چکی تھی ' اور حضرت عمر کا
زمانہ تھا - وہ ان سے ملا اور رسالت
مآب صلعم کے حالات دریافت کئے ' حضرت
عمر نے بتفصیل بیان کئے - جب وہ
واپس ہوا تو مکران (بلوچستان کے پاس)
پہنچ کر مر گیا - اس کے ساتھ اس کا
ایک ہندو نوکر تھا ' وہ صحیح سلامت
سراندیپ پہنچ گیا ' اور اس نے رسول اللہ
صلعم ' حضرت ابوبکر ' اور حضرت عمر کا سارا
حال بیان کیا ' اور ان کے فقیرانہ اور
درویشانہ طور و طریق کا ذکر کیا اور
بتایا کہ وہ کیسے متواضع اور خاکسار
ہیں ' اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے
ہیں ' اور مسجد میں سوتے ہیں - اب
یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ جو اس قدر
محبت اور میلان رکھتے ہیں وہ اسی
سبب سے ہے -" (۱)

اس روایت کی تیسری تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں امویوں کی طرف سے حجاج عراق کا گورنر تھا ' اور جزائر ہند کی طرف عراق ہی کی بندرگاہ سے جہازات آتے جاتے تھے ' تو

(۱) عجائب الہند ص ۱۵۵ - ۱۵۷ -

سرانديپ کے (جس کو عرب یاقوت کا جزیرہ بھي کہتے تھے) راجه نے مسلمانوں کے ساتھہ اپني دوستی اور محبت کے اظہار کے طور پر ایک جہاز میں دوسرے تحفوں کے ساتھہ ان مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو عراق روانہ کیا جن کے باپ وهاں تجارت کرتے تھے اور وهیں ان کو مسافرت میں بے والی وارث چھوڑ کر مر گئے تھے - (۱) اس واقعہ سے یہہ ثابت ہوتا ھے کہ پہلی هي صدی هجری میں سرانديپ میں مسلمانوں کی نوآبادی قائم هو چکی تھی - ابوزید سیرافی (سنہ ۳۰۰ ھ) نے تیسری صدی هجری کے اخیر میں یہاں عرب سوداگروں کے قیام کا اور آمد و رفت کا تذکرہ کیا ھے - (۲)

الغرض مختلف روایتوں سے اتنا مشترک نتیجہ نکلتا ھے کہ ان اطراف میں اسلام اور عربوں کی پہلی نوآبادی سرانديپ میں قائم ہوئی ' اور اس کی تاریخ کا آغاز پہلی صدي هجری اور ساتویں صدی عیسوی تک پہنچ جاتا ھے -

دوسرا مرکز مالدیپ

ان اطراف میں مسلمانوں اور عربوں کا دوسرا مرکز مالدیپ کا جزیرہ تھا ' جس کو عرب کبھی جزیرۃ المہل ' اور کبھی

---

(۱) فتوح البلدان بلاذري (سنہ ۲۷۹) ص ۴۳۵ ' (لیڈن) -

(۲) ابوزید سیرافی ص ۱۲۱ ' (پیرس) -

ان چھوٹے چھوٹے سب جزیروں کو ملاکر "دیبات" (۱) کہتے ہیں - ان جزیروں کا سب سے مفصل حال ابن بطوطہ نے بیان کیا ہے - اس کے زمانہ میں یعنی سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں (سنہ ۷۰۰ ھ) میں یہہ جزیرہ پورا کا پورا مسلمان تھا اور ان میں عربوں اور دیسی مسلمانوں کی آبادیاں تھیں، اور سلطان خدیجہ نام ایک بنگالی خاتون ان پر حکمراں تھی - ابن بطوطہ کے زمانہ میں یہاں یمن وغیرہ کے بہت سے علماء اور جہازراں موجود تھے - ان کی زبانی اس جزیرہ کے لوگوں کے مسلمان ہو جانے کی کیفیت یہہ درج کی ہے کہ یہاں کے لوگ پہلے بت پرست تھے - یہاں ہر مہینہ سمندر سے دیو کی شکل میں ایک بلا آتی تھی، جب یہاں کے لوگ اس کو دیکھتے تھے تو ایک کنواری لڑکی کو بناؤ سنگار کر کے اس بت خانہ میں جو سمندر کے کنارے تھا چھوڑ آتے تھے - لیکن مراکو کے ایک عرب شیخ ابوالبرکات بربری مغربی جو اتفاق سے یہاں آ گئے تھے، ان کی دعا اور برکت سے یہہ بلا ان کے سر سے ٹلی - اس کرامت کو دیکھہ کر وہاں کا راجہ شنورازہ اور تمام رعایا شیخ کے ہاتھہ پر مسلمان ہو گئی - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ وہاں کی اس مسجد کی محراب پر جس کو اس نو مسلم راجہ نے بنایا تھا یہہ کتبہ میں نے لکھا ہوا پایا :

---

(۱) "دیپ" سنسکرت میں جزیرہ کو کہتے ہیں -

"سلطان احمد شنورازہ ابوالبرکات مغربی کے ہاتھہ پر مسلمان ہوا" -

الغرض اس وقت سے لے کر آج تک یہہ تمام جزیرے مسلمان ہیں اور ان میں بڑی تعداد مخلوط النسل عربوں کی ہے -

تیسرا مرکز ملیبار

روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اور عربوں کا تیسرا مرکز ہندوستان کا وہ آخری کنارہ ہے جس کو ہندؤوں کے پرانے زمانہ میں کیرالا کہتے تھے اور بعد کو ملیبار کہنے لگے (ملی پہاڑ اور بار ملک) - اس کی حد عربی جغرافیہ نویسوں نے گجرات کے خاتمہ سے کولم واقع تراونکور تک بتائی ہے -

تحفۃ المجاہدین کی روایت ہے جس کو فرشتہ نے نقل کیا ہے :-

> "اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد یہودی
> اور عیسائی سوداگر یہاں آیا کرتے تھے
> اور یہاں بود و باش اختیار کر چکے تھے -
> جب اسلام پر دو سو برس گذرے
> عرب اور عجمی مسلمان درویشوں کی
> ایک جماعت حضرت آدم کے نقش قدم
> کی زیارت کے لئے سراندیپ جس کو لنکا

کہنے میں جا رہی تھی - اتفاق یہہ ہے
کہ ان کا جہاز ہوا کے جھونکو سے بہک کر
ملیبار کے شہر کدنگلور (کدنگانور) کے
کنارے آکر لگا - شہر کے راجہ زیمور
(سامری) نے ان کی بڑی آؤبھگت کی -
باتوں باتوں میں اسلام کا ذکر آگیا '
راجہ نے کہا میں نے یہودیوں اور
عیسائیوں کی زبانی تمہارے پیغمبر کا اور
مذہب کا حال سنا ہے ' اب تم خود
سناؤ - درویشوں نے اسلام کی حقیقت کو
اس موثر انداز سے بیان کیا کہ اس نے
راجہ کا دل موہ لیا - راجہ نے ان سے
وعدہ لیا کہ واپسی میں بھی وہ ادھر
ہی سے گذرتے جائیں - چنانچہ وہ
وعدہ کے مطابق آئے - راجہ نے سب امراء
کو بلاکر کہا کہ اب میں خدا کی یاد
کرنا چاہتا ہوں اور یہ کہکر ملک
برابر برابر سب افسروں میں تقسیم
کر دیا اور خود چھپ کر ان درویشوں
کے ساتھ عرب چلا گیا اور مسلمان
ہو گیا اور ان درویشوں سے کہا کہ
ملیبار میں اسلام کے پھیلانے کی صورت
یہ ہے کہ تم لوگ ملیبار سے تجارت

اور سوداگری کا کاروبار شروع کرو اور اپنے امراء کے نام ایک وصیت نامہ لکھکر سپرد کیا کہ ان پردیسی سوداگروں کے ساتھہ ہر قسم کی مہربانی اور لطف کا برتاؤ کیا جاے اور ہر نیک کام میں ان کی مدد کی جاے ' اور ان کو اپنی عبادت گاهوں کے بنانے کی اجازت دی جاے اور اس طرح ان سے سلوک کیا جاے کہ ان کو وہاں رہنے کی' اور اس کو وطن بنانے کی خواهش پیدا ہو - اس وقت سے عرب سوداگر اس ملک میں آنے جانے اور رهنے سہنے لگے -

ایک دوسری روایت ہے (جس کو فرشتہ نے پہلے سے زیادہ صحیح مانا ہے اور میرے نزدیک وہ پہلے سے زیادہ غلط ہے) کہ زیمور کے اسلام کا واقعہ خود پیغمبر اسلام کے زمانہ میں پیش آیا - بہر حال پہہ درویش پھر ملیبار واپس آئے اور کدنگور میں مسجد بنائی اور کچھہ لوگ وہاں مقیم ہوئے اور کچھہ لوگ موجودہ ترا ونکور کے شہر کولم میں جاکر رہے اور وہاں بھي مسجد بنائي پھر هیلی‌ماراوی ' جرپتن ' درپتن ' فندرنیا '

(پندارانی) چالیات، فاکنور اور منگلور
میں مسجدیں بنائیں اور نوآبادیاں
قائم کیں" ۔

یہہ فرشتہ کا خلاصہ ہے ۔ مگر اصل تحفةالمجاہدین کے ایک دو اور اقتباسات بھی مفید ہیں جن سے بعد کے زمانہ کا طرز عمل ظاہر ہوتا ہے :-

"ہندوستان کے مغربی ساحل کے بندرگاہوں
میں مختلف ملکوں سے تاجر بکثرت آتے
ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ نئے
شہر آباد ہو گئے ہیں! اور مسلمانوں کی
تجارت سے ان میں آبادی بڑھ گئی ہے
اور مکانات کثرت سے بن گئے ہیں ۔
یہاں کے سردار اور راجہ مسلمانوں پر
سختیاں کرنے سے پرہیز کرتے ہیں ۔
باوجودیکہ یہہ سردار اور ان کی سپاہ
بت پرست ہے مگر وہ مسلمانوں کے
مذہب اور ان کے شعائر کا بہت کچھہ
پاس و لحاظ کرتے ہیں ۔ بت پرستوں اور
مسلمانوں کے اس اتحاد سے اس لئے اور
تعجب ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد
کل آبادی کا دسواں حصہ بھی نہیں
...... بحیثیت مجموعی ملیبار کے ہندو
راجاؤں کا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھہ عزت

اور مہربانی کا ہے کیونکہ ان کے ملک میں زیادہ شہروں کا آباد ہو جانا انہیں مسلمان تاجروں کی بودوباش کا نتیجہ ہے "(۱) -

ملیبار کے یہی مسلمان عرب تاجر اور سوداگر اور تارکین وطن ہیں جو موپلا اور نائمت کے ناموں سے ہندوستان میں مشہور ہیں اور جن کے ہاتھوں میں پرتگیزوں سے پہلے تک سمندر کی باگ تھی - ان کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہو گئے ہیں جو دیسی باشندوں میں سے مسلمان ہو گئے ہیں یا شادی بیاہ کے ذریعہ سے ان کی برادری میں آگئے ہیں -

کولم

کولم کا شہر موجودہ ٹراونکور میں داخل ہے - عرب جہازراں بہت پرانے زمانہ سے اس کا نام لیتے چلے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ "یہ مسالوں والے ملک کا آخری شہر ہے" - یہاں سے جہاز عدن کو جایا کرتے تھے ' یہاں مسلمانوں کا ایک محلہ آباد ہو گیا تھا اور ان کی ایک جامع مسجد بھی تھی - (۲)

---

(۱) تحفۃالمجاہدین بحوالۂ دعوت اسلام ڈاکٹر آرنلڈ صفحہ ۳۸۲ و ۳۸۳ -

(۲) تقویم البلدان ص ۳۶۱ -

چوتھا مرکز معبر یا کارومنڈل

مدراس میں ملیبار کے دوسرے مقابل ساحل کو عرب معبر کہتے ہیں - اس کا موجودہ مشہور نام کارومنڈل ہے - معبر کا نام بھی عرب سیاحوں اور تاجروں میں خاص طور سے شہرت رکھتا تھا - ابن سعید مغربی نے چھٹی صدی کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہہ کولم کے پورب تین چار دن کے راستہ پر دکھن کی طرف جھکا ہوا ہے (۱) - زکریا قزوینی (سنہ ۶۸۶ ھ) نے ساتویں صدی میں اس کا نام منڈل لکھا ہے اور یہاں کی عود لکڑی کی تعریف کی ہے (۲) - اور اسی کے قریب راس کامران (راس کماری) کو جگہ دی ہے جس کی نسبت سے اس عود کو کامرونی (قامرونی) عود کہتے تھے (۳) - ابوالفداء سنہ ۷۳۲ ھ (سنہ ۱۳۱۳ ع) نے راس کماری کو راس کمہری لکھا ہے (۴) اور معبر کی حد یہہ لکھی ہے کہ "یہہ ملیبار کے پورب کولم سے تین چار دن کی مسافت پر ہے اور اس کا آغاز کولم کے پورب

---

(۱) تقویم البلدان ص ۳۶۱ -
(۲) آثارالبلاد قزوینی صفحہ ۸۲ -
(۳) تقویم البلدان صفحہ ۳۵۵ -
(۴) ایضاً ۳۵۴ -

سے ہے'' (۱) - '' پایہ تخت کا نام بیردال (بیردھول) ہے - یہاں باہر سے گھوڑے لائے جاتے ہیں'' - (۲)

معلوم ہوتا ہے کہ ساحل کا یہہ حصہ چند صدیوں کے بعد عربوں کے استعمال میں آیا ہے - چھٹی صدی کے آخر سے اس کا نام سلسلے میں آتا ہے - ساتویں صدی میں یہاں عربوں کا اچھا خاصہ عمل دخل معلوم ہوتا ہے - وصاف (المتوفی سنہ ۷۲۸ ھ) اور رشیدالدین جامع التواریخ کے مصنف (المتوفی سنہ ۷۱۸ ھ) دونوں نے آٹھویں صدی کے آخر میں اپنی کتابیں لکھی ہیں - یہہ زمانہ ہندوستان میں جلال الدین فیروزشاہ خلجی کا تھا - وصاف اور رشید دونوں قریب قریب ایک لفظ یہہ لکھتے ہیں :-

'' معبر کولم سے لے کر سیلوار (نیلور) کے ملک تک سمندر کے کنارے تین فرسنگ لمبا ہے - اس کے اندر بہت سے شہر اور گاؤں ہیں - راجہ کو یہاں کے لوگ دیوار کہتے ہیں جس کے معنی دولت والے کے ہیں - چین کے بڑے جہاز جن کو جنک کہتے ہیں یہاں چین '

---

(۱) تقویم البلدان صفحہ ۳۵۵ -

(۲) تاریخ وصاف کی تصنیف کا سال سنہ ۷۰۷ ھ (سنہ ۱۳۰۷ ع) ہے ' الیٹ جلد ۳ ص ۳۲ -

ماچین اور سندھ اور ہند کے ملکوں سے
بیش قیمت سامان اور کپڑے لاتے ہیں -
معبر سے ریشمی کپڑے خوشبودار لکڑی
لے جاتے ہیں اور اس کے دریا سے بڑے
موتی نکالے جاتے ہیں - یہاں کی
پیداوارین عراق ' خراسان ' شام ' روم اور
یورپ تک جاتی ہیں - یہہ ملک لال اور
خوشبودار گھاسیں پیدا کرتا ہے - اس کے
سمندر میں بکثرت موتی ہیں - معبر
ہندوستان کی کلنجی ہے - چند سال
پہلے سندر پانڈے یہاں کا دیوان تھا
جس نے اپنے تین بھائیوں کے ساتھہ
مختلف سمتوں میں قوت حاصل کی -
ملک تقی‌الدین بن عبدالرحمان بن
محمدالطیبی جو شیخ جمال‌الدین کا
بھائی ہے اس راجہ کا وزیر اور مشیر تھا
جس کو پتن ' ملی پتن ' (پتم اور ملی
پتم) اور بادل کی ریاست راجہ نے سپرد
کر دی تھی اور چونکہ معبر میں گھوڑے
اچھے نہیں ہوتے اس لئے درمیان میں
یہہ معاہدہ تھا کہ جمال‌الدین ابراہیم
دیوان کو چودہ سو مضبوط عرب گھوڑے

کیش (قیس) (۱) کی بندرگاہ سے لا دیا کرے ـ سال میں دس ہزار گھوڑے خلیج فارس کی دوسری بندرگاہوں سے جیسے قطیف ' الحساء ' بحرین ' ھرمز ' وغیرہ سے آتے تھے اور ہر گھوڑے کی قیمت ۲۲۰ طلائی سکے (دینار) ہوگئی ـ سنہ ۶۹۲ ھ (سنہ ۱۲۹۳ع) میں دیوان مر گیا اور اس کی دولت اس کے وزیروں ' مشیروں اور نائبوں میں بٹ گئی اور شیخ جمال الدین کو جو اس کا جانشین ہوا ' کہتے ہیں کہ سات ہزار بیلوں کا بوجھہ سونا اور جواہرات ہاتھہ آئے اور تقی الدین پہلے کے معاہدہ کے مطابق اس کا نائب مقرر ہوا" ـ (۲)

اسی زمانہ کے قریب قریب مارکوپولو جب یہاں آیا ہے اس وقت یہاں کی حکومت پانچ ہندو راجاؤں کے ہاتھوں میں پائی مگر مسلمانوں کا تاجرانہ عمل و دخل

---

(۱) عرب و ہند کے "تجارتی تعلقات" کے ضمن میں اس جزیرہ کا پورا حال گذر چکا ہے ـ

(۲) ترجمہ جامع التواریخ الیٹ جلد اول صفحہ ۶۹ و ۷۰ ـ وصاف نے زیادہ تحقیق اور تفصیل کے ساتھہ اس کو لکھا ہے ـ دیکھو وصاف جلد ۲ ص ۳۲ ـ ۵۳ ـ

بھی یہاں اس کو پورا نظر آیا اور گھوڑوں کی آمد عرب سے اس طرح تھی - کہتا ہے :-

"اس ملک میں گھوڑے نہیں ہوتے - ہرمز اور عدن کی بندرگاہوں سے سوداگر ہر سال گھوڑے لاتے ہیں اور پانچوں راجوں میں ہر سال دو دو ہزار گھوڑے خریدے جاتے ہیں اور ایک ایک گھوڑے کی قیمت پانچ پانچ سو دینار دی جاتی ہے" -

یہاں کے موتی اور جواہرات کی لا تعداد دولت کا اس نے بھی ذکر کیا ہے -

ہندو راجہ کے لئے مسلمانوں کی مسلمانوں سے لڑائی

اس کے بعد ہی سلطان علاءالدین خلجی کی فوج نے گجرات سے لے کر کارومنڈل تک زیر و زبر کر ڈالا - اس وقت تمام ہندوستان میں پہلی دفعہ یہہ واقعہ پیش آتا ہے کہ کارومنڈل جس کا پایہ‌تخت اس وقت بھردھول تھا اس کے راجہ کی طرف سے مسلمان عراقیوں اور عربوں نے مسلمان ترک حملہ‌آوروں کا مقابلہ کیا - امیر خسرو دھلوی نے خزائن الفتوح میں جو علاءالدین خلجی کی انہیں فتوحات کی ایک رنگین اور بے معنی

لفاظی سے بھری ہوئی تاریخ ہے اس واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھہ نقل کیا ہے (۱) - مسلمانوں نے اپنے عہد و پیمان اور دارالامن کی بنا پر دھول کے راجہ کی پوری مدد کی اور اس کی طرف سے ترک مسلمانوں سے خوب لڑے لیکن ترک بہادروں کا مقابلہ آسان نہ تھا - راجہ نے شکست کھائی اور ملک پر سلطان علاءالدین کے سپہ سالار ملک کافور نے قبضہ کر لیا - ان مسلمانوں کو جو اس سے لڑے تھے وہ سخت سزا دینا چاہتا تھا مگر انہوں نے قرآن اور کلمہ پڑھہ پڑھہ کر اپنا مسلمان ہونا ثابت کیا - (۲)

یہہ واقعہ سنہ ۷۱۰ ھ (سنہ ۱۳۱۰ ع) میں پیش آیا -

الیٹ صاحب کی ایک غلطی

الیٹ نے اپنی کتاب کی دوسری جلد میں تاریخ علائی کے نام سے خزائن‌الفتوح کا خلاصہ کیا ہے - اس میں اس واقعہ کے ضمن میں خسرو کے ایک فقرہ کا یہہ ترجمہ دیا ہے کہ "یہہ مسلمان نیم ہندو اور اپنے دین و مذہب سے بے خبر تھے" (۳) - لیکن یہہ مطلب بالکل غلط ہے '

---

(۱) خزائن‌الفتوح امیرخسرو - مطبوعہ تاریخ جامع ملیہ اسلامیہ علی‌گدھہ سنہ ۱۹۲۷ ع ص ۱۵۷ - ۱۶۲ -

(۲) ج ۳ ص ۹۰ -

(۳) دیکھو خزائن‌الفتوح ص ۱۶۱ و ۱۶۲ -

حقیقت یہہ ھے کہ امیر خسرو نے اپنے شاعرانہ مبالغہ اور انشا پردازی کی نرمی الفاظی میں ان مسلمانوں کو ہندو راجہ کے ساتھہ دہلی کے جرم میں بہت کچھہ ابرا بھلا کہا ھے جس کا کوئی مقصود و مطلب نہیں ھے چہ جائیکہ اس کے معنی نیم ہندو کے ہوں (۱) ۔

پانچواں مرکز گجرات

عربوں کا پانچواں تجارتی میدان گجرات، کاٹھیاوار، کچھہ اور کوکن کا علاقہ تھا جہاں ولبھہ رائے یا عربوں کے محبوب راجہ بلھرا کی حکومت اتھی جس کی پہلی راجدھانی ولبھی پور تھا جو موجودہ بھاؤنگر کے پاس ایک بڑا شہر تھا اور عرب اس کو ہمیشہ مانکر یا مہانکر کے نام سے پکارتے تھے ۔ آثار قدیمہ کی موجودہ تحقیقات سے ثابت ہوتا ھے کہ اس شہر کا دائرہ پانچ میل تک پھیلا ہوا تھا ۔ یہاں کے بعض راجاؤں کا مذہب بودھہ اور بعضوں کا جین تھا اور انھیں دونوں کے جھگڑوں میں شائد اس کا خاتمہ ہوا ۔ اس راج کے زیر سایہ چیمور کی بندرگاہ جس کو عرب صیمور کہتے ہیں بہت ترقی پر تھی اس کے بعد کھمبایت وغیرہ کا درجہ تھا ۔

---

(۱) دیکھو خزائن الفتوح ص ۱۶۱ و ۱۶۲ ۔

سب سے پہلا عرب سیاح و تاجر جس نے اپنا سفرنامہ سنہ ۲۳۵ ھ میں تمام کیا ہے یعنی سلیمان، اس نے ولبھی راجہ کی بڑی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ "اس کو اور اس کی رعایا کو عربوں اور مسلمانوں سے بڑی محبت ہے اور اس کی رعایا کا عقیدہ ہے کہ ہمارے راجاؤں کی عمریں اسی لئے زیادہ بڑی ہوتی ہیں کہ وہ عربوں کے ساتھ محبت سے پیش آتے ہیں" (۱) - ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب سوداگروں اور نوآبادکاروں اور یہاں کے لوگوں میں بڑے اچھے دوستانہ تعلقات تھے - یہی سبب ہے کہ اس راج کے مختلف شہروں میں عربوں کی آبادیاں کثرت سے قائم ہو گئی تھیں اور وہ اخیر تک قائم رہیں -

اسی طرح طاقن یا داکھن یا دکھن کے راجہ کی نسبت بھی اس کا یہی بیان ہے کہ "وہ بھی عربوں کے ساتھ بلھرا ہی کی طرح محبت رکھتا ہے" (۲) - خاص گجرات یا گوجر (جزر) راجاؤں کی نسبت لکھتا ہے کہ "وہ عربوں کے دشمن ہیں" (۳) -

تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں جب بزرگ بن شہریار ناخدا

---

(۱) ص ۲۶ و ۲۷ -

(۲) ص ۲۹ -

(۳) ص ۲۸ -

ادھر اپنے جہاز لاتا تھا تو ان اطراف میں عربوں اور عام مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی - ایک نومسلم ہندو جہازراں بھی اس کو ملتا ہے جس نے اپنے جہازوں کے ذریعہ سے بڑی دولت کمائی تھی اور حج بھی ادا کیا تھا (۱)، محمد بن مسلم سیراف کا ایک تاجر اس کو ملتا ہے جو تھانہ (بمبئی کے پاس) میں بیس برسوں سے زیادہ رہا تھا اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں اس نے سفر کیا تھا اور ان تمام حالات سے واقف تھا (۲) - چیمور (صیمور واقع گجرات) میں فسا (واقع فارس) کے ایک مسلمان ابوبکر سے اس کی ملاقات ہوئی (۳) - گوا جس کو قدیم عرب صنداپور کہتے تھے اس کے راجہ کا مصاحب موسی نام ایک مسلمان تھا (۴) -

ھنرمند

یہہ ایک فارسی لفظ ہے جس کے معنی ہنروالے کے ہیں لیکن عربوں نے ایک خاص معنی میں اس کو استعمال کیا ہے اور اخیر کی دال گرا کر وہ اس کو ھنرمن کہتے ہیں اور اس کا مصدر "ھرمنة" (ھنرمند ہونا) بتاتے ہیں - اس کے اصطلاحی معنی

---

(۱) عجائب الہند ص ۱۶ -

(۲) ص ۱۵۲ -

(۳) ص ۱۵۷ -

(۴) ص ۱۲۷ -

اس مسلمان قاضی یا کونسل کے تھے جو غیر مسلم حکومتوں میں انھیں حکومتوں کی طرف سے مسلمانوں کے معاملات کو فیصل کرنے کے لئے مقررا کیا جاتا تھا ـ عربوں اور مسلمانوں کی حکومتوں کو جب دنیا میں پورا عروج حاصل تھا تو جس طرح آج کل یورپین قوموں کو ایشیا اور افریقہ کی سلطنتوں میں خاص خاص امتیازات حاصل ہیں اور ان کا مقدمہ کسی غیر یورپین کی عدالت میں پیش نہیں کیا جاتا ، اسی طرح عربوں اور مسلمانوں کی کیفیت بھی تھی اور اسی طرح کے حقوق انھوں نے بھی اپنے تعلق اور آمد و رفت کے غیر اسلامی ملکوں میں حاصل کر لئے تھے ـ ترکستان ، روم ، چین ، اور هندوستان میں مسلمانوں کے ان امتیازی حقوق کا پتہ چلتا ہے (۱) ـ بہر حال اسی قاضی یا کونسل یا غیر حکومت کے مقررکردہ مسلمان افسر کا نام " ہنرمند " تھا ـ تیسری صدی ہجری کے اخیر اور چوتھی صدی ہجری کے شروع میں چیمور میں عربوں کی اتنی بڑی آبادی ہو گئی تھی کہ ان کے لئے راجہ کو ایک ہنرمند مقرر کرنا پڑا تھا جس کا نام عباس بن ماہان تھا ـ (۲)

---

(۱) دیکھو ابن حوقل ص ۲۳۳ ـ

(۲) عجائب الہند ص ۱۳۲ ـ

ولبھہ راے کی عملداری

چوتھی صدی ھجری کے شروع میں مسعودی ھندوستان آیا ؛ سنہ ۳۰۳ ھ میں وہ کھمبایت میں تھا - اس کے علاوہ وہ گجرات کے مختلف شہروں میں پھرا - ولبھہ راے (بلھرا) راجاؤں کے متعلق اس کی بھی شہادت وھی ھے جو اس کے ساتھہ ستر برس پہلے سلیمان تاجر نے ظاھر کی تھی - کہتا ھے " سندھہ اور ھندوستان کے تمام راجاؤں میں راجہ بلھرا کے راج کی طرح اور کسی راج میں عربوں اور مسلمانوں کی اتنی عزت نہیں - اسلام اس راجہ کی حکومت میں معزز اور محفوظ ھے اور اس کے ملک میں مسلمانوں کی مسجدیں اور جامع مسجدیں بنی ھیں جو ھر طرح آباد ھیں - یہاں کے راجہ چالیس چالیس ، پچاس پچاس ، برس راج کرتے ھیں ، یہاں کے لوگوں کا یہ اعتقاد ھے کہ ھمارے راجاؤں کی عمریں اسی عدل و انصاف اور مسلمانوں کی عزت کرنے کے سبب سے لمبی ھوتی ھیں - گجرات کے راجہ کی دشمنی کا وھی حال ھے اور طاقن یا دکھن کے راج میں بھی مسلمانوں کی وھی عزت ھے - (۱)

---

(۱) مروج الذھب مسعودی جلد اول صفحہ ۳۸۲ و ۳۸۳ -

صیمور میں دس ہزار کی آبادی

صیمور (ولبھہ رائے کی حکومت میں ایک شہر) میں عربوں اور مخلوط النسل مسلمانوں کی آبادی روز بروز بڑھتی جاتی ہے، جس زمانہ میں (سنہ ۳۰۴ ھ میں) مسعودی آیا ہے صرف اسی ایک شہر میں مسلمانوں کی دس ہزار کی آبادی تھی -

بیسر

خدا جانے یہہ کیا لفظ ہے بہرحال اس کے معنی مسعودی نے یہہ لکھے ہیں کہ وہ مسلمان جو ہندوستان میں پیدا ہوئے ہیں اس کی جمع بیاسرہ ہے - مسعودی کی یہہ اہم عبارت حسب ذیل ہے :-

> "میں سنہ ۳۰۴ ھ میں لار کی سرزمین میں سے جو بلہرا کی حکومت میں ہے شہر چیمور (صیمور) میں موجود تھا، اس زمانہ میں اس شہر کے حاکم کا نام جانچ تھا اور اس وقت وہاں دس ہزار مسلمان آباد تھے جو ہندوستان کے پیداشدہ (بیاسرہ) اور سیراف، عمان، بصرہ اور بغداد اور دوسرے ملکوں کے تھے جنھوں نے یہاں بود و باش اختیار کرلی ہے - ان میں سے بہت سے

معزز سوداگر ہیں جیسے موسیٰ بن اسحاق صندا لوئی (صنداپوری ؟) اور ہنرمندی کے عہدہ پر ان دنوں ابو سعید معروف بن زکریا ممتاز تھے - ہنرمند سے مراد مسلمانوں کا سردار ہے اور اس کی صورت یہہ ہے کہ راجہ مسلمانوں پر انہیں کے رئیسوں میں سے کسی کو سردار بنا دیتا ہے اور مسلمانوں کے معاملات اسی کے سپرد کر دیتا ہے اور بیاسرہ کے معنی ہیں وہ مسلمان جو ہندوستان میں پیدا ہوے ہوں " (۱) -

تھانہ میں

چھٹی صدی ہجری کے آخر میں سلطان شہاب الدین کا ہمعصر ابن سعید مغربی سنہ ۵۸۵ ھ مراکش اور مصر میں بیٹھکر بیرونی کی قانون مسعودی کی طرح جغرافیۂ فلکی پر ایک کتاب لکھہ رہا تھا - اس میں اس نے جنوبی ہند کے بعض شہروں کے نام لئے ہیں - تھانہ کے ذکر میں کہتا ہے کہ " یہہ گجرات (لار) کا آخری شہر ہے ؛ تاجروں کی زبان پر اس کا نام بہت مشہور ہے - اس ہندی ساحل پر رہنےوالے سب ہندو ہیں

---

(۱) مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۸۵ و ۸۶ (لیڈن)

جو بت پوجتے ہیں مگر اپنے ساتھ وہ مسلمانوں کو بھی بسا لیتے ہیں'' (۱) -

کھمبایت میں

کھمبایت کی نسبت اس کا بیان ہے کہ ''یہ بھی ہندوستان کے ساحلی شہروں میں سے ہے جہاں تاجر جایا کرتے ہیں، اس میں مسلمان بھی آباد ہیں'' - (۲) اس کے بعد ہی سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں (سنہ ۶۲۵ ھ) جامع الحکایات کا مصنف عوفی غالباً سندھ سے کھمبایت گیا تھا - اس کا بیان ہے کہ ''وہاں (کھمبایت میں) خوش عقیدہ اور دیندار مسلمانوں کی آبادی ہے اور ان کی ایک جامع مسجد بھی ہے اور اس کا ایک امام اور خطیب بھی ہے - گجرات کا راجہ جو نہر والہ میں رہتا تھا ان لوگوں کے ساتھ بہت عدل و انصاف کے ساتھ پیش آتا تھا (۳) -

کھمبایت سے چیمور تک چوتھی صدی میں

ابن حوقل بغدادی جس نے چوتھی صدی ہجری میں گجرات سے سندھ تک سفر کیا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ -

---

(۱) بحوالہ تقویم البلدان ابوالفداء ص ۳۵۹ -

(۲) ایضاً ص ۲۵۷ -

(۳) جامع الحکایات عوفی کا قلمی نسخہ موجودہ دارالمصنفین (اعظم گڑھ) -

"کھمبایت سے صیمور تک راجہ بلھرا (ولبھہ راے) کی حکومت ہے ...... اس میں غالب آبادی تو ہندوؤں کی ہے لیکن اس میں مسلمان بھی ہیں اور مسلمانوں پر حکومت خود مسلمانوں کی ہے یعنی راجہ کی طرف سے ایک مسلمان والی ان کے لئے مقرر ہوتا ہے – ...... ولبھہ راے کے علاقوں میں مسجدیں ہیں جن میں جمعہ کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں اور اسی طرح ان میں اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور اذان بھی علی الاعلان دی جاتی ہے" (۱) –

کھمبایت سے کارو منڈل تک آٹھویں صدی ہجری میں

گجرات سے کارو منڈل تک جتنا علاقہ ملک کافور فتح کرتا چلا گیا تھا وہ ایک آندھی تھی جو آئی اور گذر گئی مگر ابتدا اور انتہا میں فتح علائی کا جو جھنڈا گڑا تھا وہ نہ اکھڑ سکا ' تاہم وہ دونوں خود مختار ہو گئے – ادھر گجرات اور ادھر کارومنڈل

(۱) ابن حوقل ص ۲۳۳ (لیڈن) –

بیچ میں سیکڑوں میل کے علاقہ بدستور هندو رایوں اور راجاؤں کے زیر فرماں رهے - گجرات تو پھر همیشه کے لئے اسلامی هو گیا مگر کارو منڈل (معبر) میں حسن کیتھلی اور اس کے جانشیں نے آٹھویں صدی کے وسط تک تقریباً چالیس برس تک حکومت کی پھر بیجا نگر کے راجاؤں نے اس کو فتح کر لیا -

مراکش کا مشہور سیاح ابن بطوطه جو اسی زمانه میں هندوستان آیا تھا اور محمد تغلق کی طرف سے ایک جوابی سفارت لے کر چین جا رها تھا وہ دهلی سے کھمبایت اور پھر کھمبایت سے کارومنڈل گیا تھا جہاں سے چین کو جہازات جاتے تھے - اس پورے راسته کی اسلامی آبادیوں اور وهاں کے حاکموں کا اس نے ذکر کیا هے جس سے معلوم هوتا هے که خالص هندؤوں کی آبادی اور حکومت میں کہاں کہاں مسلمان آباد تھے اور ان کی کیا حالت تھی -

کھمبایت

ابن بطوطه دولت آباد اور ساگر هوکر کھمبایت پہنچا هے جو گجرات کی بڑی بندرگاه تھی - یهه بندرگاه گو اب دهلی کی سلطنت سے برائے نام وابسته تھا مگر یہاں کی تجارت ' کاروبار ' اثر و اقتدار اور نظم و نسق تمام عرب اور عراق کے تاجروں اور جہازرانوں کے هاتھوں میں

تھا جو یہاں پہلے سے آباد چلے آتے تھے - عربی و عراقی و عجمی مسلمانوں کی ہر طرف کثرت تھی اور ان کی بنائی ہوئی مسجدیں اور خانقاہیں آباد تھیں - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ "یہہ شہر اپنی مسجدوں اور دوسری عمارتوں کے لحاظ سے بہترین شہر ہے اور اس کا سبب یہہ بتاتا ہے کہ یہاں کے اکثر باشندے بیرونی ملکوں سے تجارت کرتے ہیں، وہ ہمیشہ عمدہ مکانات اور خوبصورت مسجدیں بناتے رہتے ہیں اور ان کے بنانے میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کا جذبہ پیدا ہے - عالیشان عمارتوں میں شریف سامری کا محل ہے، اس کے پہلو میں عظیم‌الشان مسجد ہے اور ملک‌التجار گازرونی کا بھی بڑا مکان ہے اور اس کے ساتھ بھی ایک مسجد ہے اور تاجر شمس‌الدین کلاہدوز کا گھر بہت بڑا ہے - شہر میں حاجی ناصر کی خانقاہ ہے جو عراق کے شہر دیار بکر کے باشندہ تھے - دوسری خانقاہ خواجہ اسحاق کی ہے جہاں فقیروں کے لئے لنگر بھی تقسیم ہوتا ہے (۱) -

گاوی اور گندھار

گاوی اور گندھار یہہ دونوں بھڑوچ کے ساتھہ کی بندرگاہ تھے - (آئین اکبری) - ابن بطوطہ کھمبایت سے چل کر پہلے

(۱) سفرنامہ ابن بطوطہ عربی مطبوعہ خیریہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ -

گاوی اور گاوی سے گندھار پہنچا - کہتا ہے یہہ دونوں ساحلی شہر راجہ جالبنی کے قبضہ میں ہیں - مگر وہ بادشاہ اسلام کے ماتحت ہے' یہاں اس کو مسلمان آباد ملتے ہیں جن میں بہت سے راجہ کے درباریوں اور افسروں میں داخل تھے - ان میں ایک خواجہ بہرہ نام تھا اور دوسرا ناخدا ابراہیم تھا جو چھہ جہازوں کا مالک تھا - ابن بطوطہ اسی گندھار میں ناخدا ابراہیم اور اس کے بھائی کے جہازوں میں سوار ہوا - ان جہازوں کے نام جاگیر اور منورت تھے - جہازوں میں پچاس تیرانداز اور پچاس حبشی سپاہی تھے -

بیرم

یہہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جو ہندوستان کے ساحل سے چار میل دور ہے (یہہ عدن کے قریب کا بیرم نہیں) - پہلے اس پر ہندو قابض تھے پھر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا - ابن بطوطہ کے زمانہ میں ملک التجار گازرونی نے اس کو تعمیر کیا اور وہاں مسلمانوں کو آباد کیا -

گوگہ

یا گھوگہ (موجودہ بھاؤنگر کے پاس ہے) یہاں راجہ دنکول کی حکومت تھی - بہت بڑا شہر تھا - بڑے بڑے بازار تھے یہاں اس نے ایک مسجد دیکھی جو حضرت خضر کی طرف منسوب تھی (جن کو عام لوگ سمندر

میں ڈوبنے والوں کا سہارا سمجھتے ہیں) - یہاں جوگی فقیروں کا ایک گروہ تھا -

چلداپور

یہاں سے ہمارا مسافر چلداپور پہنچا جس کو عرب صلداپور کہتے تھے اور جس کو اسی تشابہ کی وجہ سے میں نے کبھی سلگھاپور سمجھا تھا - لیکن وہ درحقیقت موجودہ گوا کے پاس تھا - ہمارا سیاح یہاں ایک مسلمان سلطان جمال الدین ہنوری کی ریاست پاتا ہے - اس سلطان جمال الدین کا باپ حسن ایک جہازراں تھا - سلطان جمال الدین راجہ ہریب (صحیح نام ہریر ہے اور یہ بیجانگر کا راجہ تھا) کے ماتحت تھا - یہاں ایک ہندوؤں کا اور دوسرا مسلمانوں کا محلہ الگ الگ تھا - یہاں ایک عظیم الشان مسجد تھی، ابن بطوطہ کی نگاہ میں بغداد کی مسجدوں کا مقابلہ کرتی تھی -

چلداپور کے پاس ہی ایک اور چھوٹی سی ساحلی آبادی تھی جہاں ایک گرجا بھی تھا، اور وہاں کے ایک بتخانہ میں ایک بظاہر جوگی لیکن درحقیقت مسلمان صوفی سے اس کی ملاقات ہوتی ہے جو صرف اشاروں سے باتیں کرتا تھا -

ہنور

جس کو ہونور کہتے ہیں اور جو اب بھی احاطۂ بمبئی میں شمالی کنڑا کے ضلع میں ہے - یہ سلطان

جمال الدین کا اصلی مرکز تھا - یہاں ابن بطوطہ کو شیخ محمد ناگوری نام ایک صاحب خانقاہ بزرگ ملے اور فقیہہ اسماعیل سے جو قرآن پاک کے استاد تھے اور نور الدین علی قاضی سے اور ایک اور امام سے ملاقات ہوئی - اس شہر میں اس نے عجیب بات یہہ پائی کہ یہاں عورتوں، مردوں سب میں تعلیم کا برابر چرچا تھا - شہر میں ۱۳ مکتب لڑکیوں کے اور ۲۳ لڑکوں کے دیکھے - هنور کی مسلمان عورتیں بھی هندو عورتوں کی طرح ساری باندھتی تھیں - باشندوں کا ذریعۂ معاش تجارت تھی - یہاں ابن بطوطہ کو اس مسلمان جوگی کا ایک پیام اور تحفہ ملا - باشندے امام شافعی کے پیرو تھے جس کے معنی یہہ ہیں کہ وہ عرب تھے یا ان کی اولاد تھے -

ملیبار

هنور سے ابن بطوطہ کا جہاز ملیبار کے سواحل پر آکر لگتا ہے - کہتا ہے کہ اس علاقہ کی حد چندا پور سے کولم تک دو مہینہ کا راستہ ہے - یہہ سیاہ مرچوں والا ملک ہے اس ملک میں چھوتے بڑے بارہ هندو راجہ ہیں - بڑے راجاؤں کے پاس پچاس پچاس ہزار اور چھوٹوں کے پاس تین چار ہزار فوج ہے - ایک راجہ کا علاقہ ختم ہو کر جہاں دوسرے راجہ کا علاقہ شروع ہوتا ہے

وہاں لکڑی کا ایک پھاٹک لگا ہے جس پر اس علاقہ کے راجہ کا نام لکھا ہے - ہندو حکومت ہونے کے باوجود ان علاقوں میں مسلمانوں کی بڑی عزت ہے - چندا پور سے کولم تک ہر آدھ میل پر لکڑی کا ایک مکان بنا ہے جس میں دوکانیں اور چبوترے بنے ہیں ہر مسافر خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو ہو آرام کرتا ہے - ہر ایک مکان کے پاس ایک کنواں ہے جس پر ایک ہندو سب کو پانی پلاتا ہے - ہندوؤں کو برتن میں اور مسلمانوں کو اوک سے - ہندو باشندے مسلمانوں کو اپنے گھروں کے اندر نہیں آنے دیتے اور نہ اپنے برتنوں میں ان کو کھلاتے ہیں اور اگر کھلاتے ہیں تو یا اس برتن کو توڑ دیتے ہیں یا اسی مسلمان کو دے دیتے ہیں لیکن جہاں کہیں کوئی مسلمان نہ ہو وہاں وہ مسلمانوں کا کھانا پکا دیتے ہیں اور کیلے کے پتے پر رکھ دیتے ہیں جو باقی بچتا ہے وہ چیل کوے اور کتے کو کھلا دیتے ہیں - اس پورے راستہ میں ہر منزل میں مسلمان آباد ہیں جن کے پاس مسافر جاکر ٹھہرتے ہیں اور وہ ان کے لئے ہر چیز خرید کر کھانا پکا دیتے ہیں یہاں اگر مسلمانوں کی آبادی جا بجا نہ ہوتی تو مسلمان مسافروں کا یہاں سفر کرنا مشکل تھا - راستہ میں بھی اگر ہندو کسی مسلمان راہ چلتے کو دیکھتے ہیں تو راستہ سے ہٹ جاتے ہیں -

ابی سرور

ملیبار کے جس شہر میں پہلے وہ داخل ہوتا ہے اس کا نام وہ ابی سرور بتاتا ہے - ابوالفدا نے اپنے جغرافیہ میں اس شہر کا نام پاسرور لکھا ہے - ابن بطوطہ کہتا ہے یہہ ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے یہاں بھی مسلمانوں کی آبادی ہے اور ان کا سب سے بڑا آدمی یہاں شیخ جمعہ ہے جو ابی ستہ کے نام سے مشہور ہے بڑا مخیر آدمی ہے اس نے اپنی دولت فقیروں اور محتاجوں کو بانٹ دی ہے یہاں ناریل کے درخت بہت ہیں -

پاکنور

ابی سرور سے وہ پاکنور پہنچتا ہے (یہہ مدراس میں جنوبی کنڑی میں برکور کے نام سے اب مشہور ہے یہہ ابن بطوطہ کے زمانہ میں بیجانگر کے ماتحت تھا) کہتا ہے کہ یہاں کے راجہ کا نام باس‌دیو ہے اس کے پاس تیس جنگی جہاز ہیں لیکن ان کا امیرالبحر مسلمان ہے جو اچھا نہ تھا - تاجروں کو لوٹتا تھا - جب یہاں کوئی جہاز آتا ہے تو راجہ "بندرگاہ کے حق" کے نام سے کچھہ وصول کرتا تھا - راجہ نے ابن بطوطہ کی بڑی خاطر کی - یہاں کا بڑا آدمی حسین سلاط ہے اور یہاں قاضی اور خطیب مقرر ہیں اور حسین سلاط کی بنوائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے -

منگلور

یہاں سے وہ منگرور (منگلور) جاکر لنگر ڈالتا ہے - کہتا ہے کہ یہہ ملیبار کا سب سے بڑا دریائی موقع ہے اور فارس اور یمن کے اکثر تاجر یہاں اترتے ہیں - اس کے راجہ کا نام رام دیو ہے - چار ہزار کے قریب مسلمان یہاں آباد ہیں ان کا محلہ الگ ہے - کبھی کبھی یہاں کے باشندوں سے ان کی لڑائی بھی ہوتی ہے مگر راجہ بیچ میں پڑکر دونوں میں صلح کرا دیتا ہے - یہاں ایک قاضی ہے جو نہایت لائق اور فیاض آدمی ہے جس کا نام بدرالدین ہے معبر (کارومنڈل) کا رہنے والا شافعی مذہب ہے - یہاں کے راجہ نے اپنے لڑکے کو جب ضمانت کے طور پر جہاز میں بھیجا تب ہم قاضی کے کہنے سے اترے تین دن تک ہماری ضیافت ان لوگوں نے کی -

ہیلی

ہیلی نام گو اب کوئی بندر نہیں مگر کنانور سے سولہ میل شمال کی طرف پہاڑ کا ایک کونا سمندر میں نکلا ہے اس کو کوہ ہیلی (ایلی) کہتے ہیں - ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ "یہہ بہت بڑا اور خوبصورت شہر ہے یہاں بڑے بڑے جہازات آتے ہیں چین کے جہاز یہیں آکر ٹھہرتے ہیں - یہہ شہر ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے نزدیک مقدس ہے کیونکہ یہاں ایک جامع

مسجد ہے جس کی نذر تمام جہاز والے مانتے ہیں اور دیتے ہیں اس کی نذر و نیاز کا ایک خزانہ ہے جس کا منتظم حسین نام وہاں کی مسجد کا امام ہے اور حسین وزان یہاں کے مسلمانوں کا سردار ہے - یہاں طالب علموں کی ایک جماعت ہے جس کو اسی جامع مسجد کے خزانہ سے وظیفہ ملتا ہے اس مسجد کے متعلق ایک لنگر خانہ بھی ہے جہاں سے مسافروں کو اور غریب مسلمانوں کو کھانا بٹتا ہے - یہاں مقدشوا (افریقہ) کے ایک درویش سے ابن بطوطہ کی ملاقات ہوتی ہے یہہ بزرگ ہندوستان اور چین اور عرب کی سیاحت کر چکے تھے -

جرپٹن

یہہ ملیبار کے علاقہ میں شاید وہ مقام ہے جس کو اب سری کنداپورم کہتے ہیں - پہلی صدی ہجری میں ملیبار کے راجہ کے مسلمان ہونے پر ملیبار کے مختلف شہروں میں جو مسجدیں بنی تھیں ان میں ایک یہاں بھی بنی تھی - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ "یہاں کے راجہ کا نام کویل ہے یہہ ملیبار کا بڑا راجہ ہے اس کے جہازات فارس، یمن اور عمان جاتے ہیں" یہاں بغداد کے ایک عالم سے اس کی ملاقات ہوئی جن کا ایک بھائی یہاں کا بڑا سوداگر تھا اور جو بڑی دولت چھوڑ کر مرا تھا - هندو راجہ مسلمان میت کے ترکہ میں سے کچھہ

نہیں لیتا بلکہ وہ مسلمانوں کے سردار کے پاس امانت رھتا ھے - ابن بطوطہ کا بیان ھے کہ جب میں چلا ھوں تو وہ عالم صاحب اپنے متوفی بھائی کا سب سامان لے کر بغداد کی روانگی کی تیاری کر رھے تھے -

دہ پٹن

یہہ بھی راجہ کویل کی عملداری میں ھے سمندر کے کنارے یہہ بڑا شہر ھے - باغات بکثرت ھیں ناریل ' سیاہ مرچ ' چھالیہ ' پان اور اروی کی بہتات ھے - یہاں راجہ کویل کے بزرگوں میں سے کسی کا بنایا ہوا ایک نہایت خوبصورت تالاب ھے جس میں تراشے ہوئے سرخ پتھر لگے ھیں اور جس کے چاروں کونوں پر چار گنبد ھیں اور اسی کے قریب راجہ کویل کے باپ دادوں میں سے کسی کی بنوائی ھوئی مسجد بھی ھے - مسلمان اس تالاب میں نہاتے اور وضو کرتے اور اس مسجد میں نماز پڑھتے ھیں - کہتے ھیں کہ وہ راجہ مسلمان تھا اس کے مسلمان ھونے کا قصہ ابن بطوطہ نے وھاں کے مسلمانوں کی زبانی یہہ سنا کہ جہاں مسجد ھے وھاں ایک ایسا درخت تھا! جس میں ھر خزاں کے موسم میں ایک ایسا پتا گرتا جس پر کلمہ لکھا ھوتا تھا جب یہہ پتا گرتا تھا تو آدھا مسلمان اور آدھا ھندو لے لیتے تھے - اس سے بیماروں کو شفا ھو جاتی تھی - اسی کرامت کو دیکھہ کر

وہ راجہ مسلمان ہوگیا تھا - وہ عربی خط پڑھ سکتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا مسلمان نہ ہوا اور اس نے اس درخت کو جڑ سے اُکھڑوا دیا مگر وہ پھر نکل آیا - ابن بطوطہ کے زمانہ میں اس مسجد کے پاس وہ درخت موجود تھا اس کے سامنے ایک محراب بنی تھی -

بدھہ پٹن

دہ پٹن سے جہاز بدھہ پٹن پہنچا یہاں یہی پہلی صدی ہجری والے نو مسلم راجہ کی ایک مسجد تھی - ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ یہہ بھی سمندر کے کنارے ایک بڑا شہر ہے (یہہ شاید شہر چالیام تھا جو موجودہ شہر بے پور کے قریب واقع تھا) - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ یہاں زیادہ‌تر برہمن آباد ہیں جو مسلمانوں سے بہت نفرت رکھتے ہیں اور مسلمان آباد نہیں - شہر کے باہر سمندر کنارے ایک مسجد ہے ؛ مسلمان مسافر وہیں جاکر ٹھہرتے ہیں یہہ مسجد بھی اس لئے بچی ہوئی ہے کہ ایک دفعہ کسی برہمن نے اس کی چھت توڑ کر اس کی لکڑی اپنے گھر میں لگا لی تو اس کا گھر جل گیا جس میں وہ خود مع اپنے تمام خاندان اور اسباب کے جل کر مر گیا - اس وقت سے کوئی برہمن اس مسجد کو نہیں چھوتا بلکہ وہ اس مسجد کی خدمت اور حفاظت کرتے ہیں - آنے جانے والوں کے

پینے کے لئے پانی کا انتظام کیا ھے اور اس کے دروازہ پر جالی لگادی ھے تاکہ اس میں پرند نہ جائیں -

پندارانی

یہاں سے نکل کر ھمارا سیاح پندارانی پہنچا جس کو وہ فندریلہ کہتا ھے اور جو کالی کٹ سے سولہ میل اتر ھے - کہتا ھے کہ "یہہ بہت بڑا شہر ھے اس میں مسلمانوں کے تین محلے آباد ھیں ھر محلہ میں ایک مسجد ھے ' سمندر کے کنارہ سمندر کے رخ پر ایک پرفضا جامع مسجد ھے وھاں کا قاضی اور امام عمان کا رھنے والا ھے یہاں گرمیوں میں چین کے جہاز آکر ٹھہرتے ھیں" -

کالی کٹ

اب ھمارا سیاح ملیبار کے مشہور بندر کالی کٹ میں پہنچتا ھے - کہتا ھے کہ یہہ ملیبار میں سب سے بڑا بندر ھے یہاں چین ' جاوا ' سیلون ' مالدیپ ' یمن ' اور فارس کے سوداگر بلکہ تمام دنیا کے سوداگر آتے ھیں - یہاں کا بندر دنیا کی بڑی بندرگاھوں میں سے ھے - یہاں کا راجہ ھندو ھے جس کا لقب زیمور (سامری) ھے - یہہ اسی طرح ڈاڑھی منڈاتا ھے جس طرح (رومی) فرنگی لوگ جن کو میں نے وھاں دیکھا ھے منڈاتے ھیں لیکن یہاں کے سوداگروں اور تاجروں کا سردار مسلمان ھے اس کا نام ابراھیم شاہ بندر

ہے وہ بحرین کا باشندہ ہے بڑا عالم اور سخی داتا ہے۔ ہر طرف کے سوداگر اس کے دسترخوان پر آکر کھانا کھاتے ہیں۔ شہر کا قاضی فخرالدین عثمانی ہے اور خانقاہ کا شیخ شہاب الدین گازرونی ہے۔ چین اور ہندوستان میں جو لوگ ابواسحاق گازرونی کی نذر مانتے ہیں وہ اسی خانقاہ میں لاکر اپنی نذر پیش کرتے ہیں۔ ناخدا مثقال بھی یہیں رہتا ہے۔ یہہ شخص بہت مشہور اور مالدار دریائی تاجر ہے اس کے اپنے جہاز ہیں جو ہندوستان، یمن، چین اور فارس سے تجارت کا سامان لاتے اور لے جاتے ہیں۔ راجہ کے نائب اور شیخ شہاب الدین اور ابراھیم شاہ بندر نے ابن بطوطہ کا استقبال سلطان محمد تغلق کے سفیر کی حیثیت سے طبل و علم و نقارہ کے ساتھہ کیا۔ ابن بطوطہ کہتا ہے کہ کالی کٹ کا راجہ بڑا عادل ہے۔ ایک دفعہ راجہ کے نائب کے بھتیجے نے ایک مسلمان تاجر کی تلوار چھین لی، تاجر نے اس کے چچا سے جاکر شکایت کی اس نے تحقیق کے بعد حکم دیا کہ اسی تلوار سے اس کے بھتیجے کے دو ٹکڑے کردئے جائیں۔

چین کے جہازات یہیں سے روانہ ہوتے تھے، اچھے موسم کے انتظار میں ابن بطوطہ کو مہینوں قیام کرنا پڑا۔ اس کے جہاز کا وکیل، ملک شام کا رہنے والا سلیمان صفدی نام تھا، اس کی غلطی سے یہہ واقعہ پیش آیا کہ

ابن بطوطہ کا مال و اسباب تو جہاز پر چڑھ گیا مگر وہ خود ساحل پر چھوٹ گیا اور آخر وہ خشکی کے راستہ سے کولم روانہ ہوا تاکہ وہاں وہ اس جہاز کو پاکر سوار ہو جائے -

کولم

کولم موجودہ تراونکور میں داخل ہے - ابن بطوطہ کہتا ہے کہ ""تمام ملیبار میں یہہ شہر سب سے زیادہ خوبصورت ہے ' بازار بھی اچھے ہیں ' سوداگر اتنے بڑے مالدار ہیں کہ پورے جہاز کے جہاز کا مال وہ ایک دفعہ خرید لیتے ہیں اور گودام میں رکھہ کر بیچتے ہیں - مسلمان سوداگر بھی یہاں بکثرت ہیں - ان میں سب سے بڑا شہر آوہ کا باشندہ علاءالدین ہے - یہاں عراقی خاصی تعداد میں آباد ہیں ' شہر کا قاضی قزوین کا ایک فاضل ہے - شہر میں سب سے دولت مند مسلمان محمد شاہ بندر ہے - اس کا بھائی تقی الدین بڑا فاضل ہے ' یہاں کی جامع مسجد بھی اچھی اور خوبصورت ہے ' یہاں کے راجہ کا نام ترروری (بلاتے تیری اس زبان میں راجہ کو کہتے ہیں) ہے - یہہ مسلمانوں کی بڑی عزت کرتا ہے اور بہت منصف مزاج ہے ' یہاں کالی کٹ والے شیخ شہاب الدین گازرونی کے بیٹے شیخ فخرالدین کی خانقاہ ہے -

چالیات

ابن بطوطہ کو جہازوں کی تباہی کے سبب سے پھر اسی راستہ سے کالی‌کٹ کو واپس آنا پڑا - راستہ میں وہ چالیات میں ٹھہرا ' جس کو عرب شالیات کہتے تھے اور اب اس کو شالیا کہتے ہیں - یہہ کالی‌کٹ کے قریب تھا ' ابن بطوطہ یہاں کے کپڑوں کی صنعت کی تعریف کرتا ہے ' وہ یہاں سے ہنور ' اور وہاں سے چندا‌پور (گوا) پہنچتا ہے ' تو معلوم ہوتا ہے کہ راجہ (شاید بیجانگر کا راجہ مراد ہے) نے لڑکر سلطان جمال‌الدین ہنوری کے ہاتھہ سے یہاں کی ریاست چھین لی - ابن بطوطہ یہاں سے سوار ہو کر مالدیپ چلا گیا -

مالدیپ

یہاں عرب مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی اور سلطانہ خدیجہ حکمراں تھی ' اس کا پورا حال اوپر گذر چکا ہے -

سیلون

مالدیپ سے وہ سیلون آتا ہے ' یہاں کا راجہ اس وقت اریا چکروتی نام تھا ' اس کے پاس بہت سے جہازات تھے جو یمن تک جایا کرتے تھے - یہہ راجہ فارسی زبان سمجھتا تھا ' نقش قدم کی وجہ سے یہاں عربی اور عجمی مسلمان فقیروں اور درویشوں کی آمد و رفت لگی تھی -

کالی

پھرتا پھراتا وہ سیلون کے بندر کالی (قالی) میں پہنچتا ہے، یہاں سے آج بھی یورپ اور اسٹریلیا کو جہازات جاتے ہیں، یہاں کے جہازوں کا مالک ناخدا ابراہیم نام تھا، وہ کلمبو اور بطالہ سے جہاز پر سوار ہو کر ناخدا ابراہیم کے جہاز پر معبر (کارومنڈل) ہندوستان کے ساحل پر دوبارہ آیا۔

معبر (کارومنڈل)

ابن بطوطہ جس وقت کارومنڈل پہنچا ہے اس وقت وہاں غیاث الدین دامغانی بادشاہ تھا، یہہ وہی حکومت تھی جو علاؤالدین خلجی کے افسر ملک کافور کی فتح کے بعد یہاں قائم ہو گئی تھی ـ یہہ غالباً سنہ ۷۴۱ ھ (۱۳۴۱ء) تھا، اس صدی کے اخیر میں بیجانگر کے راجہ نے اس اسلامی سلطنت کا خاتمہ کر دیا ـ شہر مدورا اس کا پایہ تخت تھا ـ

دوار سمندر

جہاں اب میسور کی ریاست ہے ـ وہاں اس وقت ہوسیالا خاندان کا راج تھا ـ ان کے پایہ تخت کا نام دوار سمندر تھا ـ اس وقت جو راجہ حکمراں تھا اس کا نام بلال دیو تھا ـ ابن بطوطہ نے اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ بتائی ہے، اس میں ۲۰ ہزار کے قریب مسلمان تھے

جو ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق سب بھاگے ہوئے مجرم اور پہلے چور اور ڈاکو تھے ' مگر اتنے چور ' ڈاکو اور مجرم کہاں سے آگئے تھے شاید یہہ ابن بطوطہ نے اس قصہ میں لکھہ دیا ہے کہ یہہ لوگ اس وقت کاررمنڈل کے بادشاہ غیاث الدین سے جو ابن بطوطہ کا ساڑھو تھا برسرپرخاش تھے -

بیجانگر

دریاے کرشنا سے لیکر سمندر کے کنارے تک بیجانگر کی عظیم‌الشان ہندو حکومت قائم تھی - کیا تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو خشکی میں بہمنیوں کی اسلامی سلطنت سے اس کی دائمی لڑائی برپا تھی اور دوسری طرف سمندر کے راستہ سے عرب و فارس کے مسلمان بادشاہوں سے اس کے تعلقات قائم تھے اور چنانچہ امیر تیمور کے بیٹے میرزاشاہرخ نے یہاں اپنی سفارت بھیجی تھی جس کے سرگروہ مولنا کمال‌الدین عبدالرزاق تھے انہوں نے واپس جاکر بیجانگر کی سلطنت کے جاہ و جلال اور ترقی و کمال کا جو حال لکھا ہے اسکو خاوند شاہ نے روضۃالصفا کے آخر میں اور حبیب‌البشیر نے جغرافیہ کے حصہ میں منگلور ' کالی‌کٹ اور بیجانگر کے ناموں کے نیچے نقل کیا ہے - بیجانگر کی فوج میں دس ہزار مسلمان موجود تھے اور بیجانگر کے راجہ ان کی فوجی قوت کی برتری کے سبب سے ان کی عزت کرتے تھے

مسجد بھی بنوادی تھی اور قرآن پاک کی تعظیم بھی کی جاتی تھی (۱) -

حاضرین ! ان دور دراز علاقوں میں پھرتے پھراتے اکتا گئے ہوں مگر آپ نے دیکھ لیا کہ ان دورافتادہ علاقوں میں مسلمان اسلامی جنگی فتوحات سے پہلے بھی کہاں کہاں اور کس کس صورت میں پھیلے تھے اور ہندو ہمسایوں اور راجاؤں سے ان کے تعلقات کیسے تھے ؟ اور ہندو مسلمانوں کے تعلقات کا یہ منظر شمالی ہندوستان کے منظر سے کتنا مختلف ہے ؟ اب آئیے تھوڑی دیر سندھ کے ریگستان کا بھی لطف اٹھائیں -

چھوتا مرکز سندھ

گذر چکا ہے کہ عربوں نے کس طرح دیبل (ٹھٹھہ) سے ملتان تک پہلی صدی ہجری کے آخر میں فتح کیا مگر واقعہ یہ ہے کہ اس فتح بلکہ حملہ سے بھی پہلے سندھ میں مسلمان آباد ہوچکے تھے چنانچہ پانچ سو عرب مسلمان ایک عرب سردار کی ماتحتی میں مکران سے بھاگ کر سندھ کے راجہ داہر کے یہاں چلے آئے تھے (۲) - محمد بن قاسم نے پہلی صدی ہجری کے آخر

---

(۱) فرشتہ جلد اول ص ۳۳۳ نولکشور -

(۲) بلاذری فتوح سندھ -

میں سندھ اور ملتان کو فتح کیا ' اس کے بعد سے تقریباً سواسو برس تک یہ ملک پہلے دمشق پھر بغداد کی حکومت کا جزء رہا - تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کے بیچ میں معتصم باللہ کے بعد مرکز کی کمزوری کے سبب سے یہاں کے عرب گورنروں نے خود مختاری سی حاصل کرلی ' اس کے بعد کہیں ہندو راجاؤں نے کسی کسی حصہ پر قبضہ کرلیا اور کہیں مسلمانوں نے اپنی ریاستیں کھڑی کرلیں - سلطان محمود غزنوی کے حملہ تک ان میں سے بعض بعض مسلمان ریاستیں سندھ میں قائم تھیں ان میں سے دو نسبتاً ذرا بڑی تھیں - ایک سندھ کے سرے پر منصورہ میں اور دوسری سندھ کے خاتمہ پر ملتان میں - چوتھی صدی ہجری کے اخیر تک جو عرب سیاح یہاں آتے گئے ہیں وہ ان دونوں اسلامی ریاستوں کا حال بیان کرتے آئے ہیں - ملتان ' منصورہ ' دیبل اور دوسرے شہروں سے سلطان محمود کے وجود سے پہلے بیسیوں مسلمان عالم اور محدث پیدا ہوئے جن میں سے ایک ابومعشرنجیح سندھی ہیں جو دوسری صدی میں تھے اور جو سیرت کے امام سمجھے جاتے تھے اور جن کی یہ عزت تھی کہ جب انہوں نے انتقال کیا تو خلیفہ مہدی نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی - اسی زمانہ کا ایک مشہور سندھی عربی شاعر ابوعطا سندھی ہے جس کا تلفظ گو درست نہ تھا مگر اسکے عربی اشعار کو خالص عرب اہل زبان نے بھی

تسلیم کیا - اس درجہ اور رتبہ کے دوسرے بزرگوں کے نام یہاں گنائے جائیں تو ایک اور دفتر شروع ہو جائیگا اس لئے ان کو چھوڑتا ہوں -

عربوں نے سندھ کا علاقہ فتح کرنے کے بعد وہاں اپنی نوآبادیاں قائم کیں - قریش ، کلب ، تمیم ، اسد اور یمن و حجاز کے بہت سے قبیلے یہاں کے مختلف شہروں میں آکر آباد ہوئے اور تیسری صدی ہجری کے بیچ تک ان کی حکومت ملتان سے لے کر سمندر تک کسی نہ کسی طرح قائم رہی لیکن آخرکار یمنی اور حجازی عربوں کی باہمی خانہ جنگی نے ان کو برباد کردیا اور بہت سے علاقے ان کے ہاتھوں سے نکل گئے - تاہم ملتان اور منصورہ (سندھ) دو ریاستیں ان کی ایسی تھیں جو سلطان محمود غزنوی کے حملہ تک قائم رہیں - پہلے انہیں دونوں کا حال ذرا تفصیل سے بیان کرنا ہے -

ملتان

گذرچکا ہے کہ اس شہر پر عربوں نے پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) میں قبضہ کیا - اس وقت سے لے کر سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک برابر اس پر عربوں کا ہی قبضہ رہا - تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے ہر عرب سیاح نے اس کا ذکر کیا ہے - سلطان محمود کے حملہ کے وقت اور اس کے بعد بھی برابر مسلمانوں کی

نوآبادی یہاں قائم رهی - شروع میں سندهه کے دوسرے شہروں کے ساتهه ملتان پر بهی دمشق کے اموی خاندان کا قبضہ رها - تیس پینتیس برس کے بعد زمانہ نے کروٹ لی ' سنہ ۱۳۲ ھ میں اسلامی حکومت کی مسند پر بنوامیہ کی جگہ بنوعباس بیٹھے اور حکومت کا مرکز دمشق سے هٹ کر بغداد آگیا - اس کے بعد تقریباً تیسری صدی هجری کے شروع تک یعنی معتصم تک ملتان عباسی حکومت کے مرکز سے وابستہ رها ' اس کے بعد یہہ هوا کہ اگر خلیفہ زبردست هوا تو اس نے اس دور دراز شہر پر قبضہ رکھا اور اگر کمزور هوا تو یہاں کے والی اور عامل خود مختار بن گئے - اس زمانہ میں ملتان سندهه اور منصورہ کے والیوں کے پاس رها مگر بعد کو ملتان سندهه سے بهی الگ هوکر ایک خود مختار اور مستقل حکومت بن گیا - اس استقلال اور خودمختاری کی تاریخ غالباً تیسری صدی هجری کا وسط هے -

ملتان سے مقصود صرف ایک شہر نہیں بلکہ پورا صوبہ هے جو کبهی پوری ایک ریاست بلکہ سلطنت تها - مصر کے وزیر مہلبی نے چوتهی صدی هجری میں لکها هے کہ "اس کے حدود وسیع هیں ' پچهم طرف مکران اور دکهن میں منصورہ (سندهه) تک اس کی وسعت هے" (۱) - دریاے سندهه کے پاس جو قنوج تها سنہ ۳۰۰ ھ

---

(۱) ابوالفدا کی تقویم البلدان ص ۳۵۰ (پیرس) -

میں وہ ملتان میں تھا (۱) - اس زمانہ میں ایک لاکھہ اور بیس گانوں شمار کے روسے ملتان کی اسلامی ریاست کے حدود میں تھے (۲) -

پرانی سلطنتوں میں یہہ اکثر قاعدہ رہا ہے اور ہونا بھی چاهئے کہ مذہب کے غیر سرکاری فرقے بھاگ بھاگ کر حکومت کے آخری اور سرحدی ملکوں میں جاکر پناہ لیتے ہیں - مجوسی ایرانیوں اور عیسائی رومیوں میں بھی یہی دستور تھا اور مسلمان عربوں میں بھی یہی ہوا ، چنانچہ پہلے آچکا ہے کہ قزدار میں خارجی مسلمانوں کی آبادی اور انہیں کی ریاست قائم تھی - اسی طرح ملتان بھی شیعوں کے ایک فرقہ اسماعیلیہ کی جاپناہ بن گیا تھا اور بعد کو وہاں ان کی حکومت قائم ہوگئی تھی یہہ خالص عربی النسل تھے اور اپنے کو سامہ بن لوئی کی اولاد کہتے تھے -

بنوسامہ کون تھے

قریش کے اجداد میں اوپر ایک نام لوئی بن غالب ہے اس لوئی کی ایک اولاد کا نام سامہ تھا ، اسی خاندان کو

---

(۱) مسعودی جلد اول ص ۳۷۲ (پیرس) -
(۲) ایضاً ص ۳۷۵ -

بنو سامہ (۱) کہتے تھے - اسلام میں اس خاندان کا عروج معتضد کے زمانہ میں (سنہ ۲۷۹ ھ سنہ ۲۸۹ ھ) میں ہوا - اس کی صورت یہہ ہوئی کہ عرب کے صوبہ عمان میں خارجیوں کی کثرت تھی خلیفہ نے محمد بن قاسم کو ان کی سرکوبی کے لئے متعین کیا ' اس نے خوارج کو شکست دی اور عمان میں اپنی ریاست قائم کی اور اہل سنت کے مذہب کو رائج کیا - یہہ اس خاندان کا پہلا امیر ہے اور اس کے بعد اس کی اولاد اس ریاست پر برابر قابض رہی - سنہ ۳۰۵ ھ میں ان میں باہم خانہ جنگی ہوئی - قرامطہ جو بحرین میں اس وقت زور پکڑ رہے تھے ' انہوں نے اس سے فائدہ اُٹھایا یہاں تک کہ سنہ ۳۱۷ ھ میں ابوطاہر قرمطی نے عمان کو اس کے قبضہ سے نکال کر قرمطی حدود سلطنت میں داخل کرلیا - (۲)

عمان اور سندھ کی دریائی آمد و رفت اور بحری تجارت ہمیشہ سے قائم تھی اور غالباً بنوسامہ کا تعلق سندھ سے بہت پرانا تھا ' چنانچہ بنوسامہ کے غلام فضل بن ماہان اور فضل بن ماہان کے بعض اہل خاندان سندھ کے ایک مقام سندان پر مامون کے زمانہ سے

---

(۱) ابن خلدون نے اس کی بار بار تصریح کی ہے کہ بنوسامہ کا اس سامہ بن لوئی کے خاندان سے ہونا قریش کے اکثر نسب دان تسلیم نہیں کرتے دیکھو ابن خلدون ج ۱ ص ۳۲۴ و جلد ۴ ص ۹۳ -

(۲) ایضاً جلد ۴ ص ۹۳ (مصر) -

لے کر معتصم باللہ (سنہ ۲۲۷ ھ) تک حکومت کی اور پھر برادرانہ خانہ جنگی میں برباد ہوئی (۱) -

اس تعلق سے یہہ تعجب کی بات نہیں اگر عمان میں بنوسامہ کی ریاست تباہ ہونے کے بعد وہ قرامطہ سے بھاگ کر سندھہ اور سندھہ سے ملتان چلے آئے ہوں اور یہاں خدا نے ان کو پھر نئی سلطنت عطا کی ہو - بہر حال یہی بنوسامہ ملتان کے امراء تھے اور انہیں کو پچھلے مورخ کے لحاظ سے بنومنبہ بھی کہتے تھے اور تیسری صدی ہجری کے خاتمہ میں سب سے پہلے ان کی خود مختار ریاست کا نام ہم کو ملتا ہے -

بنومنبہ

سب سے پہلے ابن رستہ جسکا زمانہ سنہ ۲۹۰ ھ ہے، اپنی کتاب الاعلاق النفیسہ کے حصۂ جغرافیہ میں کہتا ہے :-

"ملتان میں ایک قوم رہتی ہے جو دعویٰ کرتی ہے کہ وہ سامہ بن لوی (۲) کے خاندان سے ہے، ان کو لوگ بنو

(۱) بلاذری ص ۴۴۶ (لیڈن) -

(۲) بعض مورخوں اور سیاحوں نے "سامہ" کے بجائے "اسامہ" کہیں کہیں لکھہ دیا ہے یہہ صحیح نہیں -

ملیبہ کہتے ہیں اور وہی وہاں بادشاہ
ہیں اور وہ امیرالمؤمنین کا
خطبہ پڑھتے ہیں - هندوستان کے راجہ
ان سے لڑنے آتے ہیں تو وہ بھی
ملتان سے اپنی بڑی فوج لے کر نکلتے
ہیں اور ان سے لڑتے ہیں اور اپنی
دولت اور قوت کے سبب سے ان پر
غالب آتے ہیں " (۱) -

اس کے دس برس کے بعد مسعودی سنہ ۳۰۰ ھ کے بعد ہی ملتان پہنچتا ہے وہ لکھتا ہے :-

" ملتان کا امیر جیسا کہ ہم نے
کہا ہے کہ سلطنت یہاں سامہ بن
لوئی بن غالب کے ہاتھہ میں ہے '
اس کے پاس فوج اور قوت ہے اور
ملتان اسلامی حکومت کی بڑی سرحدوں
میں سے ایک سرحد ہے - ملتان
کے تابع اس کے چاروں طرف ایک لاکھہ
بیس گانوں ایسے ہیں جو شمار میں آئے
ہیں اور یہیں وہ مشہور بت خانہ ہے '
......امیر ملتان کی زیادہ‌تر آمدنی

(۱) الاعلاق النفیسہ ابن رستہ ص ۱۳۵ لیڈن سنہ ۱۸۹۲ م -

ان خوشبو لکڑیوں سے ہے جو دور دور سے اس بت خانہ کے لئے بھیجی جاتی ہیں ...... جب کبھی ہندو اس پر حملہ کرتے ہیں اور مسلمان اس کے مقابلہ سے عاجز آتے ہیں تو وہ دھمکی دیتے ہیں کہ ہم اس بت خانہ کو توڑ دیں گے تو ہندو فوجیں واپس چلی جاتی ہیں - میرا ملتان جانا سنہ ۳۰۰ کے بعد ہوا اس وقت وہاں بادشاہ ابواللباب منبہ بن اسد قرشی سامی تھا ؟؟ (۱) -

مسعودی کے چالیس برس بعد سنہ ۳۴۰ میں اصطخری ہندوستان وارد ہوا وہ کہتا ہے :-

"شہر مولتان منصورہ سے آدھا ہے، یہاں ایک بت خانہ ہے جس کے جاترے کے لیے لوگ دور دور سے آتے ہیں اور اس بت خانہ اور اس کے پجاریوں پر بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتے ہیں - یہہ بت خانہ بازار کے سب سے آباد حصہ میں ہے.........(بت کا حال ہے)

---

(۱) مروج الذهب مسعودی جلد اول ص ۳۷۵ و ۳۷۶ (پیرس) -

"......اور جو کچھہ یہاں آتا ہے ملتان کا امیر اس کو لے لیتا ہے، کچھہ پجاریوں پر خرچ کرتا ہے اور کچھہ اپنے لئے اٹھا رکھتا ہے اور جب کبھی کوئی ہندو راجہ اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو وہ اس بت خانہ کے برباد کردینے کی دھمکی دیتا ہے تو وہ واپس چلے جاتے ہیں اگر یہہ نہ ہوتا تو ہندو راجہ اس کو ویران کردیتے - ملتان کے چاروں طرف ایک مضبوط شہر پناہ ہے، .... شہر کے باہر آدھے فرسنگ پر بہت سی عمارتیں ہیں جن کا نام "جندراون" ہے یہہ فوجی کیمپ ہے، یہیں بادشاہ رہتا ہے وہ ملتان میں صرف جمعہ کو جاتا ہے، ہاتھی پر سوار ہوکر شہر میں جمعہ کی نماز پڑھنے جاتا ہے، وہ نسلاً قریشی ہے، سامہ بن لوئی کے خاندان سے ہے - ملتان پر اس نے قبضہ کرلیا ہے اور منصورہ (سندھہ) کے امیر یا کسی اور کا وہ تابع نہیں صرف خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھتا ہے" - (۱)

---

(۱) اصطخری بحوالہ معجم البلدان یاقوت لفظ "مولتان" -

اصطخری کے ۲۷ برس بعد سنہ ۳۶۷ ھ میں ابن حوقل بغدادی ملتان آیا اس نے ملتان کا بہت کچھ حال لکھا ہے مگر یہاں کے باطنیوں اور اسماعیلیوں کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ یہہ نئی بات یقیناً ذکر کے قابل تھی - اب ابن حوقل کے آٹھ برس بعد بشاری مقدسی ملتان میں قدم رکھتا ہے - وہ کہتا ہے :-

> "ملتان والے شیعہ ہیں ، اذان میں حی علی خیر العمل کہتے ہیں اور اقامت میں دو دفعہ تکبیر کہتے ہیں" - (۱)
>
> "ملتان میں خطبہ مصر کے فاطمی خلیفہ کا پڑھتے ہیں اور اسی کے حکم سے یہاں کا بندوبست ہوتا ہے اور یہاں سے برابر تحفے تحائف مصر کو بھیجے جاتے ہیں" - (۲)

ان بیانات سے دوسرے واقعات کے علاوہ یہہ ثابت ہوتا ہے کہ ابن رستہ کے زمانے میں یعنی سنہ ۲۹۰ ھ میں پھر مسعودی کے زمانہ میں بھی کیونکہ وہ خاموش ہے اور اسطخری کے زمانہ میں یعنی سنہ ۳۴۰ ھ میں

---

(۱) احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۱ -

(۲) ایضاً ص ۴۸۵ -

یہاں کی حکومت سنیوں کے ہاتھ میں تھی اور خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا جاتا تھا - سنہ ۳۶۷ ھ تک کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی لیکن سنہ ۳۷۵ ھ میں یہہ اسماعیلیوں کے ہاتھوں میں نظر آتا ھے اور مصر کے اسماعیلی فاطمی خلیفہ کے زیر اثر اس سے ظاھر ھوتا ھے کہ ملتان کے شاھی خاندان کا یہہ مذھبی انقلاب سنہ ۳۴۰ ھ بلکہ سنہ ۳۶۷ ھ اور سنہ ۳۷۵ ھ کے بیچ میں ھوا -

اس قیاسی تاریخ کی تائید اُس سے ھوتی ھے کہ مصر میں اسماعیلی فاطمیوں کی سلطنت بھی اسی زمانہ میں یعنی سنہ ۳۵۸ ھ میں قائم ھوئی اور سنہ ۳۶۱ ھ میں ان کا پایہ تخت افریقہ سے مصر کو منتقل ھوا - اس وقت دنیاے اسلام دو حصوں میں منقسم ھو رھی تھی - سنی بغداد کے خلافت عباسیہ کو اور شیعہ مصر کی خلافت فاطمیہ کو مانتے تھے - یہہ دونوں خلافتیں اپنے اپنے اثر اور اقتدار کو مختلف اسلامی ملکوں میں بڑھانے کے لئے رقیبانہ کوششوں میں مصروف تھیں ' یہاں تک کہ خود مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی یہہ رقیبانہ کارشیں قائم تھیں اور جب کوئی نئی اسلامی ریاست قائم ھوتی تو دونوں کے داعی اور مبلغ اپنا کام شروع کر دیتے - گو یہہ بغداد کی خلافت کے انحطاط کا اور مصر کے

اوج ترقی کا زمانہ تھا کہ عباسیہ سلطنت بوڑھی ہوچکی تھی اور فاطمی حکومت کا عہد شباب تھا مگر اس کی تلافی اس سے ہو رہی تھی کہ مشرق میں جو نئی ترکی سلطنتیں قائم ہونی تھیں وہ عباسیہ کو اپنا مقتدا تسلیم کرلیتی تھیں ، بخارا کے سامانیہ ان کے زیر اثر تھے ۔ چوتھی صدی ہجری کے بیچ میں غزنویوں کا ظہور ہوا اور اس کے چالیس پچاس برس کے بعد سلجوقیوں کا پرچم لہرایا اور ان سب نے اپنی پوری فوجی قوت اور زور کے باوجود خلفائے عباسیہ کے سامنے سر جھکایا ۔

سلطان محمود غزنوی کی شہرت کے آغاز کے ساتھ ہی خلیفۂ بغداد نے سب سے پہلے سنہ ۳۸۷ اور سنہ ۳۹۰ کے بیچ میں اس کو خلعت فاخرہ بھیجا اور امین الملۃ یمین الدولہ (مذہب کا امین اور سلطنت کا دست راست) کا خطاب اسکو دیا اور اسکے بعد سنہ ۳۹۶ ھ میں سلطان نے ملتان کے اسماعیلیوں کے خلاف فوج کشی کی اور سنہ ۴۰۱ میں وہاں کے قرمطی امیر کو گرفتار کر لیا ، غالباً انہیں حالات کو دیکھ کر سنہ ۴۰۳ میں مصری فاطمیوں نے بھی محمود کے پاس اپنا سفیر بھیجا مگر سلطان نے اس کو باطنی سمجھ کر راستہ ہی میں پکڑوا لیا اور مشہور سید حسین

بن طاهر بن مسلم علوی کے سپرد کردیا (۱) جنھوں نے اس کو مروا ڈالا -

ملتان کے قرامطه

اب سوال یہه هے که عرب جغرافیه نویس سنه ۳۴۰ تک جس عرب سنی خاندان بنوسلمبه کو ملتان کا بادشاہ لکھتے هیں اس کے بعد کا اسماعیلی خاندان وهی عرب بنوسلمبه تھے جو سنی سے اسماعیلی بن گئے تھے یا یہه کوئی دوسرا خاندان تھا ؟ کتابوں کے پیش نظر ذخیرہ سے اس کا کوئی جواب هم کو نہیں ملتا لیکن ابوریحان بیرونی کتاب الهند میں جس کو اس نے سنه ۴۲۴ ھ میں لکھا هے ، ملتان کے بت خانه کی تاریخ بیان کرتے هوئے کہتا هے :-

"جب قرمطی (اسماعیلیه) مولتان پر قابض هوئے تو جلم بن شیبان نے جس نے یہاں غلبه حاصل کرلیا تھا محمد بن قاسم کی جامع مسجد کو ایک اموی یادگار سمجھکر بند کر دیا اور اس بت خانه کو توڑ کر مسجد بنا لیا" - (۲)

---

(۱) اس فاطمی سفارت کا واقعه زین الاخبار میں هے ص ۷۱ (برلن) -

(۲) کتاب الهند ص ۵۰ (لندن) -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ قرمطی خاندان جو چوتھی صدی کے آخر میں غالب ہوگیا تھا وہ کوئی دوسرا خاندان تھا اور اس کے بانی اول کا نام جلم بن شیبان تھا اور جیسا کہ یہہ نام ظاہر کرتے ہیں وہ بھی عرب تھا – اس کے بعد بیرونی کہتا ہے کہ "ان قرامطہ کا زمانہ ہم سے تقریباً ایک سو سال پہلے تھا" (۱) – کتاب الہند سنہ ۴۲۳ھ میں لکھی گئی ہے – اس سے سو سال پہلے سنہ ۳۲۳ھ ہوگا مگر ہم کو معلوم ہوچکا ہے کہ سنہ ۳۴۰ھ تک یقینی طور سے یہاں بدستور سنی عرب خاندان کی حکومت تھی اس لئے یہہ سنہ ۳۲۳ھ ملتان پر قرامطہ کے قبضہ کا سال نہیں ہے بلکہ عراق اور خلیج فارس کے سواحل پر ان کے ظہور کا زمانہ ہے –

اصل یہہ ہے کہ اس موقع پر تین اسلامی فرقوں کے نام گڈمڈ ہوگئے ہیں – قرامطہ، اسماعیلیہ اور ملاحدہ کو یہہ تینوں اسماعیلی شیعیت ہی کی قسمیں ہیں مگر ان تینوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے اور ان کی پیدائش کی تاریخ بھی الگ الگ ہے – سب سے پہلے تیسری صدی کے آخر میں قرمطی بحرین اور خلیج فارس اور آخر عراق میں رونما ہوئے اسماعیلیہ افریقہ میں سنہ ۲۹۶ھ میں ظاہر ہوئے مگر یہہ مصر میں سنہ ۳۵۶ھ میں آئے اور ملاحدہ

---

(۱) کتاب الہند ص ۵۶ (لندن) –

جن کا دوسرا نام باطنیہ ہے اور جو حسن صباح کا گروہ تھا وہ سنہ ۴۸۳ ھ (سنہ ۱۰۹۱ ع) کے بعد خراسان میں ظاہر ہوا -

مصر کے اسماعیلی فاطمی خلیفۃالحاکم بامراللہ نے شام میں ایک اور فرقہ پیدا کیا تھا جس کا مشہور نام دروز ہے - سوال یہہ ہے کہ ملتان میں جو فرقہ برسرحکومت آگیا تھا وہ اسماعیلی شیعہ تو یقینی تھا مگر ان میں سے کس فرقہ کا تھا - میرے نزدیک وہ فاطمی اسماعیلی شیعہ تھے جن کا مرکز مصر تھا - باقی جن مورخوں نے ان کو قرامطہ اور ملاحدہ کہا ہے وہ اس اشتباہ کے سبب سے کہدیا ہے جو ان فرقوں میں باہم ہے اور اس کی دلیل یہہ ہے کہ جس زمانہ میں یعنی سنہ ۳۴۰ ھ کے بعد یہہ ملتان میں قوت پاتے ہیں وہ زمانہ ہرجگہ قرامطہ کے انحطاط اور زوال کا تھا - دوسرے یہہ کہ قرامطہ مصر کے فاطمی خلفاء کی سرداری کو برائے نام تسلیم کرتے تھے اور ملتان والے مصر ہی کے فاطمی خلفاء کو مانتے تھے - تیسرے یہہ کہ بشاری مقدسی جو ایک مذہبی عالم تھا وہ ان تمامتر قرامطہ میں بلکہ شیعہ لکھتا ہے اور فاطمیہ کے زیر اثر - پھر اذان حی‌علی‌خیرالعمل جمعہ اور خطبہ وغیرہ کے شعائر قرامطہ میں نہ تھے جن کا وجود ملتان کے اسماعیلیوں میں مقدسی کے بیان سے ثابت ہے دروزی سنہ ۳۸۶ ھ سے سنہ ۴۱۱ ھ کی پیداوار ہیں جو

بہت بعد کا زمانہ ہے اور باطنیہ یا ملاحدہ یعنی حسن بن صباح کا فرقہ تو اس کے سو برس بعد پیدا ہوا ہے اس لئے بعض مورخین کا ان کو ملاحدہ کہنا سراسر غلط ہے ۔

یہہ ممکن ہے کہ خلیج فارس' بحرین عمان کے قرامطیوں کے ذریعہ پہلے قرامطہ ہی کی حیثیت سے یہہ لوگ پیدا ہوئے ہوں اور بعد کو قرامطہ کے زوال کے بعد انہوں نے فاطمی اسماعیلی رنگ اختیار کرلیا ہو کیونکہ قرامطہ بھی گویا نیم اسماعیلی ہی تھے ۔

سلطان محمود کے حملہ کے وقت ملتان میں جو اسماعیلی خاندان حکمراں تھا فارسی تاریخوں کے رو سے اس کے مورث کا نام شیخ حمید تھا ۔ فرشتہ نے خدا جانے کس ماخذ سے لکھا ہے کہ وہ ابتدائی مسلمان جو افغانستان پر حملہ کے وقت ادھر آگئے تھے وہ بعد کو واپس نہ جاسکے اور انہوں نے کوہستان خیبر کے پٹھانوں میں شادی بیاہ شروع کر دیا ۔ اس عربی و افغانی نسل سے لودھی اور سور دو قبیلے پیدا ہوئے ۔ شیخ حمید اسی لودھی خاندان سے تھا ۔ یہہ تمام داستان قبائل کی اصلیت کی دوسری بے بنیاد باتوں کی طرح بے بنیاد ہے ۔ لودھیوں نے کبھی اپنے نام کے ساتھہ شیخ نہیں لکھا اور نہ اس قسم کے ان کے نام ہوتے تھے بلکہ اس زمانہ میں ان کا اسلام بھی مشکل سے تسلیم ہوسکتا ہے ۔ حقیقت یہہ

ھے کہ فارسی مورخین کو ملتان کی عربی تاریخ سے مطلقاً آگاھی نہیں تھی اس لئے وہ ملتان کے ان مسلمان رئیسوں کو افغانی سمجھنے پر مجبور تھے ورنہ شیخ حمید وغیرہ کا دراصل افغانوں سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ اغلباً وہ جلم بن شیبان کی نسل سے تھے جس کا ذکر بیرونی کے حوالہ سے ابھی گذرا ھے - مزید تفصیل آگے آتی ھے -

فرشتہ میں ھے کہ الپ تگین نے اور اس کے جانشین سبکتگین نے جب سرحد کے افغانوں پر حملے شروع کئے تو اُنھوں نے لاھور کے راجہ جےپال سے مدد مانگی - راجہ جےپال نے بھاتیہ کے راجہ سے مشورہ کیا اور یہہ طے کیا کہ چونکہ ھندوستان کی فوج جاڑوں میں سرحد کی سردی برداشت نہیں کر سکتی اس لئے پٹھانوں کو یہاں لاکر آباد کرنا چاھئے اور اس طرح شیخ حمید لودھی کو لمغان اور ملتان کی جاگیر دی - شیخ حمید نے اپنے حاکم مقرر کئے اور اس کے عوض اس نے الپ تگین سنہ ۳۵۱ ھ سنہ ۳۶۵ ھ کے حملوں سے ھندوستان کو بچانے کی خدمت ادا کی (۱) - اس واقعہ میں پٹھانوں کو لاکر آباد کرنا اور شیخ حمید کو لودھی بتانا افسانہ ھے -

الپ تگین کے بعد جب سنہ ۳۶۵ میں سبکتگین بادشاہ ھوا تو شیخ حمید نے غزنین کی بڑھتی ھوئی

---

(۱) یہہ پورا واقعہ فرشتہ جلد اول ص ۱۷ و ۱۸ نولکشور میں ھے -

قوت کو دیکھکر امیر سبکتگین سے صلح کرلی اور خود کو امیر کے باجگذاروں میں داخل کر لیا لیکن سنہ ۳۹۰ ھ میں سلطان محمود نے جب غزنین کے تخت پر قدم رکھا اور پھر سنہ ۳۹۵ ھ میں جب وہ بھاٹیہ کے راجہ بجیراؤ پر حملہ کر رہا تھا تو ملتان کی ریاست شیخ حمید کے پوتے ابوالفتح داؤد بن نصیر بن شیخ حمید کے ہاتھہ میں تھی اور فارسی تاریخوں میں اسی کو ملحد اور قرمطی (اسماعیلی) کہا گیا ہے ابوالفتح داؤد نے شاید سلطان محمود کے بڑھتے ہوئے حوصلہ کو دیکھہ کر یہہ چاہا کہ ہندو راجاؤں کے ساتھہ ملکر اپنے کو بچائے چنانچہ بھاٹیہ کے حملہ کے وقت ابوالفتح نے محمود کے خلاف بجیراؤ کی مدد کی - (۱)

سلطان اس دفعہ تو خاموش رہا مگر آیندہ سال سنہ ۳۹۶ ھ میں اس نے ابوالفتح کو سزادینے کا ارادہ کیا اور یہہ چاہا کہ ملتان کے اوپر سے براہ راست (یعنی گویا تیرہ غازی خاں سے)! آنے کے بجائے پشاور سے پنجاب ہو کر ملتان جائے تا کہ ابوالفتح کو خبر نہ ہونے پائے ' اس خیال سے اُس نے پنجاب کے راجہ انندپال سے راستہ مانگا کہ اس کے ملک سے ہو کر وہ سلطان کی فوج کو ملتان جانے دے

---

(۱) یہہ پورا واقعہ فرشتہ جلد اول ص ۲۴ و ۲۵ نولکشور میں ہے -

دوسرے مورخین کی روایت یہہ ھے کہ خود ابوالفتح نے سلطان کے ارادہ کا حال سن کر راجہ انندپال سے مدد مانگی، راجہ نے لاھور سے پشاور جاکر سلطان کو روکا مگر سلطان کی فوج انندپال کو شکست دے کر اوسی کے ملک سے ھوکر ملتان پہنچی ابوالفتح قلعہ بند ھوگیا اور آخر اهل شہر نے بیچ میں پڑکر اس بات پر صلح کرلی کہ ملتان سے مقررہ خراج غزنین پہنچتا رھے گا - ابوالفتح نے اپنے عقائد سے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ اپنے ملک میں اسماعیلیت کے بجاے اهل سنت کے احکام کو جاری کر لے گا - اس کے چند سال کے بعد (سنہ ۴۰۲ ھ سے پہلے) سلطان نے پھر ملتان پر حملہ کیا اور اسماعیلیہ کا قلع و قمع کیا اور داؤد بن نصیر کو پکڑ کر غزنین لے گیا اور غور کے قلعہ میں قید کردیا جہاں وہ مر گیا - (۱)

یہہ فرشتہ کا خلاصہ تھا مگر گردیزی جس کی تاریخ زین‌الاخبار سنہ ۴۴۱ ھ کے قریب خاص غزنویوں کے عہد میں اور پایہ‌تخت میں لکھی گئی ھے اس میں ھے کہ "اور غزنین سے سلطان نے ملتان کا قصد کیا اور سونچا کہ یہاں سے اگر

(۱) تاریخ فرشتہ ص ۲۵ ص ۲۷ نولکشور -

سیدھے ملتان جاتا ہے تو شاید داؤد بن نصر (نصیر نہیں) کو جو ملتان کا امیر تھا خبر ہو جائے ور پچاؤ کا سامان کرلے اسلیے دوسرے راستہ سے چلا ' انند پال راستہ میں پڑتا رتھا اس سے راستہ مانگا ' ندیا ' لڑا ' انندپال بھاگ کر کشمیر چلا گیا - سلطان ملتان پہنچا اور سات روز تک شہر کا محاصرہ کیا - آخر اہل شہر نے اس بات پر صلح کرلی کہ ۲۰ ہزار درم خراج ادا کیا کریں ' سلطان واپس گیا یہہ سنہ ۳۹۶ ھ میں ہوا.......... پھر جب سنہ ۴۰۱ ھ میں آیا ' غزنین سے ملتان گیا اور ملتان کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا اس کو بھی فتح کرلیا اور قرامطہ (اسماعیلیہ) جو وہاں تھے ان میں سے اکثر کو گرفتار کرلیا بعضوں کو مار ڈالا ' بعضوں کے ہاتھہ کاٹے اور سخت سزادی.......... اور اسی سال داؤد بن نصر کو گرفتار کرلیا اور قلعہ غور میں قید کر دیا - (۱)

عربی کی مستند تاریخوں میں اس کے متعلق بہت مختصر بیان ہے اور بعض باتوں میں کسی قدر اختلاف بھی ہے مگر پھر بھی واقعہ کے بعض اہم اجزا ان میں یکساں ہیں - ابن اثیر (سنہ ۵۵۵ ھ - سنہ ۶۳۰ ھ) میں ہے -

(۱) زین الا خبار گردیزی ص ۶۷ و ۶۹ (برلن) -

"امسال (سنہ ۳۹۶ ھ) میں سلطان محمود نے ملتان پر حملہ کیا اور اس کی وجہ یہہ تھی کہ سلطان کو ملتان کے والی ابوالفتوح کی بداعتقادی اور الحاد (اسماعیلیت) کے الزام کی خبر معلوم ہوئی اور یہہ حال بھی معلوم ہوا کہ اس نے اپنی رعایا کو بھی اس بد مذہبی کی دعوت دی اور انہوں نے قبول کرلی ہے - یہہ سن کر سلطان نے مناسب سمجھا کہ اس پر جہاد کرے اور جس حال پر وہ ہے اس سے وہ اس کو نیچے اتار دے تو وہ غزنین سے اس کی طرف چلا تو اسکو راستہ میں دریا اور ندیاں بکثرت ملیں اور ان میں پانی بڑے زور سے بہ رہا تھا خاص کر سیحون کو عبور کرنا سخت مشکل تھا اس لیے سلطان نے انندپال کو کہلا بھیجا کہ وہ اپنے ملک ہوکر ملتان جانے کا راستہ دے، اس نے اس کو قبول نہیں کیا تو سلطان نے پہلے اسی پر حملہ کیا.........انندپال بھاگ کر کشمیر چلا گیا اور جب ابوالفتوح نے سلطان کی آمد کا حال سنا تو اس

کے مقابلہ اور اس کی نافرمانی کی
قوت نہ پاکر اپنی دولت سراندیپ میں
بھجوادی اور ملتان خالی کر دیا
جب سلطان وہاں پہنچا تو وہاں کے
لوگوں کو ضلالت اور گمراہی میں اندھا
پایا تو ان کا محاصرہ کیا اور لڑکر
قبضہ کیا اور ان پر ۲۰ ہزار درہم
جرمانہ کیا - (۱)

ابن خلدون نے بھی اپنی تاریخ میں انہیں واقعات کا اعادہ کیا ہے - (۲)

اس اقتباس سے ایک تو نام کی صحت ہوتی ہے کہ ابوالفتح کے بجائے ابوالفتوح تھا دوسرے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزنین سے براہ راست ملتان کا راستہ چھوڑ کر پنجاب کے راستہ سے ملتان جانے کی کیا وجہ تھی، باقی ابوالفتوح کا اپنے خزانہ کو سراندیپ منتقل کردینا بے اصل ہے شاید اس زمانہ کے مورخ کو معلوم نہ ہو کہ ملتان اور سراندیپ میں کتنا فصل ہے، ممکن ہے کہ اصل نسخہ میں کسی اور شہر کا نام ہو اور غلطی سے سراندیپ چھپ گیا ہو - اسی کے بعد سنہ ۴۰۳ ھ میں مصر کے فاطمی خلیفہ نے سلطان محمود سے تعلق پیدا

(۱) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۲ (لیڈن) -
(۲) ابن خلدون ج ۴ ص ۳۶۶ (مصر) -

کرنا چاہا مگر سلطان نے قبول نہ کیا اور سفیر مارا گیا جیسا کہ پہلے گذر چکا -

اس سلسلہ میں نہایت اہم چیز دروزیوں کی مقدس کتاب کا ایک ٹکڑا ہے مصر کے اسماعیلی خلیفۃ الحاکم بامراللہ (سنہ ۳۸۶ ھ - سنہ ۴۱۱ ھ) نے مصر و شام میں جو اپنا خاص فرقہ پیدا کیا تھا اسی کا نام دروزی ہے اور جو آج بھی شام و لبنان میں آباد ہے بہر حال دروز کی اس کتاب میں ایک تحریر ہے جو سنہ ۴۲۳ ھ کی ہے اس کے بعض فقرے یہہ ہیں - (۱)

"ملتان اور هندوستان کے اهل توحید
کے نام عموماً اور شیخ ابن سومر
راجہ پال کے نام خصوصاً"

سنہ ۴۲۳ ھ سلطان محمود المتوفی سنہ ۴۲۱ ھ کے جانشین بیٹے سلطان مسعود کا زمانہ ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غزنویوں کے ملتان فتح کرلینے کے بعد بھی ملتان ان لوگوں کا مرکز تھا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ غزنویوں کی کمزوری کے بعد ملتان پر پھر اسماعیلیوں نے قبضہ کر لیا تھا ؟ کیونکہ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہم پھر ملتان پر اسماعیلیوں کو حکمراں پاتے ہیں چنانچہ سنہ ۵۷۲ ھ میں سلطان کو قرامطہ

---

(۱) ضمیمہ الیٹ ج ۱ ص ۴۹۱ -

(اسماعیلیہ) کے ہاتھوں سے پھر ملتان کو نکالنا پڑا (۱) اور آخر دہلی کی حکومت کا وہ ایک جزء ہو گیا -

فرمانروایان ملتان کا سلسلہ

اوپر کے بیان سے فرمانروایان ملتان کے تین مختلف سلسلے ظاہر ہوتے ہیں -

۱ - منبہ بن اسد جو اسامہ بن لوی کے خاندان قریش میں سے تھا اور جس کے خاندان کو بنومنبہ کہتے تھے اور جس کا پتہ سنہ ۲۹۰ ھ سے سنہ ۳۴۰ ھ تک (ابن رستہ سے اصطخری تک) یقینی طور سے لگتا ہے -

۲ - جلم بن شیبان جو بیرونی کے بیان کے مطابق وہ شخص ہے جو پہلا قرمطی یا اسماعیلی تھا جس نے ملتان پر قبضہ کیا تھا اس کا زمانہ سنہ ۳۴۰ ھ بلکہ سنہ ۳۶۷ ھ اور ۳۷۵ ھ کے درمیان ہے یعنی اصطخری بلکہ ابن حوقل اور بشاری کے بیچ میں کیونکہ بشاری پہلا عرب سیاح ہے جو ملتان اور مصر کے فاطمیوں کے درمیان تعلق کا ذکر کرتا ہے -

۳ - شیخ حمید اور اس کا بیٹا نصیر یا نصر اور اس کا بیٹا ابوالفتح یا ابوالفتوح داؤد قرمطی ' شیخ حمید الپتگین اور سبکتگین کا معاصر تھا یعنی سنہ ۳۵۱ ھ سے

---

(۱) فرشتہ ج ۱ ص ۵۶ و جلد دوم ص ۳۲۳ نولکشور -

سنہ ۳۹۰ھ تک شیخ حمید اور اس کے بیٹے نصر کا (گروہ بھی فرماں روا ہوا ہو) زمانہ قرار دیا جاسکتا ہے اور سلطان محمود کا معاصر ابوالفتح داؤد تھا اس لئے اس کی فرماں روائی کا عہد سنہ ۳۹۰ھ سے سنہ ۳۹۶ھ تک (ملتان کی پہلی فتح کا سنہ) بلکہ سنہ ۴۰۱ھ (ملتان کی دوسری فتح اور داؤد کی گرفتاری) تک ہوگا -

پہلے اور دوسرے خاندانوں سے فارسی مورخین واقف نہیں ہیں بہر حال وہ عرب شہادتوں کے بیان کے مطابق خالص عرب تھے تیسرے سلسلہ سے سلطان محمود کے تعلق سے فارسی مورخین کی واقفیت ہے - اس سلسلہ میں یہہ تصحیح کرلیجئے کہ جس کو وہ ابوالفتح کہتے ہیں، اس کی عربی کنیت ابوالفتوح تھی اور جس کو وہ نصیر لکھتے ہیں وہ گردیزی کی، سب سے پرانی سند کے مطابق نصر تھا - یہہ لفظی تصحیح اس لئے اہم ہے کہ فرشتہ وغیرہ نے ان کو لودھی اور پٹھانوں کے خاندان سے منسوب کیا ہے مگر یہہ نام شیخ حمید، نصر، داؤد خالص عربی قسم کے نام ہیں اور نصیر کے بجائے اور زیادہ نصر خالص عربی الواضح ہے - اسی طرح کنیت (ابوالفتح یا ابوالفتوح) خاص عربوں کی، نشانی ہے اور خصوصاً ابوالفتوح جمع کی صورت میں) اور اس کے بعد لفظ "شیخ" کا اعزازی لقب خالص عربی ہے اور اسماعیلی باطلیوں میں لفظ "شیخ" خاص طور سے "امیر" کے معنی میں

استعمال ہوتا تھا کیونکہ اس کی شان سیاسی سے زیادہ مذہبی ہوتی تھی اسی لئے خود حسن بن صباح کو شیخ الجبال (پہاڑی ملاؤں کا شیخ) کہتے تھے ان وجوہ سے ان کو لودھی اور پٹھان بنانے کی داستان فرضی معلوم ہوتی ہے - اس زمانہ میں تو پٹھانوں میں اسلام کا رواج بھی بمشکل تسلیم کیا جاسکتا ہے - اس بنا پر میری رائے یہہ ہے کہ شیخ حمید، شیخ نصر اور ابوالفتوح داؤد وغیرہ نسباً عرب اور نسلاً جلم بن شیبان ہی کی اولاد ہوں گے - ہندوستان کے ایک مشہور مصنف (۱) نے یہہ بالکل بے ثبوت بات لکھدی ہے کہ یہہ ابوالفتوح داؤد وہی تھا جو سندھ کی تاریخ میں سومرہ کے نام سے مشہور ہے - سومرہ اس کو ہندو اور ابوالفتح اس کا اسلامی نام تھا - یہہ غلطی اس لئے سرزد ہوئی کہ وہ سمجھے کہ ملتان اور منصورہ دونوں میں ایک ہی خاندان کی حکومت تھی اس لئے جب ملتان کے سلسلے میں اس کا نام ابوالفتح تھا اور سندھ کے سلسلہ میں سومرہ کو ہونا چاہئے تو درحقیقت یہہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہوں گے حالانکہ یہہ قطعاً غلط ہے -

---

(۱) مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم نے اپنی تاریخ سندھ کے جلد دوم صفحہ ۹ میں اور پھر صفحہ ۱۲ میں یہہ لکھا ہے - شاید مولانا کو الفاظ الیک کے (جلد اول صفحہ ۲۹۱) سے کچھ غلط فہمی ہوئی ہو -

کتاب الدروز کے خط کے ان ابتدائی فقروں سے "ملتان اور ہندوستان کے عام سرحدوں اور خاص کر شیخ ابن سومر راجہ بل کے نام" یہہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ ابن سومری ملتان کا بادشاہ تھا - ملتان کے سلسلہ میں سومر کا نام نہ کسی مؤرخ نے لیا ہے اور نہ اور کسی سند سے ثابت ہے - سومریوں کا تعلق صرف سندھہ سے تھا جو مدت سے ملتان سے بالکل الگ اور مستقل ریاست تھی جیسا کہ عرب سیاحوں کے متفقہ بیان سے بلا اشتباہ ثابت ہے - یہہ البتہ اس خط سے ثابت ہوتا ہے کہ ابوالفتح داؤد امیر ملتان اور سومر ایک ہی مذہب کے پیرو تھے اور غالباً ابوالفتح کے زوال اور قید کے بعد یہہ سومر سندھہ کے قرامطہ کا مذہبی شیخ و امام مقرر ہوا ہو -

شیخ حمید وغیرہ کے پٹھان ہونے کے متعلق ایک بات یہہ ہو سکتی ہے کہ اسماعیلیوں کا یہہ قاعدہ رہا ہے کہ وہ اکثر قوموں میں تبلیغ کی آسانی کی خاطر یہہ کرتے تھے کہ وہ اپنے کو ان سے قریب کرنے کے لئے ان سے نسلی اور مذہبی قرب اختیار کرلیتے تھے - اس طرح شیخ حمید وغیرہ نے پٹھانوں کو اپنے ساتھہ ملانے کے لئے اپنے کو پٹھان مشہور کر دیا ہو مگر ہندو اصل و نسل سے ان کا ہرگز کوئی تعلق نہیں اور نہ ان کے نام کے ساتھہ کبھی کوئی ہندی لفظ استعمال ہوا ہے -

ملتان کا هندی اسلامی تمدن

ملتان میں عربی و هندی تمدن و معاشرت کی خوشگوار آمیزش پیدا هو گئی تھی - شہر گو چھوٹا لیکن خوبصورت تھا، بازار بھی هر پیشه والوں کے الگ الگ تھے - شہر کے چاروں طرف فصیل تھی - ملتان سے باهر امیر کا جو فوجی معسکر تھا وهاں بھی بلند عمارتیں قائم تھیں - بیرونی نے بتایا هے که شہر میں محمد بن قاسم کی بنوائی هوئی جامع مسجد تھی (سنه ۳۳۰ ه اور سنه ۳۷۵ ه کے بیچ میں غالباً) - جلم بن شیبان اسماعیلی قرامطی نے اس کو بند کر دیا که وه بنو امیه کی یادگار تھی اور سورج دیوتا والے مشہور بتخانه کو توڑ کر جامع مسجد بنوایا - سلطان محمود نے (سنه ۳۹۶ ه یا سنه ۴۰۳ ه) جب ملتان فتح کیا تو پھر پہلی جامع مسجد کو کھول دیا اور دوسری کو بے مرمت چھوڑ دیا - بیرونی کے زمانه تصلیف کے وقت (سنه ۴۲۳ ه میں) وه گرکر میدان هوگیا تھا جس میں مہلدی کے درخت لگے تھے -

اصطخری نے (سنه ۳۴۰ ه) لکھا هے که ملتان کا امیر هاتھی پر سوار هوکر جمعه کی نماز کے لئے جامع مسجد جاتا هے - یہه خالص هندو راجاؤں کی پرشان و شکوه سواری گویا عرب امیروں کو پسند آچکی تھی - پھر کہتا هے که ملتان کے لوگ پاجامه پہلتے هیں اور اکثر لوگ فارسی اور سلدھی بھی بولتے هیں، فرض

ہندوؤں اور مسلمانوں میں لباس اور زبان کی یکسانی بھی پیدا ہو چکی تھی -

ابن حوقل (سنہ ۳۶۷ ھ) نے یہاں کے طرز لباس اور زبان کے متعلق اسی قسم کا بیان دیا ہے - کہتا ہے :-

"یہاں مسلمانوں اور ہندوؤں کا لباس
ایک ہی طرح کا ہے اور بالوں کے چھوڑ نے
کا بھی وہی ایک طریقہ ہے اور
اسی طرح ملتان والوں کی وضع ہے -
اور منصورہ اور ملتان اور اس کے اطراف
میں عربی اور سندھی بولی جاتی ہے
اور مکران والوں کی بولی فارسی اور
مکرانی ہے اور کرتوں کا لباس نمایاں
ہے مگر تاجر لوگ قمیص اور چادر
استعمال کرتے ہیں جس طرح عراق
اور فارس کے لوگ" - (۱)

سنہ ۳۷۵ ھ میں بشاری آیا - اس نے یہاں کے اخلاق اور تمدن کا بہت کچھ اچھا نقشہ کھینچا ہے - کہتا ہے : -

"ملتان منصورہ سے چھوٹا ہے مگر
اس سے زیادہ آباد ہے پھل گو زیادہ
نہیں مگر سستے ہیں.........اور (عراق

---

(۱) سفر نامہ ابن حوقل ص ۲۳۲ (لیڈن) -

کی بندرگاہ) سیراف کی طرح سال کی لکڑی کے کئی کئی منزل کے مکانات ہیں - یہاں بدکاری اور شرابخواری نہیں - اور جو اس جرم میں پکڑے جاتے ہیں ان کو قتل کیا جاتا ہے یا کوئی سخت سزا دی جاتی ہے - خرید و فروخت میں نہ جھوٹ بولتے ہیں اور نہ کم تولتے ہیں - مسافروں کی خاطر کرتے ہیں - اکثر باشندے عرب ہیں ' نہر کا پانی پیتے ہیں ' سر سبزی اور دولت ہے بیوپار کی حالت بھی اچھی ہے تکلف و تنعم نمایاں ہے - حکومت منصفانہ ہے - بازار میں کوئی عورت بناو سنگار کئے ہوئے نہیں ملے گی اور نہ کوئی اس سے راستہ میں علانیہ بات کرتا ہے - پانی اچھا ' زندگی عیش و مسرت کی اور خوش دلی اور مروت ہے - فارسی زبان سمجھی جاتی ہے ' تجارت کا نفع خاصہ ہے - جسم میں تندرستی ہے لیکن شہر میلا ہے ' مکانات تنگ ہیں ' ہوا خشک اور گرم ہے ' رنگ گندمگوں اور سیاہ ہے" - (۱)

---

(۱) احسن‌التقاسیم بشاری ص ۴۸۰ (لیڈن) -

"ملتان کا سکہ مصر کے فاطمی سکہ کے
مطابق بنایا گیا ہے لیکن زیادہ تر
"قنھریات" وہاں چلتے ہیں" - (۱)

منصورہ

عربوں میں سندھ کا سب سے بڑا شہر برہمن آباد مشہور ہے جس کا اصلی ہندی نام جیسا کہ بیرونی نے بتایا ہے بہمنوا ہے - اہل ایران اس کو برہمن آباد کہتے تھے - یہی نام مسلمانوں میں رائج ہوا - اس کے بعد بعض فوجی اور سیاسی ضرورتوں سے سندھ میں عربوں کو خود اپنے شہر بسانے پڑے جن میں محفوظہ، بیضاء اور منصورہ زیادہ مشہور ہوئے -

بنو امیہ کے اخیر زمانہ میں اہل عرب کی قوت جب کمزور ہوئی اور سندھیوں نے ان کو سواحل کی طرف ڈھکیلنا شروع کیا، اس وقت کے عرب والی حکم بن عوانہ کلبی نے سب عربوں کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کیا اور دریا پار ایک شہر بسایا جس کا نام محفوظہ رکھا -

---

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۸۲ - قنہری کوئی معمولی سکہ معلوم ہوتا ہے - الیٹ نے خدا جانے اس کو قندھاریات کرکے لکھ دیا ہے کہ یہ قندھار میں مضروب ہوتے تھے مگر یہ بے ثبوت بات ہے اور لفظ کی تحریف ہے -

حکم کے ساتھ محمد بن قاسم کا لڑکا عمرو بھی تھا جو نہایت بہادر اور مدبر تھا - حکم کے تمام کام وھی انجام دیتا تھا - اس نے سمندر کے ساحل پر برھمن آباد سے دو فرسخ پر منصورہ آباد کیا - (۱)

عباسیوں کے زمانہ میں معتصم باللہ کے عہد میں (تیسری صدی ھجری کا وسط) برمکی خاندان کا ایک رکن عمران بن موسی بن یحیی بن خالد جب سندھ کا والی مقرر ھوا تو اس نے بیضاء نام شہر آباد کیا -

مگر ان سب میں سے قدرت کی طرف سے شہرت اور بقا منصورہ کے حصہ میں آئی -

منصورہ کا بانی

شہر منصورہ کا نام منصورہ کیوں پڑا ؟ بعض لوگوں نے غلطی سے یہہ سمجھا کہ یہہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں بنا ، اس کی نسبت سے یہہ منصورہ کہلاتا ھے حالانکہ یہہ قطعاً غلط ھے کیونکہ یہہ شہر تو بنو امیہ کے زمانہ ھی میں بن چکا تھا - اسی طرح مسعودی نے اس کو منصور بن جمہور کی طرف منسوب کیا ھے (۲) جو بنو امیہ کے اختلال اور عباسیہ کے آغاز قیام کے زمانہ

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۴ (لیڈن) -

(۲) مروج الذھب ج ۱ ص ۳۷۹ -

میں سندھ کا حکمراں بن بیٹھا تھا - مگر یہہ بھی صحیح نہیں، اصل یہہ ھے کہ نام کا دھوکا نہیں کھانا چاھئے - اس کا بانی جیسا کہ ھمارے قدیم‌ترین ماخذ بلاذری المتوفی سنہ ۲۷۹ کا بیان ھے محمد بن قاسم کا لڑکا عمرو تھا، اس لئے منصورہ (مدد دیا گیا) کو ایسا نام سمجھنا چاھئے جو محفوظہ کی طرح محض خوش فالی کے لئے رکھا گیا تھا -

بنا کا زمانہ

حکم جس کے زمانہ میں عمرو نے اس شہر کو بسایا وہ عراق کے امیر خالد بن عبداللہ قسری کا فرستادہ تھا - خالد سنہ ۱۰۵ ھ میں عراق کا امیر بنا اور سنہ ۱۲۰ ھ میں معزول ھوا - حکم خالد کا بھیجا ھوا سندھ کا دوسرا والی تھا، اس لئے غالباً سنہ ۱۱۰ ھ سے اس کا زمانہ شروع ھوا ھوگا - اس قیاس سے منصورہ کی بنا کی تاریخ سنہ ۱۱۰ ھ سے سنہ ۱۲۰ ھ تک متعین کرنی چاھئے -

جاے وقوع

سب سے پہلے ابن خردازبہ (سنہ ۲۵۰ ھ) منصورہ کی جگہ دریاے سندھ کے کنارے بتاتا ھے (۱) - پھر بلاذری (سنہ ۲۷۹ ھ) کہتا ھے کہ "وہ دریا کے ادھر ھی بسایا

---

(۱) المسالک والممالک ابن خردازبہ ص ۱۷۳ -

کیا تھا" (۱) - ابن حوقل اور اصطخری دونوں نے لکھا ہے کہ "یہہ دریاے مہران (سندھ) کے کنارہ ایک ایسی جگہ پر آباد کیا گیا ہے کہ دریا کی ایک شاخ نے نکل کر اس کو جزیرہ کی طرح بنا دیا ہے" - بعض عرب جغرافیہ‌نویسوں نے اس کا طول بلد مغرب سے ۹۳ درجہ اور عرض بلد جنوب سے ۱۲ درجہ بتایا ہے (۲) - خوش قسمتی سے ہمارے سامنے ابن حوقل کا وہ نقشہ ہے جو اس نے اپنے زمانہ میں سندھ کا تیار کیا تھا - اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دریاے سندھ جو پنجاب کی طرف سے چل کر آخر کار بحر ہند (سمندر) میں جاکر گر جاتا ہے ' اس مقام سے تھوڑی دور پیچھے خشکی کی سمت میں ایک جگہ دریا کی ایک نئی شاخ نکلتی ہے اور جو فوراً ہی پھر گھوم‌کر اسی دریا میں مل جاتی ہے ' اور اس طرح بیچ میں دریا کے کنارے اس شاخ کے احاطہ سے ایک تھوڑی سی زمین جزیرہ کی صورت میں بن گئی ہے اسی جزیرہ کی شکل میں یہہ شہر آباد ہوا تھا جو ہر طرف سے پانی سے گھرکر ناگہانی حملہ آوروں سے محفوظ تھا - یہہ اسی قسم کا مقام تھا جیسا کہ میسور میں کاویری ندی کے گھوم جانے سے سرنگاپٹم کا مقام نکل آیا ہے اور اس قسم کا

---

(۱) ص ۳۲۴ (لیڈن)

(۲) معجم البلدان یاقوت لفظ منصورہ -

ایک دوسرا مقام ترچناپلی (احاطہ مدراس) میں بھی ہے پرانے زمانہ کے فن جنگ کے لحاظ سے اس قسم کے مقامات بہت محفوظ خیال کیے جاتے تھے -

ابوالفضل نے آئین اکبری میں تمام مشکلات حل کردی ہیں - اس نے بتایا ہے کہ سندھ کے مشہور شہر بھکر کا پرانا نام منصورہ تھا ' (۱) اور حقیقت یہہ ہے کہ اس پر منصورہ کی پوری جغرافی تعریف صادق آتی ہے - ابوالفضل کہتا ہے " یہاں آکر چھوٹوں دریا ملکر ایک ہو جاتے ہیں اور دو حصوں میں بٹ کر اس کے نیچے سے گذرتے ہیں - ایک حصہ دکھن اور ایک حصہ اتر ہوکر " - بھکر کا نام ہندوستانی تاریخوں میں بہت مانوس ہے اور اب بھی روشناس ہے -

منصورہ پایہ تخت

منصورہ اپنی جائےوقوع کے لحاظ سے محفوظ بھی تھا اور ساتھہ ہی دریا کے ساحل پر اور سمندر کے قریب واقع تھا - اور اس لحاظ سے عراق اور ملک عرب سے آمد و رفت اور وقت پڑنے پر یہاں سے نکل جانے کے لئے بھی مناسب تھا - اس لئے بہت جلد سندھ میں عربوں کا پایہ تخت بن گیا - تیسری صدی میں ہم اس کا نام پایہ تخت کی حیثیت سے سنتے ہیں - بلاذری (المتوفی

---

(۱) آئین اکبری جلد دوم ص ۱۶۰ نولکشور -

سنہ ۲۷۹ ھ) منصورہ کے ذکر میں کہتا ہے " یہہ وہی شہر ہے جہاں آج کل حکام جاکر ٹھہرتے ہیں " (۱) - اس کے بعد کے تمام عرب سیاح اس کا اسی حیثیت سے نام لیتے ہیں اور آخر میں وہ ایک قریشی عرب ریاست کا دارالامارت بن جاتا ہے -

سندھہ دور خلافت عباسیہ میں

سندھہ کا علاقہ خلیفہ المامون (سنہ ۲۱۸ ھ) تک بغداد کے مرکز سے وابستہ رہا ' بلکہ اسی کے اخیر زمانہ میں عرب امراء خود مختاری کا خواب دیکھنے لگے ' چنانچہ بنی سامہ کے غلام فضل بن ماهان نے سندان نام ایک شہر کو فتح کرکے براہ راست خلیفہ المامون سے اپنی امارت کی سند حاصل کی اور وہاں ایک جامع مسجد بنوائی جس میں نماز جمعہ ادا ہوتی تھی اور خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اس کے بعد اس کا بھائی محمد بن فضل بن ماهان حاکم ہوا اور یہہ زمانہ معتصم باللہ (سنہ ۲۲۷ ھ) کا تھا - اس نے ستر جہازوں کے بیڑے کے ساتھہ سیدیوں پر حملہ کیا - اس کی غیر حاضری میں اس کے بھائی ماهان نے ریاست پر قبضہ کر لیا اور غالباً اسی خانہ جنگی میں ریاست مسلمانوں کے ہاتھہ سے نکل گئی (۲) - معتصم باللہ زمانہ میں قندابیل میں محمد بن

---

(۱) فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۴ -

(۲) بلاذری ص ۴۴۶ -

خلیل نے خودمختاری کا اعلان کردیا تھا مگر معتصم کے عہدہ دار عمران برمکی والی سندھ نے وہاں کے سرداروں کو گرفتار کر کے قصدار (قزدار) بھیج دیا ۔ (۱)

عمران برمکی ہی کے زمانہ میں عربوں کے دو مشہور قبیلوں یمنی (قحطانی) اور حجازی (نزاری) میں بعینہ وہی خانہ جنگی شروع ہوئی جس خانہ جنگی نے بنو امیہ کا خاتمہ کر دیا تھا ۔ عمران نے یمنیوں کی طرفداری کی ۔ اس وقت حجازیوں کا سرگروہ ایک قریشی سردار عمر بن عبدالعزیز ہباری تھا ، اس نے موقع پاکر عمران کو قتل کر دیا (۲) ۔

سندھ کا ہباری قریشی خاندان

قریش کے خاندان بنو اسد میں پیغمبر اسلام کے زمانہ میں ہبار بن اسود ایک شخص تھا جو اسلام اور پیغمبر اسلام کا سخت دشمن تھا ۔ آخر وہ فتح مکہ کے زمانہ میں سنہ ۸ ھ میں مسلمان ہوا ۔ اس کی اولاد میں سے ایک شخص حکم بن عوانہ کلبی والی سندھ کی معیت میں سندھ وارد ہوا تھا ۔ اسی شخص کا پوتا عمر بن عبدالعزیز ہباری تھا (۳) ۔ اس کا نسب نامہ

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۵ ۔
(۲) ایضاً ص ۴۴۶ ۔
(۳) ایضاً ۔

یہہ ہے : عمر بن عبدالعزیز بن منذر بن زبیر بن عبدالرحمان بن ہبار بن اسود – یہہ خاندان امویوں اور عباسیوں دونوں کے عہد میں سلطنت کے کاروبار میں دخل رکھتا تھا (۱) – اس نے حجازیوں کا سردار بن کر عمران کو قتل کیا اور اس کا لازمی نتیجہ یہہ ہوا ہوگا کہ عمر بن عبدالعزیز ہباری کو سندھہ کے حجازی عربوں کی ریاست حاصل ہو گئی ہوگی – سنہ ۲۴۰ ھ میں خلیفہ متوکل کے زمانہ میں سندھہ کے والی ہارون بن ابی خالد نے جب انتقال کیا تو عمر بن عبدالعزیز نے دربار خلافت میں ایک عریضہ بھیج کر درخواست کی کہ سندھہ کی ولایت اس کے سپرد کی جائے – خلیفہ نے اس کی درخواست بہر حال منظور کی – یعقوبی (المتوفی سنہ ۲۷۸ ھ) جس کی تصنیف کا زمانہ سنہ ۲۵۹ ھ ہے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے "سندھہ کے والی ہارون بن خالد نے سنہ ۲۴۰ ھ میں انتقال کیا" – اور عمر بن عبدالعزیز سامی نے جو سامہ بن لوی کی طرف منسوب ہے اور جو سندھہ پر قابض ہو چکا تھا ، لکھا کہ وہ ملک کا بہت اچھا انتظام کر رہا ہے تو متوکل نے اس کی درخواست قبول کی اور متوکل کے پورے زمانۂ خلافت میں وہ مستقل رہا (۲) –

---

(۱) ابن خلدون ج ۲ ص ۳۲۷ –

(۲) تاریخ یعقوبی جلد دوم ص ۵۹۹ (لیڈن) –

یعقوبی کا عمر بن عبدالعزیز کو سامہ بن لوی کی نسل سے بتانا صحیح نہیں ہے - عمر بن عبدالعزیز ہبار بن اسود کی اولاد سے تھا جو کعب بن لوی کی نسل سے تھا - (ابن خلدون ج ۲ ص ۳۲۷ مصر) - غالباً یعقوبی کو ملتان کے امیروں کا دھوکا ہوا جو بنو سامہ تھے -

بہر حال عمر بن عبدالعزیز ہباری کی امارت کے بعد بھی عباسی تعلق قائم رہا - چنانچہ معتمد کے زمانہ میں (سنہ ۲۵۶ - ۲۷۹ ھ) بغداد کے انتظامات ملکی میں سندھ کا نام بھی نظر آتا ہے کیونکہ اس عہد میں خراسان کے صفاری خاندان کے بانی یعقوب بن لیث کو سنہ ۲۵۷ ھ میں ترکستان، سجستان، کرمان کے ساتھ سندھ کا علاقہ بھی سپرد ہوتا ہے (۱) اور سنہ ۲۶۱ ھ میں معتمد اپنے اولوالعزم بھائی موفق کو تمام دیگر مشرقی ممالک کے ساتھ سندھ کی ولایت بھی عطا کرتا ہے اور اسی زمانہ میں ادھر خلیج فارس کے عربی اور عراقی کناروں پر قرمطیوں (قرامطہ) کی بغاوت شروع ہوتی ہے اور ادھر مغرب میں اسماعیلی فاطمیوں کی تحریک اُٹھتی ہے جو بالآخر مصر تک چھا جاتی ہے -

غالباً یہی وہ موزوں زمانہ ہے جب سندھ کا یہہ برائے نام رشتہ بھی بغداد سے کٹ جاتا ہے - بلاذری جو سنہ ۲۷۹ ھ میں مرا ہے وہ لکھتا ہے کہ دد بنو کندہ کا آزادکردہ

---

(۱) تاریخ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۳۴۳ (مصر) -

غلام ابوالصمہ جو تیسری صدی کے شروع کے ایک عباسی والی عمر بن حفص بن ہزار مرد کے ساتھ سندھ گیا تھا ۔ اس کا بیٹا صمہ آج کل سندھ میں زبردستی خودمختار بن بیٹھا ہے " (۱) ۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز ہباری کی اولاد نچلی نہیں بیٹھی ' خود عمر بن عبدالعزیز ہباری سندھ کے شہر یا بدہیا یا بانیہ میں رہتا تھا (۲) ۔ مگر اس کی اولاد نے مستقل طور سے سندھ زیریں کے علاقہ پر قبضہ کرکے منصورہ کو اپنا پایۂ تخت بنا لیا ۔ سنہ ۲۷۰ ھ میں عمر بن عبدالعزیز ہباری کا بیٹا عبداللہ منصورہ کا فرمانروا تھا ۔ اسی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ الرا (الور واقع سندھ) کے ہندو راجہ نے اس سے ایک ایسے مسلمان مبلغ اور عالم کی فرمایش کی تھی جو اس کو دین اسلام سے آگاہ کر سکے (۳) ۔ سنہ ۳۰۳ ھ میں جب مسعودی آتا ہے تو وہ اس عبداللہ کے بیٹے عمر کو منصورہ کا فرمانروا پاتا ہے اور ساتھ ہی بہت سے عرب سردار وہاں اس کو ملتے ہیں ' سادات اور علوی خاندان کے لوگ بھی وہاں نظر آتے ہیں ' بادشاہ کا نام عمر بن عبداللہ ' وزیر کا نام

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۵ ۔

(۲) ابن حوقل ذکرالسند ۔

(۳) عجائب الہند ' بزرگ بن شہریار ص ۳ (لیڈن) ۔

ریاح اور قاضی ال ابی الشوارب تھے - مسعودی کی اصل عبارت یہہ ھے :- (۱)

"میرے منصورہ پہنچنے کے زمانہ میں ابوالمنذر عمر بن عبداللہ بادشاہ تھا ' اور وھیں اس کے وزیر ریاح اور اس کے دونوں بیٹوں محمد اور علی کو دیکھا ' اور ایک اور عرب سردار کو جو وھاں کے بادشاھوں میں سے ایک بادشاہ تھا ' جس کا نام حمزہ تھا (۲) اور حضرت علی بن ابی طالب کی بہت سی اولاد کراما وھاں نظر آئی جو عمر بن علی اور محمد بن علی کی نسل سے تھی - منصورہ کے بادشاھوں اور وھاں کے قاضی کے خاندان ال ابی الشوارب میں قرابت تھی ' اور منصورہ کے یہہ بادشاہ ھبار بن اسود کی اولاد ھیں ' جو بنو عمر بن عبدالعزیز کہلاتے ھیں " -

(۱) مروج الذھب مسعودی جلداول ص ۳۷۷ -

(۲) ڈاکٹر برڈ (Bird) جن کا حوالہ الیٹ نے دیا ھے ' (ج ۱ ص ۳۸۸) انہوں نے اس فقرہ کا مطلب بالکل غلط سمجھا ھے کہ " یہاں حمزہ سید الشہداء کی اولاد آکر بسی تھی" - حمزہ کے نام سے ان کو شبہہ ھوا ' یہہ حمزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ نہیں بلکہ کوئی حمزہ نام دوسرا عرب سردار تھا ' اور مسعودی خود حمزہ کا ذکر کر رھا ھے اور اس کی اولاد کا نہیں - حضرت حمزہ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اور نہ ان کی نسل پھیلی -

مسعودی کے بعد سنہ ۳۶۷ ھ میں ابن حوقل آیا، اس وقت تک یہی خاندان یہاں حکمراں تھا، اور گو خلافت عباسیہ سے کوئی سیاسی و انتظامی تعلق باقی نہیں رہا تھا مگر مذہبی رشتہ باقی تھا، چنانچہ عباسی ہی خلفاء کے نام کا وہ خطبہ پڑھتے تھے۔ اصل عبارت یہہ ہے :- (۱)

"ملک کا بادشاہ ایک قریشی ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ھبار بن اسود کی نسل سے ہے۔ اس کے باپ دادا اس ملک پر حکمران تھے، اور اب وہ ہے مگر خطبہ خلیفۂ بغداد ہی کے نام کا پڑھا جاتا ہے"۔

سنہ ۳۷۵ ھ میں مقدسی جب آیا تو اسی خاندان کو اسی طرح حکمران پایا لیکن اس درمیان میں دیلمیوں کا شیعی خاندان جو فارس پر حکومت کر رہا تھا اس کا اثر بھی بلوچستان کے راستے سے سندھ تک پہنچ رہا تھا۔ تاہم خلیفہ بغداد کا نام بھی باقی تھا۔ بشاری کہتا ہے :- (۲)

"منصورہ پر ایک سلطان کی حکومت ہے جو قریش کے خاندان سے ہے، لیکن وہ خطبہ خلیفہ عباسی کا پڑھتے ہیں اور کبھی عضدالدولہ (دیلمی) کا خطبہ

---

(۱) سفر نامہ ابن حوقل ذکرالسند۔

(۲) احسن‌التقاسیم بشاری ص ۳۸۵۔

پڑھتے تھے - جس زمانہ میں ہم شیراز میں
تھے اس وقت یہاں سے ایک سفیر شیراز
عضدالدولہ کے بیٹے کے پاس گیا تھا" -

شہر منصورہ کی آبادی اور وسعت

ابن حوقل کا بیان ہے کہ منصورہ ایک میل لمبا اور ایک ہی میل چوڑا تھا ' اور چاروں طرف دریا سے گھرا ہوا تھا ' یہاں کے باشندے مسلمان تھے - بشاری کہتا ہے کہ "منصورہ سندھ کا مرکزی شہر اور ملک کا دارالحکومت ہے ' دمشق کی طرح ہے ' مکانات لکڑی اور مٹی کے ہیں ' جامع مسجد اینٹ اور پتھر سے بنی ہے اور بڑی ہے ' اور عمان کی جامع مسجد کی طرح سال کی لکڑی کے ستونوں پر قائم ہے '.........بیچ بازار میں واقع ہے......شہر میں چار دروازے ایک کا نام باب البحر (دریا کا دروازہ) دوسرے کا طوران دروازہ' تیسرے کا نام سندان دروازہ ہے ' چوتھے کا نام ملتان دروازہ" - (۱)

مملکت منصورہ کی وسعت اور سر سبزی

اس عرب حکومت کی وسعت میں سندھ کے متعدد شہر تھے - بشاری کہتا ہے کہ سندھ کا دارالحکومت منصورہ ہے اور اس کے شہروں میں سے دیبل ' زندریج ' کدار ' مایل

---

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۷۹ -

بنتی ہے - اصطخری نے اور بعض شہر بھی اس میں گنائے ہیں ' جیسے بانیہ ' سدوسان ' الور ' سوبارہ ' صیمور - مسعودی کا بیان ہے کہ "منصورہ کے دائرہ حکومت میں جو گاؤں اور آبادیاں ہیں ان کا شمار تین لاکھ کا ہے - اس سے اندازہ ہوگا کہ منصورہ کی حکومت خاصی بڑی تھی - " پھر مسعودی کہتا ہے کہ "تمام کھیت ہیں ' درخت ہیں ' اور آبادیاں ملی ملی ہیں " (۱) - اس سے اس کی سرسبزی اور آبادی کا قیاس ہو سکتا ہے -

بادشاہ کی جنگی قوت

مسعودی کہتا ہے کہ :-

"منصورہ والوں کی میدیوں کے ساتھ جو سندھ کی ایک قوم ہے برابر لڑائیاں رہتی ہیں - بادشاہ کے پاس ۸۰ جنگی ہاتھی ہیں ' اور قاعدہ یہہ ہے کہ ایک جنگی ہاتھی کے ساتھ پانچ سو پیادہ فوج ہوتی ہے - ان میں سے دو ہاتھی نہایت مشہور بہادر اور لڑنے والے تھے ان میں سے ایک کا نام منصر قلس اور دوسرے کا نام حیدرہ تھا ' اور یہہ سدھائے ہوئے تھے " - (۲)

---

(۱) مروج الذہب ج ۱ ص ۳۷۸ -
(۲) ایضاً -

مسعودی نے گویا ہم کو منصورہ کی پوری فوجی قوت بتادی، ایک ہاتھی کے ساتھ پانچ سو آدمی ہوتے ہیں، تو اسی ہاتھیوں کے ساتھ چالیس ہزار فوج ہوگی -

منصورہ کی علمی اور مذہبی حالت

اس کے متعلق سب سے بہتر بیان بشاری نے اپنے سفر نامہ میں قلمبند کیا ہے - کہتا ہے :-

"یہاں کے باشندے لائق اور بامروت ہیں، ان کے ہاں اسلام کو تازگی حاصل ہے، اور علم اور اہل علم یہاں بہت ہیں، ان میں ذہانت و ذکاوت ہے، اور نیکی اور خیرات کرتے ہیں" - (۱)

"اہل ذمہ (غیر مسلم رعایا) بت پوجتے ہیں، مسلمانوں میں رافضیوں کا وجود نہیں، مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں - میں نے یہاں قاضی ابو محمد منصوری کو دیکھا جو داؤدی تھے اور اپنے مذہب کے امام تھے اور ان کا حلقہ درس تھا، اور ان کی تصنیفیں ہیں، ان کی بہت سی اچھی تصنیفات ہیں،

---

(۱) مروج الذہب ج ۱ ص ۳۷۹ - احسن التقاسیم ص ۴۷۹ -

.... بڑے بڑے شہروں میں حنفی فقہا
بھی پائے جاتے ہیں لیکن یہاں مالکی
وار حنبلی نہیں' اور نہ معتزلی ہیں'
سیدھے اور صحیح مسلک پر ہیں' اور
نیکی اور پاکدامنی ہے" - (۱)

اس قدیم عہد میں یہاں اہل حدیث کا ہونا بڑی حیرت انگیز بات ہے - داؤدی فرقہ سے مراد داؤدی بوہرے نہیں بلکہ امام داؤد ظاہری کے پیرو مراد ہیں' جو ایک قسم کے اہل حدیث ہی تھے -

زبان

مسعودی کہتا ہے کہ "سندھ کی زبان خاص ہے' ہندوستان سے الگ" - بشاری منصورہ کی بندرگاہ دیبل کے متعلق کہتا ہے کہ یہاں کل کے کل تاجر بستے ہیں' ان کی زبان سندھی اور عربی ہے" (۲) - اس سے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ یہاں کی زبان پر عربی کا کتنا گہرا اثر پڑا ہوگا جس کا ثبوت آج بھی موجود ہے' کہ ان کی سندھی زبان میں عربی کے الفاظ اسی طرح ملے ہوئے ہیں جس طرح ہماری اردو میں' اور سب سے بڑا اثر یہ ہے کہ سندھی کا خط آج بھی بعینہ عربی ہے -

(۱) احسن التقاسیم ص ۴۸۱ -
(۲) مروج الذہب جلد اول ص ۲۸۱ -

منصورہ کا خاتمہ

منصورہ کی عربی حکومت کا خاتمہ کیونکر ہوا اس کے متعلق کوئی تصریحی بات نہیں ملتی - بشاری کے زمانہ یعنی سنہ ۳۷۵ھ تک وہ یقیناً قائم تھی - اس کے پندرہ برس کے بعد محمد کے حملے شروع ہوتے ہیں - سنہ ۴۱۶ھ میں جب سلطان محمود نے سومنات پر اپنا مشہور حملہ کیا ہے تو وہاں سے واپسی میں اس نے سندھ کا راستہ اختیار کیا، گجرات سے سندھ، اور سندھ سے دریائے سندھ کے کنارے کنارے ملتان، اور ملتان سے غزنین - اس راستہ میں مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ وہ منصورہ ہوکر گزرا، (۱) لیکن ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل میں اسی سال کے واقعات کے ضمن میں ایک اہم فقرہ لکھا ہے :- (۲)

> "اور سلطان نے منصورہ کا قصد کیا، یہاں کا والی اسلام سے پھر گیا تھا، تو جب اس کو سلطان کی آمد کی خبر ہوئی تو شہر سے نکل گیا، اپنے آدمیوں کو لے کر جھاڑیوں میں چھپ گیا - سلطان محمود نے اس کا تعاقب کیا، بہت سے آدمی مارے گئے، اور بہت سے دریا میں

---

(۱) زین الاخبار گردیزی ص ۸۷ (برلن) -
(۲) کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۲۴۳ (لیڈن) -

ڈوب کر مر گئے تھوڑے بچ گئے، وہاں سے
سلطان بھاگ کر غزنین چلا گیا'' (۱) —

سوال یہ ہے کہ ''اسلام سے پھر جانے اور مرتد ہو جانے'' کے کیا معنی؟ اگر اس حملہ کو مسلمانوں کے نزدیک بجا ثابت کرنے کے لئے والی منصورہ کو مرتد مشہور نہ کیا گیا ہو تو اس زمانہ کے محاورہ کے مطابق اس کے یہ معنی قرار دئے جائیں گے کہ ملتان کی طرح منصورہ کا بادشاہ بھی شاید اسماعیلی قرمطی مذہب میں داخل ہو گیا ہو، ورنہ اس حملہ سے ۴۱ برس پہلے بشاری کی شہادت اہل منصورہ کے سنی بلکہ اہل حدیث ہونے کی تامتر شہادت موجود ہے — بہر حال اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منصورہ کی اس ہباری حکومت کا سنہ ۴۱۶ھ میں سلطان محمود کے ہاتھ سے خاتمہ ہوا — مشہور محقق ابن خلدون ایک موقع پر ہبار بن اسود کے خاندانی تذکرہ میں لکھتا ہے :—

''انہیں ہبار بن اسود کی نسل سے
عمر بن عبدالعزیز تھا جو خلیفہ متوکل
کے قتل کے بعد شروع ہنگامہ میں سندھ

(۱) الیٹ نے ابن اثیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''سلطان محمود نے ایک مسلمان کو منصورہ کا بادشاہ بنایا'' (جلد اول) مگر ابن اثیر میں یہ ذکر نہیں بلکہ وہ بیان ہے جو میں نے لکھا ہے — اس سے یہ غلطی شاید اسی یورپین ترجمہ پر اعتماد کرنے سے ہوئی ہے —

پر قابض ہو گیا تھا اس کی اولاد نے
سندھ پر یکے بعد دیگرے حکومت کی
یہاں تک کہ غزنین کے سلطان محمود کے
ہاتھوں ان کا خاتمہ ہوا - ان کا پایہ
تخت منصورہ تھا" (۱) -

کیا منصورہ والے بھی قرمطی اسماعیلی تھے ؟

اوپر کی سطروں میں بشاری نے جو خود ایک فقیہہ و عالم تھا جس دھوم دھام سے سنہ ۳۷۵ ھ میں اہل منصورہ کے دیندار اہل سنت ہونے کی شہادت دی ہے ' اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے سنہ ۴۱۶ ھ میں ان کا قرمطی ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے - ابن خلدون کے بیان سے ثابت ہے کہ محمود نے ہباری امیر کے ہاتھ سے سندھ کی ریاست چھینی اور ابن اثیر کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس امیر کے ہاتھ سے اس نے سلطنت چھینی اس کے متعلق سلطان کو یہہ معلوم ہوا کہ وہ مرتد ہو گیا ہے ' جس کے دوسرے معنی یہہ ہیں کہ وہ قرمطی اسماعیلی ہو گیا تھا -

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ اہل منصورہ کے قرمطی اسماعیلی ہو جانے کی شہرت منصورہ کی اسلامی ریاست پر سلطان کے حملہ کے جواز کے لئے نہیں دی گئی ' تو

(۱) تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۳۲۷ (مصر) -

ابن اثیر کے بیان سے یہی ہوسکتے ہیں کہ سنہ ۳۷۵ ھ کے بعد ہباری مسلی خاندان کا خاتمہ قرمطیوں نے کیا ۔ یا ملتان کے ان کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد انہوں نے سندھ میں اپنی ریاست قائم کرلی ، اور اسی قرمطی ریاست کا سلطان محمود نے سنہ ۴۱۶ ھ میں خاتمہ کیا ۔

درزی خط

جس دروزی خط کا اقتباس پہلے گذر چکا ہے اس کی حیثیت اس مسئلہ میں بڑی نہایت اہم ہے ۔ اس دروزی خط میں جو شام کے اسماعیلی دروزیوں کے مذہبی امام کی طرف سے بھیجا گیا ہے یہ لکھا ہے :-

> "ملتان اور ہندوستان کے موحدوں کے نام عموماً اور شیخ ابن سومر راجہ بل کے نام خصوصاً " ۔

اس خط میں ابن سومر راجہ بل کو جائز وارث بھوترا اور مودال میلا کا لکھا ہے ۔ اسی خط میں اس خاندان کے اور بہت سے ارکان کے نام لکھے ہیں جن میں بعض عربی اور بعض ہندی نام ہیں ، اور ان کو غیرت دلاکر لکھا ہے کہ :-

> "اے معزز راجہ بل ، اپنے خاندان کو اٹھا ، موحدین کو اور داؤد اصغر

(چھوٹے داؤد) کو سچے دین میں
واپس لا کہ مسعود نے جو آبے
حال ہی میں قید اور غلامی سے آزاد
کیا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ تو اس
فرض کو انجام دے سکے جو تجھ کو
اس کے بھانجے عبداللہ اور ملتان کے
تمام باشندوں کے برخلاف انجام دینے
کے لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ تقدیس (۱)
اور توحید کے ماننے والے جہالت، ضد،
اور سرکشی و بغاوت والی جماعت سے
ممتاز ہو جائیں" ۔ (۲)

اس خط سے نہایت اہم نتائج نکالے جا سکتے ہیں ۔

۱ ۔ سومر جو سندھ کے باشندہ تھے اور جو اس کے بعد سومری خاندان کے بانی ہوئے وہ اسماعیلی مذہب کے تھے ۔

۲ ۔ ان کے نام ہندوانہ اور عربی قسم کے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ یہ خاندان عربی ہندی آمیز تھا ۔

---

(۱) اسماعیلیوں کا بار بار توحید و تقدیس کا دعوی اس بنا پر ہے کہ وہ خدا میں صفات کا ماننا جیسا عام اہل سنت مانتے ہیں شرک سمجھتے تھے ۔ وہ نفی صفات کے قائل تھے جس کا نام ان کے ہاں توحید و تقدیس تھا ۔ معتزلہ کا بھی یہی عقیدہ تھا، اسی لئے وہ بھی اپنے کو اہل عدل و توحید کہتے تھے ۔

(۲) الیٹ جلد اول ص ۴۹۱ ۔

۳ ـ ملتان کے بادشاہ ابوالفتح داؤد رمہرہ اور سندھ کے یہ سومری ایک ہی مذہب کے پیرو تھے ـ

۴ ـ سومر غالباً سندھ کے اسماعیلیوں کا "شیخ" اور امام تھا کیونکہ شیخ خاص طور سے اسماعیلی اپنے مذہبی سردار کے لئے استعمال کرتے تھے ـ

۵ ـ معلوم ہوتا ہے کہ ابوالفتح داؤد کے بعد اس کا کوئی بیٹا تھا جو چھوٹے داؤد کے نام سے مشہور تھا اور جس کو سلطان مسعود نے اسماعیلی مذہب سے توبہ کر لینے پر قید سے آزاد کر دیا تھا ـ

۶ ـ عبداللہ ابوالفتح داؤد اکبر کا نواسہ اور داؤد اصغر کا بھانجہ تھا جس کو ملتان کے لوگ اپنا امیر بنا لینا چاہتے تھے ـ

۷ ـ اس خط کا منشا یہ ہے کہ ابن سومر راجہ بل کو سلطان مسعود اور عبداللہ اور اہل ملتان کے خلاف اپنے قبیلہ کو جنگ کے لئے ابھارے اور قرمطی اسماعیلیوں کی جو طاقت زائل ہو گئی تھی اس کو پھر واپس لائے ' چنانچہ ملتان میں یہ کوشش بار بار کی گئی اور ناکام و کامیاب ہوتی رہی ـ

۸ ـ اور آخری اہم بات اس خط سے سومر کی شخصیت کے متعلق معلوم ہوتی ہے کہ یہ کوئی طاقتور اور پرزور شخص تھا ـ سومر کا بیٹا جب سلطان مسعود کا معاصر تھا

تو کہنا چاہئے کہ سومر سلطان محمود (المتوفی سنہ ۴۲۱ ھ) کا معاصر تھا -

۹ - یہی سومری ھیں جو اس خط کی تاریخ کے بیس برس بعد سلطان عبدالرشید بن محمود غزنوی (المتوفی سنہ ۴۴۴ ھ) کی کمزور حکومت کے زمانہ میں غزنویوں کے بجائے سندھ کے مالک ہوگئے -

هباری خاندان کی ایک زندہ جاوید یادگار

هباری سلاطین کی گو ظاهری یادگار همیشه کے لئے مٹ گئی مگر اس کی ایک روحانی یادگار همیشه کے لئے باقی رہ گئی اور وہ ان کا وہ خاندان ھے جو غزنویوں کے زیر سایہ یہاں سے ملتان جاکر آباد ہوا - شیخ الاسلام زکریا ملتانی سنہ ۵۷۸ ھ میں پیدا ہوئے اور بقول فرشتہ سنہ ۶۶۶ ھ میں اور بقول اخبار الاخیار سنہ ۶۶۱ ھ میں وفات پائی - شیخ عبدالحق دهلوی نے آپ کو "اسدی" لکھا ھے، (۱) جو معلوم ہوچکا ھے کہ حضرت هبار کا قبیلہ تھا - شیخ عین الدین بیجاپوری نے ان کا نسب حضرت (هبار) بن اسود بن مطلب بن اسد تک پہنچایا ھے (۲) - پیرزادہ محمد حسین صاحب نے ابن بطوطہ کے اپنے اردو ترجمہ (جلد دوم ص ۸) میں

---

(۱) اخبار الاخیار ص ۲۶ مطبع هاشمی میرٹھ -

(۲) فرشتہ جلد ۲ ص ۴۰۴ نولکشور -

شیخ کے موجودہ خاندان کے ذخیرہ میں سے ایک پرانی
کتاب خلاصۃ العارفین کا ایک عربی اقتباس نقل کیا ہے
جو ملفوظات سید جلال بخاری سے منقول ہے ۔ اس میں
جو نسب نامہ لکھا ہے اس سے بڑی بڑی ثابت ہوتا ہے ۔
اس طرح شیخ الاسلام کے خاندان کے ہندوستان آنے کی
جو دو تاریخیں ملتی ہیں یعنی ایک یہہ کہ وہ پہلی
صدی ہجری میں عرب فاتحین ہند کے ساتھہ آیا
جیسا کہ ابن بطوطہ میں ہے اور دوسری یہہ کہ وہ
گویا پانچویں صدی ہجری میں عرب سے آئے ۔ یہہ
دونوں مل جاتی ہیں اور وہ اس طرح کہ سندھہ میں
اس خاندان کا ورود پہلی تاریخ کے مطابق ہوا یعنی
دوسری صدی ہجری میں اور ملتان میں منصورہ کی
تباہی کے بعد پانچویں صدی میں غزنوی سلطنت کے
زیرسایہ آکر آباد ہوئے ۔ البتہ خوارزم ہوکر یہاں آنے کا
بیان صحیح نہ ہوگا جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں ہے ۔
لیکن اس سے زیادہ اہم بیان تاریخ طاہری کے مصنف
کا ہے جس نے تفصیل کے ساتھہ یہہ بتایا ہے کہ شیخ
بہاؤالدین سندھی تھے اور سمہ قوم نے پہلے محمد تور کے
تباہ ہونے کے بعد سکور (موجودہ سکھر) کے پرگنہ میں
جو محمد تور نے آباد کیا تھا وہ وہیں کے رہنے والے تھے (۱) ۔

---

(۱) تاریخ طاہری الیٹ ص ۲۵۶ ۔

سندھ غزنویوں اور غوریوں اور سلاطین دہلی کے ہاتھ میں

سندھ کا غزنویوں کے ہاتھوں میں سنہ ۴۴۴ ھ تک رہنا اس سے ثابت ہے کہ سلطان عبدالرشید غزنوی (سنہ ۴۴۴ ھ) تک سندھ سے خراج کا آنا ثابت ہوتا ہے ۔ اُن کے بعد ہی غزنوی سلطنت میں انتشار پیدا ہو گیا گو برائے نام آخر تک (سنہ ۵۷۸ ھ) تک وہ پنجاب اور سندھ کے مالک کہلاتے رہے ۔ سنہ ۵۷۸ ھ میں غزنویوں کے بجائے غوریوں کا عمل دخل شروع ہو گیا اور شہاب الدین کے ایک سپہ سالار ناصرالدین قباچہ نے سندھ پر اور ایلتمش نے دہلی پر قبضہ کیا اور بالاخر ایلتمش نے قباچہ کو شکست دے کر سندھ سے اس کو نکال دیا ۔ اس وقت سے وہ گو دہلی سے برائے نام وابستہ رہا لیکن درحقیقت وہ خودمختار ہی رہا ۔ محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں (سنہ ۷۵۲ ھ میں) سندھ ایک مقامی حکمراں خاندان سے نکل کر دوسرے مقامی حکمراں کے ہاتھ میں گیا ۔ سلطان فیروز شاہ نے سنہ ۷۶۲ ھ میں اس پر مصالحانہ قبضہ کیا اور آخر انہیں مقامی حکمرانوں کے سپرد کیا جن کے ہاتھ میں وہ سنہ ۹۲۷ ھ تک رہا ۔ ان سے ایک تاتاری امیر ارغون نے اس کو فتح کیا اور آخر سنہ ۱۰۰۰ ھ کے خاتمہ پر وہ اکبری مقبوضات میں داخل ہو گیا ۔

سومری

اوپر کی پوری تاریخ سے ہم کو کوئی بحث نہیں ہے - ہم کو گذشتہ تاریخ کے صرف دو خودمختار قبیلوں کی اصلیت پر غور کرنا ہے جن میں سے ایک سومری اور دوسرے سما کہلاتے ہیں - غزنویوں کی کمزوری کے عہد میں جس مقامی قبیلہ نے سندھ پر قبضہ کیا وہ سومری کہلاتے ہیں - پھر محمد شاہ تغلق کے عہد میں سنہ ۷۵۲ ھ میں جو دوسرا مقامی قبیلہ برسر حکومت آیا اور جو سنہ ۹۲۷ ھ (۱۵۲۱ ع) تک قائم رہا وہ سمہ کہلاتا ہے - ان دونوں قبیلوں کی اصلیت کے متعلق مؤرخین میں سخت اختلاف ہے اور خصوصاً سومری خاندان کی قومیت بہت کچھ بحث طلب ہے اور اسی طرح ان کا مذہب بھی -

اوپر جس دروزی خط کا حوالہ گذرا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ سنہ ۴۲۲ ھ (سلطان مسعود کے زمانہ میں) شیخ ابن سومر راجہ بل موجود تھا اور وہ اسماعیلی مذہب تھا اور اس کو دروزیوں کے امام نے ملتان اور سندھ کے اسماعیلیوں کی دوبارہ حکومت قائم کرنے کے لئے بڑی غیرت دلائی تھی - اس لئے عجب نہیں کہ غزنویوں کے زور ٹوٹنے پر سلطان عبدالرشید (سنہ ۴۴۰ ھ) کے زمانہ میں سومریوں نے سندھ میں اپنی سلطنت قائم کر لی -

ان کی یہہ سلطنت سنہ ۴۴۴ ھ سے لے کر سنہ ۷۳۴ ھ کے چند سال بعد تک کسی نہ کسی طرح قائم تھی - چنانچہ اس سلسلہ میں ابن بطوطہ کی شہادت سب سے زیادہ اہم ہے - وہ هندوستان میں سندھہ کے راستہ سے سنہ ۷۳۴ ھ میں اس وقت هندوستان آیا تھا جب سومری قوم سلاطین دهلی کے ماتحت حکمراں تھی اور ابن بطوطہ نے ان کو دیکھا تھا - وہ کہتا ہے :-

ا - اس کے بعد هم جنانی (ا) پہونچے جو دریاے سندھہ کے کنارے ایک خوبصورت اور بڑا شہر ہے اور جس میں خوش نما بازار هیں - یہاں کے باشندے وہ لوگ هیں جن کو سامرہ کہتے هیں جو یہاں اس وقت بسے اور ان کے بزرگ یہاں آباد ہوے جب حجاج کے زمانہ میں سندھہ فتح هوا جیسا کہ مؤرخین نے لکھا ہے........یہہ لوگ جو سامرہ کہلاتے هیں یہہ کسی کے ساتھہ کھاتے نہیں اور نہ کھاتے وقت ان کو کوئی دیکھہ سکتا ہے ' اور نہ وہ اوروں سے اور نہ اور لوگ ان سے شادی بیاہ کرتے هیں

(ا) یہہ شہر بے نشان ہے - معلوم هوتا ہے کہ دریا برد هو گیا - ابوالفضل نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا ہے -

اس زمانہ میں جو ان کا امیر ہے
اس کا نام دنار ہے جس کا ذکر هم
آگے کریں گے -

چنانچہ آگے چل کر وہ سیوستان (سیہوان) کے ذکر میں کہتا ہے - (سیوان اب کراچی کے ضلع میں ہے) -

۲ - اسی شہر میں سامری امیر دنار جس کا ذکر اوپر گذرا اور امیر قیصر رومی رہتے ہیں اور یہہ دونوں سلطان (دهلی) کی ماتحتی میں هیں، اور ان دونوں کے ساتھہ اٹھارہ سو سوار تھے، اور یہاں ایک هندو رهتا تھا جس کا نام رتن تھا جو حساب و کتاب میں بڑا ماهر تھا - وہ بعض امراء کے ساتھہ سلطان کے دربار میں گیا، سلطان نے اس کو پسند کیا اور اس کو "سندھہ کا راجہ" خطاب اور راجگی کے ماهی مراتب دے کر سیوستان بھیجا اور اس کو وہ جاگیر میں دے دیا - جب وهاں پہنچا تو دنار اور قیصر کو یہہ برا معلوم هوا کہ ایک کافر کو ان پر فوقیت دی جائے تو باهم مشورہ کر کے اس کو قتل کر دیا .... اور خزانہ لوٹ لیا اور سب نے مل کر اونار کو

ملک فیروز کا خطاب دے کر اپنا بادشاہ
بنا لیا .... پھر دنار یہہ سمجھہ کر
کہ وہ اس وقت اپنے قبیلہ سے دور ہے
ڈرا ' اور اپنے قبیلہ میں چلا گیا ......
...لشکریوں نے قیصری کو امیر بنا لیا
......جب ملتان کے نائب کو خبر لگی
تو اس نے اس کی سزا کے لئے فوج بھیجی
اور سخت سزا دی (۱) (باختصار) –

ابن بطوطہ اسی وقت پہنچا تھا ' ایک مدرسہ میں ٹھہرا تھا – لاشوں کی بدبو سے اس کو نیند نہیں آتی تھی – ان دونوں اقتباسوں سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں –

۱ – سومری لوگ اپنے بزرگوں کی آبادی کو حجاج بن یوسف ثقفی کی آمد سے متعلق کرتے تھے –

۲ – وہ مذہباً هندو نہ تھے اور نہ هندوں کی مانجتی پسند کرتے تھے ' ساتھہ ھی ان میں بعض باتیں ایسی بھی پائی جاتی تھیں جو عام مسلمانوں سے ان کو الگ کرتی تھیں –

۳ – اس وقت سندھہ سلطان دهلی کے ماتحت اس طرح تھا کہ سلطان کی طرف سے ایک امیر یا ریزیڈنٹ سومریوں کے ساتھہ رهتا تھا –

---

(۱) سفر نامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۳ و ۲ (مصر) –

۴ - سندھ انتظام ملکی میں ملتان کے ماتحت ہوکر دہلی کا ماتحت تھا -

سومرہ کا مذہب

دروزوالے خط سے سومرہ کا اسماعیلی ہونا تو ثابت ہی ہو چکا ہے مگر چند مزید باتیں ابن بطوطہ سے بھی معلوم ہوتی ہیں - ابن بطوطہ کے اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ سومری لوگ عرب فاتحین ہند کے ساتھ آکر بسے تھے - ظاہر ہے کہ یہہ راجپوت نہیں ہو سکتے لیکن اسی کے ساتھ یہہ بھی ظاہر ہے کہ کھانے پینے اور شادی بیاہ کے بعض خاص غیر اسلامی مراسم بھی ان میں تھے' مگر اپنا این ہمہ وہ اپنے کو ہندو یا کافر نہیں بلکہ موحد اور مسلمان ہی سمجھتے تھے اور اسلامی لقب ملک فیروز اختیار کرتے تھے اور کافر کی اطاعت کو اپنے لئے تحقیر کا باعث سمجھتے تھے' اس لیے وہ ہندو قطعاً نہیں تھے - ایسا مخلوط مذہب قرمطیوں اور اسماعیلیوں ہی کا تھا جو اسلام کے ساتھہ کچھہ ہر جگہ کے ملکی مراسم اور اعتقادات کو شامل کر لیتے تھے' چنانچہ انہوں نے ہندوستان میں حضرت علی کو وشنو کا اوتار بنایا تھا اور اسی قسم کی باتیں وہ مخلوط کر لیتے تھے - اس سے ان کو ہر ملک میں مذہب کی تبلیغ میں آسانی ہوتی تھی' اور پرانے زمانہ میں اسماعیلیوں کے قلعہ الموت سے سندھ میں مبلغین

کا آنا تاریخوں سے ثابت ہے (۱) - اور یہہ عقائد کے اخفا کا مسلک بھی انھیں میں تھا - وہ نام بھی ہندؤوں کے اختیار کر لیتے تھے جیسا کہ آج بھی بمبئی کے خوجہ قوم میں ان باتوں کی مثالیں مل سکتی ہیں - اس سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے مرید در مرید مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری (سنہ ۷۰۷ - ۸۰۰ ھ) کے حالات کے ضمن میں ملتا ہے - یہہ ان کا ذکر آگے کسی موقع پر آئے گا - یہہ سندھہ کے شہر اوچ میں سکونت پذیر اور مرجع خلائق تھے - لکھا ہے کہ اوچ کا والی "سومرہ" ان کی خدمت میں ایک دفعہ آیا ، درویشوں کا هجوم تھا - سومرہ نے ان میں سے کسی کو حضرت کی اجازت کے بغیر "مسجد" سے باهر نکال دیا - اس وقت مخدوم کی زبان سے نکلا کہ "سومرہ مگر دیوانہ شدہ" اسی وقت وہ پاگل ہو گیا - شہر میں غل ہو گیا ، آخر اس کی ماں نے آکر بڑی منت کی ، قصور معاف ہوا ، وہ هوش میں آیا اور "مسجد" میں آکر پاؤں چومے ، مرید ہوا اور مقبول بارگاہ ہوا (۲) - کیا اس واقعہ سے یہہ سمجھا جائے کہ وہ اسماعیلیت سے تائب ہو کر سنی ہو گیا ؟

اسماعیلی مذهب کی مصروالی فاطمی سلطنت کا خاتمہ سنہ ۵۶۷ ھ میں سلطان صلاح الدین کے هاتھوں سے

---

(۱) دعوت اسلام (پریچنگ آف اسلام) ڈاکٹر آرنلڈ ص ۲۹۳ -

(۲) فرشتہ جلد ۲ ص ۴۱۶ ، (نولکشور) -

ہو گیا - اس کے بعد حسن بن صباح والی اسماعیلی نزاری سلطنت قلعہ الموت کی قائم رہی جو سنہ ۴۸۳ھ (۱۰۹۱ء) سے شروع ہوکر سنہ ۶۵۴ھ (۱۲۵۶ء) میں ہلاکو کی تلوار سے برباد ہوئی - ظاہر ہے کہ سندھ کی اسماعیلی جماعت پر اصل مرکز کی بربادی کا کیا اثر پیدا ہوگا - اس لئے ان سومروں کا یا ان میں سے بعض کا یہہ جلال بخاری کے ہاتھہ پر سنی ہو جانا بالکل ممکن ہے -

سومرہ کی قومیت

سومرہ لوگوں کی قومیت کے مسئلہ کے حل کرنے کے لیے سب سے پہلے ہم کو اپنے پرانے مورخوں کے بیانات سننے چاہئیں - ابن بطوطہ کا سب سے پہلا بیان سن چکے کہ یہہ اپنے اسلاف کا سندھ میں حجاج بن یوسف کے زمانہ فتح سندھ میں آباد ہونا بیان کرتے ہیں - اس کے بعد تاریخ معصومی کے مصنف میر محمد معصوم کا بیان ہے - وہ اپنی تاریخ کے دوسرے باب میں لکھتا ہے کہ

> "سلطان محمود نے ملتان اور سندھ فتح
> کر لیا - سلطان عبدالرشید بن محمود کے
> زمانہ میں (سنہ ۴۴۱ - ۴۴۴ھ)
> جب سلطنت اس کی عیاشی اور آرام
> طلبی کے سبب سے کمزور ہوئی تو انہوں
> نے غزنویوں کا جوا اپنے کندھے سے اتار
> دیا اور سومرہ کے قبیلہ نے تھری کے

مقام میں جمع ہوکر سومرہ نام ایک
شخص کو تخت پر بیٹھایا - انہیں اطراف
میں سعد نام ایک طاقتور زمیندار تھا '
سومرہ نے اس سے تعلق پیدا کیا اور
اس کی لڑکی سے شادی کر لی - اس سے
ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بھونگر
رکھا ' اور باپ کے مرنے پر وہی بادشاہ
ہوا " (۱) -

(اس کے بعد میر معصوم نے اس کی اولاد در اولاد کے حالات لکھے ہیں جن میں سے بعض کے عربی نام جیسے خفیف اور عمر اور بعضوں کے ہندی جیسے دودا لکھے ہیں) -

تاریخ طاہری کے مصنف نے زیادہ تر افسانے اور قصے لکھے ہیں جن کا آغاز اس نے " عمر سومرہ " اور ایک ہندو خاتون کے عشق و محبت سے کیا ہے - اسی کے ضمن میں وہ کہتا ہے کہ " یہہ قبیلہ ہندو تھا اور ہندو مذہب کا پابند تھا ' سنہ ۷۰۰ ھ سے سنہ ۸۴۳ ھ تک سلطنت کی ' الور کے قریب ان کا مقام تھا اور محمد تور ان کا دارالسلطنت تھا " - (۲)

---

(۱) تاریخ معصومی از الیٹ جلد اول ص ۲۱۵ -
(۲) تاریخ طاہری (الیٹ) ص ۲٦۰ و ۳۸۳ -

بھنگ لار نامہ میں صرف اسی قدر ہے کہ سندھ کی اسلامی فتح کے بعد عرب قبیلہ تمیم نے حکومت کی، تھوڑے دنوں کے بعد سومرہ لوگوں نے قبضہ کیا، پانچ سو برس قابض رہے، ان کے پایۂ تخت کا نام مہاتم تور تھا۔

کس قدر عجیب بات ہے کہ ان کے اشخاص کے عربی ہندی ناموں کی طرح ان کے پایۂ تخت کا نام بھی عربی ہندی ہے یعنی وہی کبھی محمد تور ہے اور کبھی مہاتم تور۔ کہا جاتا ہے کہ مہاتم محمد ہی کی تعریف ہے، ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو۔ یہ دیرگ کے پرگنہ میں جو موجودہ پرگنہ چاچ گم اور بادین کی جگہ تھا جو پار کر اور ڈھاکا بازار کے بیچ میں ہے۔

تحفۃالکرام کے مصنف نے منتخب التواریخ (بدایونی نہیں) سے جو محمد یوسف کی تصنیف ہے یہ اقتباس نقل کیا ہے:-

"جب سلطان عبدالرشید بن سلطان محمود غزنوی کی حکومت ہوئی تو سندھ کے لوگوں نے اس کو کمزور پایا۔ سنہ ۴۴۵ ھ (سنہ ۱۰۵۳ ع) میں سومرہ قبیلہ والوں نے تھری میں جمع ہوکر سومرہ نام ایک شخص کو بادشاہ بنایا اور اس کے ایک لڑکا بھونگر نام ایک زمیندار سعد نام کی لڑکی کے بطن سے پیدا ہوا۔

بھلنگر نے ۵ برس حکومت کرکے سنہ ۲۶۱ھ
میں وفات پائی (۱) ۔ (خلاصہ)

خود تحفۃ الکرام کا مصنف لکھتا ہے کہ

"سومرہ قوم سامرہ کے عربوں سے نکلی ہے جو سندھ میں دوسری صدی ہجری میں قبیلہ تمیم کے ساتھ آئی ۔ تمیم عباسیہ کے زمانہ میں سندھ کے گورنر مقرر ہوئے تھے" ۔

پھر وہ کہتا ہے کہ

"سندھ میں دلورائے راجہ تھا، اس نے اپنے بھائی چھوٹا امرانی پر ظلم کیا، وہ خلیفہ بغداد کے پاس گیا، خلیفہ نے سامرہ کے سو عرب اور سادات اس کے ساتھ کر دئے ۔ سید نے آکر سندھ میں سکونت اختیار کر لی، اور دلورائے نے اپنی لڑکی اس سے بیاہ دی ۔ (۲)

تاریخ طاہری کے مصنف نے دلورائے اور چھوٹا امرانی دونوں بھائیوں کے درمیان اختلاف کی ایک وجہ یہہ لکھی ہے کہ چھوٹا بہ‌دین سے اسلام کی طرف مائل

---

(۱) تحفۃ الکرام الیٹ جلد اول ص ۳۴۳ ۔
(۲) تحفۃ الکرام الیٹ جلد اول ص ۳۴۳ ۔

تھا ' اس نے قرآن پڑھا تھا اور دل میں مسلمان ہو گیا تھا - وہ چھپ کر حج کے لئے چلا ' راستہ میں ایک عجیب طریقہ سے فاطمہ نام ایک لڑکی سے شادی کی' حج سے لوٹ کر جب وہ سندھ کے مقام سیوستان میں پہنچا اس کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوا اور اس کا مزار مرجع خلائق ہے - (۱)

عربی، ہندی مخلوط تھے

الغرض یہ تمام اقتباسات یہی بتاتے ہیں کہ یہ قبیلہ عربی اور ہندی مخلوط نسل تھا - جن لوگوں نے اس کو عرب بتایا ہے وہ اس کی ایک حیثیت کا اور جو ہندو بتاتے ہیں وہ دوسری حیثیت کا ذکر کرتے ہیں - سومرو نام جیسا کہ دروز کے خط سے ظاہر اور فارسی تاریخوں میں مذکور ہے اس حکومت کا بانی تھا ' اس لئے ان لوگوں کو سومری ' سامرہ وغیرہ کہنے لگے - عراق کے شہر سامرہ سے کوئی تعلق نہیں - شہر سامرہ کا اصلی نام سر من رای تھا جو استعمال کی کثرت سے عوام کی زبان میں سامرہ ہو گیا ' اس کو خلیفہ معتصم باللہ عباسی (سنہ ۲۲۷ ھ) نے بسایا تھا -

---

(۱) تاریخ طاہری الیٹ ص ۲۵۸ -

خالص راجپوت نہ تھے

یورپین مؤرخوں نے اس قبیلہ کو "نو مسلم راجپوت" بتایا ہے جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مضمون نگار سلدھمہ نے بھی لکھا ہے (۱) – الیٹ صاحب بھی یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں، مگر ان میں سے کوئی صاحب کوئی دلیل نہیں پیش کرتے – فارسی مؤرخین کے ملے جلے بیانوں سے یہہ تو ظاہر ہی ہوتا ہے کہ وہ خالص هندي بھی نہ تھے تو خالص راجپوت کیونکر ہوں گے –

یہودی نہ تھے

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مرحوم نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ یہہ لوگ "نومسلم یہودی" تھے – مولوی صاحب کو شاید اس لیے اشتباہ ہوا کہ یہودیوں کے ایک فرقہ کا نام سامری تھا جو شام کے کوہ شمرون کی طرف منسوب تھے – اس اشتباہ کی دوسری وجہ بشاری مقدسی کی ایک عبارت ہے جس کو مرحوم نے عجیب طریقہ سے اپنے مدعا کے مطابق کیا ہے – واقعہ یہہ ہے کہ بشاری نے اپنے مقدمہ میں جن قوموں اور فرقوں کا ذکر کیا ہے ان میں چار عدد کی خصوصیت دکھائی ہے اور لکھا ہے کہ "اهل ذمہ بھی جن سے جزیہ لیا جا سکتا ہے چار ہیں، یہود نصاری

---

(۱) گیارھواں اڈیشن جلد ۲۵ ص ۱۳۳ –

مجوس اور صابئی ' پھر اعتراض کیا ہے کہ "سامرہ" بھی تو اہل ذمہ ہیں - اس طرح چار کے بجائے پانچ قومیں ہو جاتی ہیں - اس کا جواب دیا ہے کہ "سامرہ در اصل یہود کی ایک قسم ہیں - دیکھو وہ بھی موسیٰ علیہ السلام ہی کو پیغمبر مانتے ہیں" - یہہ تو اصل نسخہ کی عبارت ہے - حاشیہ میں اڈیٹر نے ایک اور نسخہ کی عبارت بھی نقل کی ہے جس میں اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ "سندھ کے بت پرست بھی تو اسلامی ملک میں رہتے ہیں - پھر اہل ذمہ چار سے زیادہ ہو جاتے ہیں" - بشاری اس کے جواب میں کہتا ہے کہ "سندھ کے بت پرست اہل ذمہ نہیں ہیں کیونکہ وہ جزیہ نہیں ادا کرتے (۱) - اس لئے بالآخر اہل ذمہ وہی چار رہے" -

مرحوم نے "سامرہ" اور "سندھ" کو اوپر نیچے دیکھہ کر باہم مربوط کرکے ایک دعوی پیدا کرلیا ہے جو سراسر بے بنیاد ہے - بشاری کی احسن التقاسیم موجود ہے جس کو دیکھہ کر ہر شخص واقعہ کی حقیقت کو جان سکتا ہے -

سومری بادشاہ

تحفۃ الکرام میں سومرہ کے حسب ذیل بادشاہوں کے نام اور سلطنت کے ایام لکھے ہیں :-

---

(۱) احسن التقاسیم بشاری ص ۳۲ (لیڈن) -

۱ — سومرہ	زمانۂ دراز تک	
۲ — بھونگر بن سومرہ اول	۱۵ سال	سنہ ۴۱۱ ھ میں مرا —
۳ — دودا اول بن بھونگر	۲۴ سال	سنہ ۴۸۵ ھ میں مرا —
۴ — سنگھر	۱۵ سال	
۵ — حنیف یا (خفیف)	۳۳ سال	
۶ — عمر (۱)	۴۰ سال	
۷ — دودا دوم	۱۴ سال	
۸ — پاتھو	۳۳ سال	
۹ — گنہرا اول	۱۶ سال	
۱۰ — محمد تور (؟)	۱۵ سال	
۱۱ — گنہرا دوم	چند سال	
۱۲ — دودا سوم	۱۴ سال	
۱۳ — تائی	۱۵ سال	
۱۴ — چینسر	۱۸ سال	
۱۵ — بھونگر — دوم	۱۵ سال	
۱۶ — حنیف (یا خفیف) دوم	۱۸ سال	
۱۷ — دودا چہارم	۲۵ سال	
۱۸ — عمر سومرا	۳۵ سال	
۱۹ — بھونگر سوم	۱۰ سال	
۲۰ — ہمیر (امیر)	آخری بادشاہ	

(۱) یہ عمر نام نیرہ اسماعیلیوں میں عجیب معلوم ہوتا ہے — یہ شائد اصل میں اثر ہو جیسا کہ سراج عفیف میں ہے اور جس کا دوسرا تلفظ اثار یا دنار یا أثار ہے جیسا کہ ابن بطوطہ اور سندھ کی بعض فارسی تاریخوں میں ہے —

گیارھویں بادشاہ کے چند مبہم سال اور آخری بادشاہ کا زمانہ اس میں شامل نہیں - اگر چند سال یہہ بھی بڑھا لیے جائیں تو کم از کم ان کا زمانہ ۳۷۵ سال ہوتا ہے اور اگر ان کا آغاز سلطان عبدالرشید کے بعد سے یعنی سنہ ۴۴۴ ھ سے کہا جائے تو ان کے خاتمہ کا سال سنہ ۸۱۹ ھ ہوتا ہے - لیکن گذر چکا ہے کہ ان کا خاتمہ محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں سنہ ۷۵۲ ھ میں ہوا ' اس لیے سرسٹھہ برس کا زمانہ ان بادشاہوں کی بیان‌کردہ مدت سلطنت میں زیادہ معلوم ہوتا ہے -

سومریوں کا خاتمہ

محمد شاہ تغلق کے زمانے میں سلطان دہلی اور سومریوں کی باہمی آویزش شروع ہوتی ہے - محمد شاہ تغلق کے آخر زمانہ میں طغی نام ایک مغل گجرات میں باغی ہوتا ہے اور بادشاہ کے گجرات پہنچنے پر وہ بھاگ کر ٹھٹھہ (سندھہ) کے سومریوں کے پاس پناہ لیتا ہے ' بادشاہ اس کے تعاقب میں ٹھٹھہ جاتا ہے اور مغلوں اور سومریوں سے متعدد مقابلہ پیش آتا ہے لیکن یکایک بادشاہ کا مزاج منحرف ہو جاتا ہے اور وہیں وفات پا جاتا ہے ' پھر بادشاہ کی فوج مغلوں اور سومریوں کے ہاتھوں سے سخت تکلیف اٹھاتی ہے اور آخر فیروز شاہ تغلق کو اپنا بادشاہ بنا کر اس دوطرفہ مشکل سے نجات

پاتی ہے اور دلی واپس آتی ہے - یہہ سنہ ۷۵۲ ھ کا واقعہ ہے - (۱)

لیکن چند سال کے بعد جب فیروز شاہ سنہ ۷۶۲ ھ میں یہاں آتا ہے تو جاموں کی سلطنت یہاں ملتی ہے - جام انر اور اس کا بھتیجا بانبھینہ حکمراں ہوتے ہیں - یہہ جام کا لقب سمہ کے بادشاہوں کا تھا - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی زمانہ سومرہ کے خاتمہ اور سمہ لوگوں کے آغاز کا ہے - تحفۃالکرام میں سنہ ۷۵۲ ھ میں سمہ قوم کا آغاز لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی محمد شاہ تغلق کے حملہ کے بعد ہی یہہ انقلاب پیش آیا اور بقول فرشتہ اس انقلاب میں مسلمانوں کی کوششوں کو سب سے زیادہ دخل تھا - معلوم ہوتا ہے کہ اسمعیلی یا ہندو نما سومریوں کی بغاوت کے بعد عام مسلمانوں نے یہی مناسب سمجھا کہ سومریوں کو یہیں کی ایک نو مسلم دیسی قوم کے ذریعہ سے مٹا دیا جاے - چنانچہ سمہ قوم کے ایک سردار انر نام نے سومریوں کے آخری بادشاہ ھمیر (امیر) کو جس کی دوسری لفظی تحریف ارمائیل ہے قتل کرکے اپنی سلطنت قائم کر لی -

(۱) فیروز شاہی ضیاء برنی ص ۵۲۴ - ۵۲۵ (کلکتہ) -

نئی تحقیقات کی ضرورت

سومری بادشاہوں کی فہرست اور ان کے زمانے کی تعین تنقیدی نظر سے بہت کچھ محتاج تحقیق ہے اور اس پر ہمارے ہندوستانی مؤرخوں کو تھوڑی محنت کرنی ہے، مثلاً سنہ ۶۲۰ھ سے ایک دو سال پہلے جب سلطان جلال الدین خوارزم شاہ تاتاریوں سے بھاگ کر سندھ آیا اور ٹھٹھہ پہنچا تو جلسی نام سومری بادشاہ نے بھاگ کر کشتیوں میں اپنے ساز و سامان کو لاد کر کسی جزیرہ میں پناہ لی (۱) - یہہ جلسی نام فہرست میں نہیں نولکشوری نسخہ پر اعتبار نہیں - ممکن ہے کہ یہہ جلسی نام چلیسر کی خرابی ہو جو ہماری فہرست میں چودھویں نمبر پر ہے - اسی طرح سنہ ۷۳۴ھ میں ابن بطوطہ کے ورود سندھ کے زمانہ میں اونار بادشاہ تھا - یہہ نام بھی اس فہرست میں نہیں مگر ممکن ہے کہ یہہ وہی ہو جس کا نام عمر کی صورت میں اٹھارھویں نمبر پر ملتا ہے -

سمہ

سومریوں کے بعد سمہ قبیلہ کے جو لوگ سندھ پر قابض ہوئے ان کی راجدھانی ٹھٹھہ تھی جس کو عرب دیبل کہتے ہیں -

---

(۱) فرشتہ جلد دوم ص ۳۱۶ (نولکشور) -

سمہ کو فارسی مورخین جمع کی صورت میں سمگان لکھتے ہیں جس طرح انگریز مصنفین S کے ساتھہ جمع بناکر سماس (Sammas) لکھتے ہیں - اس سے دھوکا کھاکر بعض لوگوں نے ان کا نام سماس لکھا ہے - یہہ مذھباً مسلمان تھے گو اس میں اختلاف ہے کہ یہہ شروع ہی سے مسلمان تھے یا بعد کو مسلمان ہو گئے - ان کا صدر مقام ٹھٹھہ تھا ' سرکاری لقب جام تھا اور نام ہندی عربی ملا ہوتا تھا مثلاً مشہور سمہ بادشاہ کا نام جام‌نندا نظام‌الدین تھا - یہہ لوگ اس قدر طاقتور تھے کہ مدت تک یہہ سلاطین دھلی کا پرزور مقابلہ کرتے رھے - سنہ ۷۵۲ ھ (سنہ ۱۳۵۱ ع) سے سنہ ۹۲۷ ھ تک یعنی ایک سو پچھتر (۱۷۵) برس سندھ پر فرمانروائی کرتے رھے -

اس قبیلہ کی اصلیت کی نسبت بھی مورخین میں سخت اختلاف ہے - سندھ کے بعض مورخوں نے ان کو عربی‌النسل تسلیم کیا ہے - ان کو ابوجہل کی اولاد کہا ہے - بعد کے فارسی مورخین فرشتہ اور ابوالفضل (آئین اکبری) نے ان کو " جام " کے لقب کی وجہ سے ایرانی بادشاہ جمشید کی اولاد کہا ہے جس کی بنیاد صرف لفظ " جم " اور جام کے تشابہ پر ہے جو سراسر غلط ہے - یوروپین مورخین الیٹ (۱) اور انسایکلوپیڈیا برٹانیکا (۲)

(۱) تاریخ ھند جلد اول ص ۴۹۷ -

(۲) مضمون سندھ جلد ۲۵ ص ۱۳۳ (طبع ۱۱) -

اور انسائکلوپیڈیا آف اسلام (۱) کے مضمون نگار ان کو نومسلم راجپوت کہتے ہیں مگر اظہر کے سوا کسی نے کوئی دلیل پیش کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی ہے – آخرالذکر کی دلیل کا خلاصہ اسی قدر ہے کہ "جام" کچھہ اور نوانگر کے راجپوت راجاؤں کا لقب ہے لیکن حقیقت یہہ ہے کہ بعض پرانے مؤرخین کے بیان سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے چنانچہ تاریخ معصومی میں ہے کہ سمہ لوگ کچھہ سے سندھہ آئے تھے (۲) – چچ نامہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سمہ قبیلہ کے لوگ سندھہ میں محمد قاسم کے زمانہ (سنہ ۹۶ ھ) سے پہلے ہی آباد تھے ' چنانچہ جب محمد قاسم ان کی آبادی میں پہنچا تو ان لوگوں نے راگ اور باجے سے اس کا استقبال کیا اور بہت خوش ہوئی – محمد قاسم نے ایک عرب سردار کو جس کا نام خریم (؟) اور اس کے باپ کا نام "عمر" بتایا گیا ہے ان کا سردار مقرر کیا (۳) – تاریخ طاہری کا بیان ہے کہ "اس طرح وہ ملک جو سمندر کے کنارے ہے سمہ قوم کے ماتحت ہو گیا جہاں اس کی نسل اب تک آباد ہے – رائے بھارا اور جام سہتا اور چھوٹے اور کچھہ کے راجہ اسی قوم سے ہیں (۴) –

---

(۱) مضمون سمہ (Samma) انگریزی اڈیشن –

(۲) معصومی (الیٹ) ص ۲۲۳ –

(۳) چچ نامہ (الیٹ) ص ۱۹۱ –

(۴) طاہری الیٹ ص ۲۶۸ –

لیکن تاریخ بلاذری میں جو سنہ ۲۹۷ ھ کی تصنیف ہے مجھے ایک فقرہ ملتا ہے جس کا ترجمہ یہہ ہے :

"پھر سندھہ کا والی داؤد بن یزید بن حاتم مقرر ہوا - اس کے ساتھہ سمہ کا باپ (ابوالصمة المتغلب الیوم) گیا تھا جو آج کل سندھہ پر قابض ہے وہ قبیلہ کندہ کا آزاد کردہ غلام ہے" - (۱)

کیا یہہ سمجھا جائے کہ اسی "سمہ" کی اولاد تھی جو بعد کو قبیلہ "سمہ" کے نام سے موسوم ہوئی اور جو ممکن ہے کہ کچھہ میں جا رہی ہو اور پھر وہاں سے سنہ ۷۵۲ ھ میں آکر اس نے سومرہ لوگوں سے سندھہ چھین لیا ہو -

سمہ بادشاہ

سمہ لوگوں کا زمانہ بہت بعد کا ہے یعنی جب دلی میں مسلمانوں کی مضبوط حکومت قائم تھی - اس لئے سمہ بادشاہوں کے نام اور لقب اور زمانہ زیادہ احتیاط سے محفوظ ہیں - فرشتہ کے بیان کے مطابق ان بادشاہوں کی تفصیل یہہ ہے :-

"شاہ محمد تغلق کے عہد میں مسلمانوں کی کوشش سے سومریوں کے ہاتھوں سے

(۱) بلاذری ص ۴۴۵ (ایضاً)

نکل کر سندھ کی حکومت سمہ لوگوں کے ہاتھوں میں آئی - اس قبیلہ کے اکثر سردار اسلام کی دولت سے بہرہ مند تھے اور اکثر اوقات یہہ بادشاہ دھلی کے مطیع اور باج گذار رھے - البتہ کبھی کبھی بغاوت اور سرکشی بھی کر بیٹھتے تھے - اسلام کے کے زمانہ میں سب سے پہلا شخص جو ان کا بادشاہ بنا وہ جام افزا (انار یا دنار) (۱) تھا - وہ بہت عقلمند تھا اس نے ساڑھے تین سال حکومت کی ' اس کے بعد اس کا بھائی جام جونا بادشاہ ہوا جو بہت انصاف پسند تھا ' اس کے بعد اس کا بیٹا جام مانی ہوا جس نے سلطان دھلی سے مخالفت کی اور سنہ ۷۶۲ ھ میں سلطان فیروز شاہ نے اس پر چڑھائی کی ' پہلے نا کام رہا ' پھر گجرات سے واپس آکر سلطان نے اس کا مقابلہ کیا آخر جام مانی نے صلح کر لی " (۲) -

---

(۱) فرشتہ کے مطبوعۂ نولکشور نسخہ میں اس جام کا نام افزا لکھا ھے مگر یہہ کاتب یا نسخہ کی غلطی ھے - اصل لفظ انار یا دنار یا اوتر ھے جیسا کہ ابن بطوطہ اور سراج عفیف میں ھے -

(۲) تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۳۱۷ نولکشور -

اس لڑائی اور صلح کا حال فیروز شاہ کے عہد کے چشم دید مورخ سراج عفیف نے پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ لیکن اس زمانہ کے جام کا نام اس نے اونر لکھا ہے اور اس کے ساتھ اس کے بھتیجے کو جس کا نام بانبھینہ بتایا ہے شریک کیا ہے۔ سمہ لوگوں کی طاقت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ جام نے چالیس ہزار پیادہ اور بیس ہزار سوار فوج سے فیروز شاہ سلطان دہلی کا مقابلہ کیا۔ رسد اور گھاس کی قلت کے سبب سے سلطان کو کامیابی نہ ہوئی اور وہ سندھ چھوڑ کر گجرات چلا گیا۔ دوسرے ہی سال وہاں سے واپس آکر اس نے پھر حملہ کیا۔ جام ناچار صلح پر آمادہ ہوا۔ یہ سنہ ۷۶۲ ھ (سنہ ۱۳۶۱ ع) کا واقعہ ہے۔

یہ صلح کس طرح ہوئی؟

سید جلال الدین حسین بخاری جو اس عہد کے مشہور باخدا بزرگ تھے اور جن کا نام سومرہ کے مذہبی باب میں آچکا ہے وہ اوچ میں مقیم تھے۔ جام نے مشورہ کرکے ان کی خدمت میں اپنے قاصد بھیجے کہ وہ یہاں تشریف لاکر سلطان سے میرا قصور معاف کرا دیں۔ سید جلال الدین بخاری تشریف لائے اور بادشاہ نے پوری عقیدت کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ سید علیہ الرحمۃ نے فریقین کو دلاسا دیا، جام اور جام کے شریک حکومت بانبھینہ کو خود

لے جاکر نیروز شاہ سے ملایا اور صلح کے شرائط طے هو گئے - (۱)

سمه بادشاهوں کے نام

میر معصوم اور فرشتہ نے سمه بادشاهوں کے نام اور زمانے لکھے هیں - شروع کے بعض ناموں میں ان دونوں میں کچھ اختلاف هے ، مثلاً خیرالدین کا نام فرشتہ میں نہیں اس کی جگہ جام مانی لکھا هے - ممکن هے کہ مانی اور خیر الدین ایک هی شخص هوا - آخر کے ناموں میں بھی کچھ اختلاف هے -

۱ - جام اونار یا دنار یا اونر	۳ سال ۷ مہینے
۲ - جام جونا برادر جام اونار بن بانبھنه -	۱۴ سال معاصر علاؤالدین خلجی -
۳ - جام تماچی	۱۵ سال ایضاً
۴ - جام خیرالدین	۱۲ سال ایضاً
۵ - جام بانبھنه	...
۶ - جام تماچی	...
۷ - جام صلاح الدین	۱۱ سال
۸ - جام نظام الدین بن صلاح الدین	۲ سال چلند مہینے

(۱) تفصیل کے لئے دیکھو نیروز شاهی شمس سراج عفیف ص ۲۴۰ و ۲۴۱ (کلکتہ) -

۹ - جام علی شیر بن نظام الدین ۶ سال چند مہینے -
۱۰ - جام کرن بن جام تماجی ڈیڑھ دن -

جام اونر کا خاندان ختم ہو کر اسی سمہ قبیلہ کا ایک اور خاندان تخت پر بیٹھا؛ اس کے پہلے بادشاہ کا نام نظم خاں تھا -

۱۱ - نظم خاں بن سکندر ۱۵ سال
۱۲ - جام تغلق بن سکندر برادر نظم خاں - ۲۸ سال
۱۳ - جام مبارک (جام تغلق کا ایک عزیز قریب) - ۳ روز
۱۴ - جام سکندر بن جام نظم خاں بن جام سکندر - ۱ سال ۶ مہینے
۱۵ - جام رائے دن (مسلمان تھا) - سنہ ۸۵۸ ھ میں کچھ سے آیا
۱۶ - جام سنجر (سمہ قوم کا ایک سردار) - ۸ برس چند مہینے -
۱۷ - جام نندا نظام الدین ۶۲ برس
۱۸ - جام فیروز بن جام نندا آخری بادشاہ

جام نندا کے زمانہ میں سنہ ۸۹۰ ھ میں شاہ بیگ ارغون نے قندھار سے آکر سندھ پر حملہ کیا مگر ناکام رہا - جام نندا کے بعد اس کے بیٹے جام فیروز اور اس کے ایک مدعی عزیز جام صلاح الدین میں باہم حصول تخت کے لئے لڑائی ہوئی - جام صلاح الدین گجرات کے سلطان مظفر کی

بهکم کا چچازاد بهائی تها - اس لئے جام صلاح الدین کی مدد کے لئے سلطان مظفر گجراتی اُٹها - یہہ دیکهہ کر جام فیروز نے شاہ بیگ ارغون قندهاری سے مدد مانگی - شاہ بیگ ارغون نے اس موقع کو غنیمت سمجهہ کر سنہ ۹۲۷ ھ میں سندهہ پر قبضہ کر لیا اور سمہ قوم کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا - (۱)

اوپر بادشاہوں کے جو ایام حکومت لکهے ہیں ان کا مجموعہ ۱۹۲ ہوتا ہے - حالانکہ سنہ ۷۵۲ ھ سے سنہ ۹۲۷ ھ تک کل ایک سو پچهتر برس ہوتے ہیں - غالباً جام ننڈا کا زمانہ زیادہ بڑهایا گیا ہے - ناموں کے بڑهنے کی ایک وجہ یہہ بهی معلوم ہوتی ہے کہ خاندان کے دو دو شخص ایک ساتهہ حکومت کرتے تهے جیسا کہ سراج عفیف سے معلوم ہوتا ہے - (۲)

سمہ قوم کا مذہب

سمہ قوم مسلمان تو تهی مگر یہہ کہ وہ کب مسلمان ہوئی اور مسلمانوں کے کس فرقہ سے اس کا تعلق تها اب تک تاریخ کا ایک راز ہے جس کے چہرہ سے تاریکی کا نقاب اُٹهانے کی اب تک کوشش نہیں کی گئی ہے - مؤرخوں نے ان کے هندی اور عربی ناموں کے ذریعہ سے

(۱) فرشتہ جلد دوم ص ۳۲۰ نولکشور -
(۲) فیروز شاهی ص ۱۹۹ و ۲۳۷ (کلکتہ) -

ان کے مذہبی انقلاب کی تاریخ مقرر کی ہے، مثلاً فرشتہ نے انہیں ناموں کے قیاس سے چار پہلے بادشاہوں کو جن کے نام بترتیب جام اونر، جام جونا، جام مانی اور جام تماجی لکھے ہیں ہندو سمجھا ہے اور پانچویں بادشاہ جام صلاح الدین سے مسلمان بادشاہوں کا سلسلہ شروع کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے

"و از نام جماعت مذکور خصوص از نام تماجی چنین ظاہر می شود کہ انہا زناردار بودند" – (ج ۲ ص ۳۱۸ نولکشور) –

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کے ناموں کی طرز و وضع سے دھوکا نہ کھانا چاہئے – سب سے پہلا ہی نام جو جام اونر ہے ابن بطوطہ کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ اونار (اونر) جس سامری کا نام اس کے زمانہ میں تھا وہ ہندو نہ تھا وہ اپنے کو مسلمان سمجھتا تھا اور ہندو کی مانندگی سے اس قدر بیزار ہوا تھا کہ سلطان دہلی کے خلاف اس نے بغاوت کردی، تو ی اور ملک فیروز اپنا بادشاہی لقب اختیار کر لیا تھا – تاریخ طاہری میں جس جام کا زمانہ اسلام کی اشاعت کے لئے خاص طور سے سراہا گیا ہے اس کا نام جام نندا اور اس کے باپ کا نام بانہبلہ بتایا ہے (۱) – جام رائے دن بالکل ہندو نام ہے مگر جب کچھہ سے آکر ٹھٹھہ پر اس نے قبضہ کیا ہے

---

(۱) تاریخ طاہری (انڈیا) ص ۲۷۳ –

تو اعلان کیا کہ میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ "مسلمانوں" کے ملک کی حفاظت کروں (۱) -

معلوم ہوتا ہے کہ وہ شروع میں اپنا اصلی قومی نام رکھتے تھے بعد کو سلاطین دہلی کی پیروی میں صلاح الدین وغیرہ عربی القاب اختیار کرنے لگے، چنانچہ جس جام نے خیرالدین اپنا لقب اختیار کیا ہے وہ بچپن میں اپنے باپ کے ساتھ مدتوں دہلی کے دربار میں رہا تھا (۲) - آخری بادشاہ جام نندا نظام‌الدین کو دیکھو کہ اس کے ہندی اور عربی دونوں نام ہیں - نندا قومی نام معلوم ہوتا ہے اور نظام‌الدین عربی شاہی لقب - اسی طرح سلطان فیروز شاہ کی لڑائی جس جام سے ہوئی تھی اس کا نام شمس سراج نے رائے اونر لکھا ہے (۳) جو ہندو نام ہے مگر قرائن بتاتے ہیں کہ وہ مذہباً ہندو ہونے کے بجائے مسلمان تھا اور ظاہر ہے کہ اگر یہ رائے صحیح ہو کہ یہ عرب تھے تو وہ شروع ہی سے مسلمان ہونگے اور اگر ہندو تھے تو میرا قیاس ہے کہ سلطنت پانے کے بعد نہیں بلکہ یہ لوگ شروع ہی سے یعنی سلطنت پانے سے پہلے ہی مسلمان تھے بلکہ اہل سنت تھے - اپنے قرائن کے پیش کرنے سے پہلے ہم اس بزرگ اور اس کے سلسلہ کا ذکر

(۱) تاریخ معصومی (الیٹ) ص ۲۳۱ -

(۲) ایضاً ص ۲۲۵ -

(۳) تاریخ فیروزشاہی شمس سراج عفیف ص ۱۹۹ (کلکتہ) -

کرنا چاہتے ہیں جس کی کوشش سے میرے خیال میں یہہ قوم حلقۂ اسلام میں داخل ہوئی ہوگی - آرنلڈ صاحب نے محض قیاس سے یہہ لکھہ دیا ہے کہ اس قوم کو عرب تاجروں کے ذریعہ سے اسلام کی دولت ہاتھہ آئی (۱) ؛ مگر میری رائے میں تجارت کے بجائے تصوف اس کا ذریعہ تھا -

شیخ الاسلام بہاءالدین زکریا اور سید جلال الدین بخاری

اوپر گذر چکا ہے کہ سندھہ پر جو ہباری خاندان حکمران تھا اس کی سلطنت کے مٹنے کے بعد اس خاندان کے بعض لوگ ملتان چلے گئے ؛ ان میں وہ زندۂ جاوید شخصیت بھی تھی جو شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے نام سے مشہور ہے - ان کا زمانہ سنہ ۵۷۸ ھ سے لیکر سنہ ۶۶۶ ھ تک ہے - تمام بڑے بڑے اسلامی ملکوں کا انہوں نے سفر کیا تھا اور ان کی ذات سے ملتان علم و تصوف کا مرکز بن گیا تھا - سید جلال بخاری جو تصوف و سیاحت کی ایک مشہور ہستی ہیں وہ بخارا سے ملتان آکر انہیں شیخ بہاء الدین سے بیعت کی تھی ؛ ان سید جلال بخاری کے پوتے مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری تھے جن کا نام دو بار اس سے پہلے گذر

(۱) دعوت اسلام (پریچنگ آف اسلام) اردو ص ۲۹۲ سنہ ۱۹۰۷ ع -

چکا ہے، (ولادت سنہ ۷۰۷ ھ وفات سنہ ۸۰۰ ھ) - اس زمانہ کے بڑے بڑے صوفیہ کا دستور تھا کہ وہ اپنے با استعداد مریدوں کو تربیت کر کے دور دراز علاقوں میں لوگوں کی رہنمائی اور خدمت کے لئے مقرر کرتے تھے - شیخ الاسلام زکریا ملتانی نے اسی طور سے سید جلال بخاری اول کو سندھ کے شہر اوچ میں لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا - اس وقت سندھ میں سومرہ قوم کی حکومت کا آخری زمانہ تھا، اور سن چکے ہو کہ سومرہ والی اوچ کس طرح سید موصوف کا معتقد اور مرید بنا -

تاریخ طاہری سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام مخدوم زکریا ملتانی کو نہ صرف سندھ سے بلکہ سمہ قوم (طاہری نے سمہ کے بجائے سومرہ لکھا ہے مگر جو زمانہ بتایا ہے اس کے لحاظ سے سومرہ کے بجائے سمہ چاہئے) سے بہت کچھ تعلقات تھے اور غالباً ان کے اپنے ایک سب سے بڑے مرید کو اس علاقہ میں متعین کرنے کا یہی راز تھا - تاریخ طاہری کی عبارت کا لفظی خلاصہ یہ ہے :-

"سنہ ۷۰۰ ھ (سنہ ۱۳۰۰ ء) سے سنہ ۸۴۳ ھ (سنہ ۱۴۳۹ ء) تک ۱۴۳ سال سومرہ (سمہ) نام ایک ہندو قبیلہ سندھ پر حکومت کرتا رہا، اس کا پایہ تخت محمد تور تھا، اس کا ویرانہ نہ صرف میں نے بلکہ بہت سے لوگوں نے دیرک کے پرگنہ میں دیکھا ہے، اس کی ویرانی کے بعد

> وہاں کے بہت سے باشندے سکورا (سکھر؟)
> کے پرگنہ میں آکر بسے جو سمہ کے جام
> کے زمانہ میں آباد ہوا تھا، اور یہیں
> انہوں نے ایک گاؤں بسایا تھا اس کا
> بھی نام وہی محمد نور رکھا - اس گاؤں
> میں شیخ الشیوخ مخدوم بہاء الدین
> (زکریا) کا خلیفہ سندھی، جو ہندوستان
> میں بہت مشہور ہیں بہت بڑے بڑے
> لوگ اور زمیندار جو ان کے مرید تھے وہ
> یہیں رہتے تھے" - (۱)

دوسرا واقعہ پہلے کدر چند ہے کہ مخدوم شیخ بہاء الدین کے مرید سید جلال بخاری جن کو مخدوم نے سندھ کی ولایت مرحمت فرمائی تھی، ان کے پوتے سید جلال الدین حسین بخاری جن کا زمانہ سنہ ۷۰۷ ھ سے سنہ ۸۰۰ ھ تک ہے اور جو اوچ (سندھ) میں قیام پذیر تھے ان کے ہاتھ پر اوچ کے سومرہ والی نے بیعت کی اور بقول فرشتہ :-

> "بسبب وقت رہائے سید پوسیدہ از
> درویشاں معذرت خواست و مرید گشتہ
> ازمقبولاں گردید" - (۲)

---

(۱) تاریخ طاہری ایلیٹ ص ۲۱۱ -

(۲) فرشتہ ج ۲ ص ۳۱۹ نولکشور -

سید بخاری اوچ میں ہمیشہ وعظ و تذکیر فرمایا کرتے تھے جس کو سن کر بڑے بڑے لوگ متاثر ہوتے تھے" - (۱)

سید رحمۃاللہ علیہ کے سوانح کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سومرہ والی کے مرید ہونے کا واقعہ سنہ ۷۵۰ ھ کے گرد و پیش کا ہے جس کے تقریباً چند سال بعد سومرہ کی جگہ سمہ قوم برسر حکومت آئی - اس لئے قرین قیاس ہے کہ بعد کی حکمراں قوم (سمہ) بھی سید موصوف سے خاص عقیدت رکھتی ہوگی -

سمہ قوم کے دارالسلطنۃ ٹھٹھہ پر پہلے سنہ ۷۵۲ ھ میں محمد شاہ تغلق نے جب حملہ کیا تو اس کو وہیں ناگہانی موت آ گئی اور جب سنہ ۷۶۲ ھ میں فیروز شاہ تغلق نے پہلی دفعہ حملہ کیا تو ناکام رہا اور وہاں سے گجرات چلا گیا - اس واقعہ کو یہ لوگ "شیخ" کی کرامت سمجھتے تھے اور اپنی زبان میں سندھی فقرہ بنایا -

"برکت شیخ تھیا، ایک موا، ایک تھا" (۲)

یعنی یہ شیخ کی برکت ہے ایک مر گیا اور ایک ناکام بھاگا - اس فقرہ میں شیخ سے مراد شیخ بہاءالدین

---

(۱) فرشتہ ج ۲ ص ۳۱۶ (نولکشور) -

(۲) فیروز شاہی شمس سراج عفیف ص ۲۳۱ (کلکتہ) -

زکریا ملتانی کی ذات ہے یا سید جلال بخاری
کی -

دوسرے سال جب فیروز شاہ نے گجرات سے واپس آکر دوبارہ ٹھٹھہ پر حملہ کیا تو جام اونر اور بانبھینہ نے سوا اس کے اور کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ ایک قاصد کو سید جلال الدین حسین بخاری کے پاس اوچ بھیجیں اور ان کو تکلیف دیں کہ وہ آکر سلطان سے مصالحت کرا دیں ' چنانچہ سید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فریقین میں مناسب شرائط پر صلح کرا دی اور سلطان سے فرمایا کہ (سمہ لوگوں کے پایہ تخت) ٹھٹھہ میں ایک ولیہ خاتون تھی اسی کی دعا کی برکت سے یہ شہر فتح نہیں ہوتا تھا پرسوں اس کا انتقال ہوگیا - (١)

یہ واقعات پوری طرح ظاہر کرتے ہیں کہ سمہ کے جاموں کو شیخ بہاءالدین زکریا اور سید جلال الدین حسین بخاری سے کتنی گہری عقیدت تھی - ان واقعات سے ان جاموں کا نہ صرف مسلمان ہونا بلکہ اہل سنت ہونا ظاہر ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملتان کا یہی سہروردی خانوادہ ان کی ہدایت کا باعث ہوا ہے -

ان واقعات کا تعلق سمہ قوم کے آخری زمانہ سے نہیں بلکہ بالکل ابتدائی زمانہ سے ہے - اس سے میری اس

(١) فیروز شاہی ص ٢٣١ (کلکتہ) -

دعوت کی شہادت ملتی ہے کہ سمہ قوم بعد کو نہیں بلکہ شروع ہی سے مسلمان تھی - خصوصاً جب اس صورت حال کو اس واقعہ کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے کہ سمہ قوم کو برسر حکومت لانے میں سب سے زیادہ مسلمانوں کا ہاتھ تھا - فرشتہ کے الفاظ ہیں :-

"در آخر عہد شاہ محمد تغلق شاہ بسعی و امداد مسلمانان دولت از خاندان طبقہ سومرگان بفرقۂ سمگان منتقل شد و اکثر مردم ایشان بدولت اسلام اختصاص داشتند" - (۱)

ظاہر ہے کہ اگر یہ سمہ شروع ہی سے مسلمان نہ ہوتے تو مسلمانوں کو ان سے کیا ہمدردی ہو سکتی تھی ؟

سندھ اور اطراف سندھ کے دوسرے شہر

ملتان اور منصورہ کے علاوہ سندھ میں اور اس کے اطراف میں عربوں کی اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور نوآبادیاں بھی تھیں جن کا سراغ چوتھی صدی کے آخر میں محمود غزنوی سے پہلے تک ملتا ہے ، جن میں سے بعض کو سلطان کے باپ سبکتگین نے اور اکثر کو خود سلطان نے فتح کر کے اپنی سلطنت میں داخل کر لیا -

---

(۱) فرشتہ دوم صفحہ ۳۱۷ (نولکشور) -

ان شہروں میں حسب ذیل مقامات کے نام خصوصیت کے ساتھ چوتھی صدی کے عرب سیاحوں کے بیانات میں ملتے ہیں :-

دیبل یا ٹھٹھہ

یہہ مشہور بندرگاہ تھی اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے عرب اس کو دیبل اور فارسی مورخین ٹھٹھہ کہتے ہیں (۱) - یہی وہ شہر تھا جو سمہ لوگوں کا پایہ تخت تھا اور جس پر فیروز شاہ سلطان دہلی نے حملہ کیا مگر ناکام رہا - آخر حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے مرید کے جانشین حضرت شیخ جلال الدین کی وساطت سے فریقین نے صلح کر لی (۲) - دیبل میں بڑے علما اور محدثین گذرے ہیں جن کا ذکر علامہ سمعانی المتوفی سنہ ۵۶۲ ھ نے کتاب الانساب میں کیا ہے (۳) - یہہ بندرگاہ ہونے کی وجہ سے عرب تاجروں کا مرکز تھا - اس کی آبادی کا اندازہ اس سے لگانا چاہئے کہ سنہ ۲۸۰ ھ میں خلیفہ معتمد عباسی کے زمانہ میں یہاں ایک زلزلہ آیا تھا جس میں بہت سی عمارتیں گر گئی تھیں - اس سانحہ میں جو آدمی مکانات کے نیچے دبکر مر گئے ان کی

---

(۱) آئین اکبری (سندھ) -

(۲) تاریخ فیروز شاہی شمس سراج عفیف (کلکتہ) ص ۲۳۱ -

(۳) کتاب الانساب طبع لوزکراف لفظ "دیبلی" -

تعداد تیرہ لاکھ تھی (۱) – بشاری (سنہ ۳۷۵ ھ) نے لکھا ہے کہ "اس کے آس پاس ایک سو گاؤں ہیں، تعداد زیادہ ہندوؤں کی ہے، سب لوگ بیوپاری اور سوداگر ہیں، ان کی زبان سندھی اور عربی ہے – یہاں کی آمدنی بہت ہے" –

عسیفان

بلاذری نے اس کا مقام ملتان کشمیر اور کابل کے بیچ میں بتایا ہے جو شاید زیادہ صحیح نہ ہو، البتہ سندھ میں اس کے مماثل نام ملتے ہیں –

ڈاکٹر آرنلڈ کو بھی دعوت اسلام لکھتے وقت اس کا پتہ نہ مل سکا (۲) اور مولانا شبلی مرحوم کے ذریعہ سے اس کی تحقیقات بھی کی (۳) لیکن میرا قیاس ہے کہ اس نام کی اصلیت "اسیوان" ہے جس کو سیوان بھی کہہ سکتے ہیں – اس نام کا شہر دہلی اور سندھ کے بیچ میں ہیں – فارسی تاریخوں میں بھی یہہ نام آیا ہے (۴) – سیوان کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے، اور اب یہہ کراچی کے ضلع میں ہے – بعضوں نے سیوستان اور سیوان

(۱) تاریخ الہند البیرونی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۳۸۰ –

(۲) دعوت اسلام ص ۲۹۱ –

(۳) مکاتیب شبلی جلد دوم ص ۱۷ –

(۴) خزائن الفتوح امیر خسرو –

کو ایک قرار دیا ھے - بہر حال تیسری صدی ھجری کے شروع میں (معتصم المتوفی سنہ ۲۲۷ ھ کے عہد میں) یہاں مسلمان سوداگروں کی آبادی تھی (۱) -

تلہلی

تلہلی نام بھی سندھ میں ایک مقام تھا ' سنہ ۳۷۵ ھ میں یہاں بھی کچھہ مسلمان آباد تھے (۲) -

بوقان

بلاذری نے سندھ کے ایک مقام بوقان (یا بوکن) کا ذکر کیا ھے اور لکھا ھے کہ ھمارے زمانہ میں یہاں کے باشندے سب مسلمان ھیں (۳) - اس کا زمانہ تیسری صدی ھجری کا اخیر ھے -

قصدار

بعض لوگوں نے اس کا نام قذدار بھی لکھا ھے - سبکتگین غزنوی کے فتوحات میں اس شہر کا نام ملتان ھے (۴) - یہہ ھندوستانی افغانی سرحد کے پاس واقع تھا ' یہاں خارجی مسلمانوں کی آبادی تھی اور انہیں کی

---

(۱) بلاذری ص ۴۴۶ -

(۲) بشاری ص ۴۸۰ -

(۳) بلاذری ص ۴۴۵ -

(۴) طبقات ناصری ص ۷ (کلکتہ) -

ریاست بھی تھی ۔ شاید چوتھی صدی کے وسط میں ایک معتزلی متکلم اور مناظر ابوالحسن علی بن لطیف جب یہاں پہنچے، تو اس کو خارجیوں کی آبادی اور ریاست پایا ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں اس قدر امن و امان ہے کہ چوری کا نام و نشان بھی نہیں ہے، لوگ گھروں میں قفل بھی نہیں لگاتے، مسجد میں اگر مسافر یوں ہی اپنا اسباب چھوڑ دے تو کوئی اس کا چھونے والا نہیں ۔ یہاں ان کی ملاقات ایک مسلمان درزی سے ہوئی ۔ شہر میں مسجد بھی تھی (۱) ۔ بشاری نے اس کا موقع یہ بتایا ہے کہ وہ بلوچستان کی بندرگاہ تیز سے ساحل پر مکران کی لمبائی میں ۱۲ منزل پر واقع ہے (۲) ۔ ایک اور عرب جغرافیہ نویس لکھتا ہے کہ "یہ ملتان سے تقریباً ۲۰ منزل ہے" (۳) ۔

ابن حوقل (سنہ ۳۶۷ ھ) لکھتا ہے قزدار ایک شہر ہے جس کے ساتھ چند قصبے اور دیہات ہیں اور یہاں کے حاکم کا نام معین بن احمد ہے لیکن خطبہ خلیفہ (بغداد) کے نام کا پڑھا جاتا ہے، اور اس کا محل کیزکانان میں واقع تھا ۔ بشاری مقدسی جو سنہ ۳۷۵ ھ میں ادھر آیا تھا لکھتا ہے :-

(۱) معجم البلدان یاقوت رومی ج ۷ ص ۲۸ (مصر) ۔

(۲) احسن التقاسیم ص ۳۸۵ ۔

(۳) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۳۲ ۔

"قزدار طوران کا پایہ تخت ہے - یہہ ایک
صحرا میں واقع ہے - اس کے دو حصے
ہیں ' دونوں کے بیچ میں ایک ترائی
ہے جس میں پل نہیں ' ایک میں
سلطان کا محل ہے اور اسی میں قلعہ
ہے - دوسرے حصہ کا نام بودین ہے '
اس میں سوداگروں کے مکانات ہیں ' اور
یہہ حصہ نہایت صاف ستھرا ہے ' شہر
چھوٹا ہے مگر فائدہ مند ہے - خراسان '
فارس ' کرمان اور ادھر سے ہندوستان کے
شہروں سے لوگ یہاں آیا کرتے ہیں ' لیکن
یہاں کا پانی اچھا نہیں......پانی نہر سے
پیا جاتا ہے " (۱) -

غرض یہہ ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست تھی - سلطان محمود کے باپ امیر سبکتگین نے ہندوستان سے پہلے سرحدی ریاستوں کو مٹانا ضروری سمجھا ' چنانچہ سنہ ۳۷۵ ھ اور سنہ ۳۸۷ ھ (جو سبکتگین کی تاریخ وفات ہے) کے بیچ کے کسی سنہ میں اس شہر پر قبضہ کیا اور وہاں کے مسلمان حاکم کو اپنا باجگذار بنایا (۲) -

---

(۱) بشاری کی احسن التقاسیم ص ۴۷۸ (لیڈن) -
(۲) تاریخ فرشتہ نولکشور جلد ۱ ص ۱۹ -

طوران

ابن حوقل کے زمانہ میں (سنہ ۳۶۳ھ) یہہ ایک مستقل ریاست تھی، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ مغربی سندھ میں طوران ہے جس پر بصرہ کا ایک باشندہ ابوالقاسم حکمراں ہے جو خود ہی حاکم قاضی سپہ سالار سب کچھہ ہے حالانکہ وہ تین اور دس میں فرق نہیں جانتا -

ویہند

یہہ ہندوستان کا مشہور پرانا شہر ہے - غزنوی فتوحات کے سلسلہ میں اس کا بھی نام آتا ہے - سنہ ۳۹۳ھ میں پشاور کے بعد محمود نے اس پر قبضہ کیا (۱) - اس شہر میں بھی محمود سے پہلے ہی مسلمانوں کی آبادی تھی - بیرونی نے قانون مسعودی میں اس کے ذکر میں لکھا ہے کہ "یہہ گندھار کا پایہ تخت ہے اور یہہ وادی سندھ میں واقع ہے" (۲) - ونسانٹ اے اسمتھہ صاحب "دی ارلی ہسٹری آف انڈیا" میں اوہند نام دارالسلطنت کو دریائے سندھ پر بتاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے سنہ ۲۵۶ھ میں کابل فتح کر لینے کے بعد وہاں کا دارالسلطنت اوہند کو منتقل

(۱) زین الاخبار گردیزی (مطبوعہ برلن) ص ۶۶ -
(۲) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۵۷ (پیرس سنہ ۱۸۴۰ع) -

ہوگیا جو دریاے سندھ پر واقع تھا اور هندو شاہیہ خاندان کا پایہ تخت تھا - (۱)

چوتھی صدی کے آخر میں (سنہ ۳۷۵ ھ یعنی محمود کے حملہ سے پندرہ سولہ برس پہلے) بشاری مقدسی بیان کرتا ہے کہ " میں نے ابوالہیثم نیشاپوری کے شاگردوں میں سے ایک سے اور شیراز کے ایک عالم سے جو اس ملک کی اچھی طرح سیاحت کرچکے تھے تحقیق کی تو معلوم ہو کہ ویہند پایۂ تخت کا نام ہے اور اس کے ماتحت شہر دنھان ، بھیر ، نوج لوار ، اور سمان کوچ وغیرہ ہیں " (۲) -

ویہند کے علاقہ میں بھی مسلمانوں کی آبادی خاصی تھی یہاں تک کہ ان کی ریاست قائم تھی - ہندوؤں کا راجہ الگ تھا اور مسلمانوں کا امیر الگ - باشندوں کی غالب تعداد هندو تھی - (۳)

قنوج

هندوستان کے مشہور قنوج کو چھوڑ کر سندھ اور پنجاب کی سرحد کے پاس بھی اس نام سے ایک علاقہ آباد تھا جس کا عرب سیاحوں نے بکثرت ذکر کیا ہے - یہاں بھی مسلمانوں کی آبادی تھی - سنہ ۳۰۰ ھ کے بعد

---

(۱) The Early History of India, Vol. I p. 345

(۲) احسن التقاسیم ص ۴۷۷ -

(۳) ایضاً ص ۴۸۵ مع حاشیہ -

یہہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تھا ' چنانچہ مسعودی نے (سنہ ۳۰۳ھ میں) جب اس کو دیکھا ہے تو وہ ملتان سے ملحق تھا اور اسلامی حکومت میں داخل تھا (۱) - بشاری اس کے ستر پچہتر برس کے بعد آیا ہے ' اس وقت اس کی حیثیت خود مختار ریاست کی تھی ' کہتا ہے کہ یہہ بڑا شہر ہے ' اس کی چاروں طرف فصیل ہے ' یہاں گوشت کثرت سے بکتا ہے ' باغ بہت ہیں ' پانی اچھا ہے ' تجارت وسیع ہے ' لوگ حسین ہیں ' شہر پناہ کے اندر جامع مسجد ہے ' مسلمانوں کی غذا گیہوں ہے ' یہاں بڑے بڑے معززین اور علما رہتے ہیں (۲) - آگے چل کر کہتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کی گو غالب تعداد ہندو ہے لیکن مسلمانوں کا سلطان الگ ہے - (۳)

اودھ کے قنوج سے بھی عرب کے سیاح اور جغرافیہ نویس واقف تھے - مصر کا وزیر مہلبی (تقریباً سنہ ۳۸۶ھ) اپنی جغرافیہ کی کتاب عزیزی میں بیان کرتا ہے کہ " قنوج ہندوستان کے دورترین شہروں میں ہے ' ملتان کے پورب ہے ' ملتان اور قنوج کے بیچ میں دو سو اسی فرسنگ کی مسافت ہے اور وہ ہندوستان کا پایہ تخت اور سب سے

(۱) مسعودی جلد ۱ ص ۳۷۲ (پیرس) -
(۲) احسن التقاسیم بشاری ص ۳۸۰ -
(۳) بشاری ج ۱ ص ۳۸۵ -

بڑا شہر ہے ـ لوگوں نے اس کا حال بیان کرنے میں بہت مبالغہ سے کام لیا ہے ـ کہتے ہیں اس میں صرف جوہریوں کے تین سو بازار ہیں اور اس کے راجہ کے قبضہ میں ڈھائی ہزار ہاتھی ہیں ' اس میں سونے کی کانیں بھی ہیں " ـ

ادریسی جس نے سسلی (اٹلی) میں بیٹھ کر سنہ ۵۴۸ ھ میں اپنا جغرافیہ لکھا ہے کہتا ہے کہ " یہ بہت خوبصورت شہر ہے ' تجارت کی منڈی ہے ' اسی شہر کے نام سے یہاں کے راجہ کو بھی قنوج کہتے ہیں " ـ ادریسی نے قنوج کی وسعت پنجاب بلکہ کشمیر تک بتائی ہے ' مراکو کا جغرافیہ نویس ابن سعید مغربی (سنہ ۵۸۵ ھ) لکھتا ہے " یہ شہر گنگا کے دونوں بازوؤں پر واقع ہے " ـ (۱)

نیروں

سندھ کے ساحلی شہروں میں ایک شہر نیرون نام تھا ' بعضوں نے غلطی سے اس کو بیرون پڑھا ہے اور ابوریحان بیرونی کو یہیں کا رہنے والا بتایا ہے (۲) ـ یہ دیبل اور منصورہ کے بیچ میں تھا اور منصورہ سے ۱۵ فرسنگ

---

(۱) تقویم البلدان ابوالفداء صفحہ ۳۶۰ (پیرس) ـ

(۲) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ بحوالۂ ابن سعید مغربی و تاریخ الاطباء ابن ابی اصیبعہ جلد ۲ ص ۲۰ (مصر) ـ

دور تھا - مصر کا وزیر مہلبی چوتھی صدی میں اپنے جغرافیہ میں لکھتا ہے کہ "یہاں کے باشندے مسلمان ہیں" (۱) - الفنسٹن صاحب نے تاریخ ہند میں بتایا ہے کہ موجودہ شہر حیدرآباد (سندھ) ہی کا پرانا نام نیرون ہے - (۲)

مکران

یہہ سندھ کی سرحد پر واقع ہے - ابن حوقل کے زمانہ میں یہاں کا عرب حاکم عیسیٰ بن معدان تھا، اس کی دارالامارۃ کا نام کلہر تھا جس کی وسعت ملتان سے آدھی تھی -

مشکی

اسی کے قریب ایک اور عرب ریاست تھی جس کا نام مشکی تھا اور جہاں کا حاکم ابن حوقل کے زمانہ میں مطاہر بن رجاء نام تھا - یہہ ریاست اتنی بڑی تھی کہ تین دن میں اس کی مسافت طے ہوتی تھی اور یہاں خطبہ میں خلیفۂ بغداد کا نام لیا جاتا تھا -

سندھ کے ریگستانوں میں چلتے چلتے ہم اور آپ دونوں گھبرا گئے، تھوڑی دیر آئیے ملک "جنت نظیر" کی سیر کریں کہ دماغ تر و تازہ ہو -

---

(۱) تقویم البلدان ابوالفدا ص ۳۴۹ -

(۲) تاریخ ہند الفنسٹن جلد دوم ص ۴۹۳ - سنہ ۱۸۶۷ ع (طبع لندن) -

کشمیر

یہہ وہ ملک ہے جس کی نسبت یہہ کہنا بجا ہے کہ اس کو مسلمان بادشاہوں کی تلواروں اور تدبیروں نے نہیں بلکہ مسلمان عالموں اور درویشوں کی تاثیروں نے فتح کیا - عرب جغرافیہ نویس اور سیاح اس کے پاس تک آے مگر اس کے اندر نہیں گئے' انہوں نے اس کے راستہ کی دشواریوں کا ذکر کیا ہے' وہ سمندر سے لے کر کشمیر کے سلسلہ کوہستان تک سب کو سندھ ہی کہتے تھے - عربوں کے بعد سلطان محمود نے بھی اس کی چٹانوں سے سر ٹکرایا مگر کامیابی نہیں ہوئی - لیکن اسی زمانہ میں ہم یہاں مسلمان سوداگروں اور تاجروں کو آتے جاتے دیکھتے ہیں - سلطان محمود کی وفات کے تین سال بعد سنہ ۴۲۴ ھ میں سلطان مسعود غزنوی نے اس پر حملہ کیا اور اهل شہر قلعہبند ہو گئے تو اس وقت جو مسلمان تاجر وہاں تھے وہ بھی قلعہ میں مقید تھے - (۱)

تاریخ هند کی اس مختصر خیالی سیر و سیاحت کے بعد ہم ناظرین سے رخصت ہوتے ہیں -

(۱) فرشتہ جلد اول ص ۳۱ (نولکشور) -

خاتمہ

ان گذشتہ اوراق میں کوشش کی ہے کہ ہم اپنے ہمسفروں کو عرب و ہند اور اسلام و ہندوستان کے باہمی تعلقات کے وہ مناظر دکھائیں جو خیبر سے آنے والے مسلمان فاتحوں سے پہلے یہاں جلوہگر تھے — ان سے اندازہ ہوگا کہ ان فتوحات سے پہلے بھی اس ملک میں کہاں کہاں مسلمان آباد تھے اور ان کے تعلقات ہندوؤں کے ساتھ کیسے چند در چند اور گہرے تھے اور اسلام کا تعلق ہندوستان سے کتنا پرانا اور قدیم ہے —

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز "حکایت مہر و وفا" مپرس

صحت نامه

ضروری لفظوں کی تصحیح

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲	۲۰	سیرطی	سہوطی
۳	۱۲	تہی	تہا
۱۶	۹	پاهر	پیا هر
۲۲	۵	هندوستان	سندوستان
۲۳	۱۲	دی فوجی	دیپ خوری
۲۵	۱۷	سنه ۱۸۳۵	سنه ۱۸۱۱
۳۰	۲۱	هندر	هند
۳۸	۱	مزوج	مروج
۴۲	۷	ارسته	رسته
۵۱	۶	رنگون	زنگیوں
۵۲	۲	کا	کی
۵۶	۱۲	جشه	حبشه
۶۵	۱	زپاد	زباد
۶۵	۵	بیوپاروں	بیوپار کی چیزوں
۶۵	۸	سلیاذج	سلباذج
۶۵	۱۰	راذی	داذی (؟)
۶۸	۱۵	کا نام	کے نام
۷۷	۹	بلهي	بهکی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۰	۷	کو لا کر	کوکیلاکر
۹۱	۱۸	اخفر	اخضر
۹۵	۱۰	الافاریہ	الافاویہ
۹۶	۱	والبہفا	والبہفاء
۱۰۳	۷	ہو گئی	ہو گئے
۱۰۶	۶	برمکب	برمک
۱۰۶	۲۲	جزبہ	جذبہ
۱۱۱	۱۷	رہا	رہ
۱۲۵	۸	کا	کو
۱۲۹	۲۱	واضع	واسع
۱۳۱	۱۳	مکہ	سکہ
۱۳۲	۱۲	جمفر	جعفر
۱۳۳	۲۰	طاقکری	طاقتکوری
۱۳۵	۱۳	اسی	انہی
۱۳۵	۱۶، ۱۷	کی	
۱۳۷	۱۰	ارجملد	ارجمند
۱۳۵	۵	زبر	زیر
۱۳۵	۶	زیر	زبر
۱۳۷	۶، ۱۰	معتقد	معتقد
۱۳۷	۲۰	مولوئی	موسیو لوئی
۱۵۹	۷	یا کوریا یا جہر	یا کوہ یا باجہور
۱۶۱	۱	طوفانی	طولانی

صحیح	غلط	سطر	صفحه
دابشلیم	وابشلیم	١٥	١٦٧
دابشلیم	وابشلیم	٣ ' ٦	١٦٨
بهد پانی	بهد پانی	٩	١٦٨
پانچ سی دهانت (سدهانت)	پانی ساسي ذهانت	١١	١٧٨
سیاحوں	سیاموں	١٩	١٩٧
الراط	الرات	٢٠	١٩٧
چهسور	صهجور	١٣	٢٠٢
هاتهه میں	هاتهه	٢	٢٠٦
اهلان	اسلان	١٧	٢٠٦
آثارالبلاد	ا آلبلاد	٢٢	٢١٣
لا ادریه	لا اوریه	٨	٢٢٠
بدده	بدوه	١١	٢٣١
سلطان	سلیمان	١	٢٣٣
(یا بالا)	(با بالا)	١٦	٢٣٦
تاریخ	تریخ	٣	٢٥٢
جهونکوں	جهونکو	٢	٢٦٦
دیوار	دیوان	١١	٢٧٢
التحساء	النحاء	٣	٢٧٣
دیوار	دیوان	٧	٢٧٣
صلدا پور	هداپور	١١	٢٧٨
تها	ہے	١٦ ' ١٧	٢٩١

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۲	۱	ملکور	ملکلور
۲۹۶	۵	للدریلہ	فلدریلہ
۳۰۰	۱۰	رامغانی	دامغانی
۳۰۱	۱۷	البشیر	السہر
۳۰۳	۱۱	ملمورۃ	ملصورۃ
۳۱۰	۱۰	سالی	ساسی
۳۱۶	۱۵	کو	کو
۳۱۷	۱۸	ان تمامعر	انکو
۳۱۷	۱۹	میں	نہیں
۳۲۰	۱۶	رادہ	ارادہ
۳۲۰	۱۷	اراست	راست
۳۲۰	۱۹	س	اس
۳۲۱	۱۱	کر لے گا	کرے گا
۳۲۱	۱۷	گرویزی	گردیزی
۳۲۶	۱۱	گرویزی	گردیزی
۳۲۷	۱۳	گرویزی	گردیزی
۳۲۷	۱۹	الواضع	الوضع
۳۲۸	۱۲	کو	کا
۳۲۹	۲	سرحدوں	سرحدوں
۳۳۸	۱۷	سیحیوں	مسیحیوں
۳۳۰	۸	بن رالی خالد	بن خالد
۳۳۱	۱۱	منجستان	سجستان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۴۸	۳	وار	اور
۳۴۹	۱	مقورہ	ملصورہ
۳۴۹	۴	محمد	محمود
۳۵۲	۱	هو سکے	سمجھہ سکے
۳۵۲	۲	مسلی	سلی
۳۵۲	۲	خاطمہ	خاتمہ
۳۵۲	۳	ملطان	ملکان
۳۵۸	۲۰	(سلہ ۴۲ ھ)	(سلہ ۴۴۴ ھ)
۳۵۹	۸	خبائی	جلالی
۳۵۹	۹	جوبصورت	خوبصورت
۳۵۹	۱۰	سپاهوں	یہاں
۳۶۰	۴ ، ۲ ، ۱۸	دنار	ونار
۳۶۱	۲	دنار	ونار
۳۶۲	۱۱	ابا این همه	با این همه
۳۶۳	۱۳	ختیار	اختیار
۳۶۴	۸ ، ۹	ادج	ارچ
۳۶۴	۲	بیهہ	سیهد
۳۶۶	۸	تعریف	تحریف
۳۷۸	۹ ، ۲۰	دنار	ونار
۳۸۰	۸	هوا	هو
۳۸۰	۹	دنار	ونار
۳۸۵	۱۷	وہ	ارنهوں لے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٣٩٠	١	دعوت	دعوہ
٣٩٢	١	بھاری	بھاری
٣٩٣	١٢	تکدار	ٹوڈار
٣٩٧	٥	ابرالہشم	ابوالہیثم
٣٩٧	٨	بہلد	وبہلد
٣٩٧	١٠	وہیلد	ویہلد